Name [illegible]

فریب کی کتاب

our five year plan

ھمارا پانچ سالہ منصوب

والسابقون الاولون من المهاجرین والانصار والذین اتبعوهم باحسان رضی اللہ عنهم ورضوا عنه

سلسلۂ دار المصنفین

(نمبر ۴۴)

سیر الصحابہؓ

حصہ ہفتم

جس میں ایسے ایک سو پچاس صحابہؓ کے حالات ہیں جنھوں نے فتح مکہ کے بعد اسلام قبول کیا، یا اس سے پہلے مشرف باسلام ہوئے لیکن ہجرت نہ کر سکے یا عہد رسالت میں صغیر السن تھے

مرتبہ

مولوی شاہ معین الدین احمد ندوی رفیق دار المصنفین

باہتمام

مولوی مسعود علی صاحب ندوی

در مطبع معارف اعظم گڈھ مطبوع گردید

۱۳۷۶ھ (طبع دوم) ۱۹۵۶ء

فہرست اسمائے صحابہ

سیر الصحابہؓ جلد ہفتم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حسن خاتمہ

اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ آج سے پندرہ سولہ سال پیشتر سیر الصحابہؓ کے نام سے جس وسیع سلسلہ کا آغاز کیا گیا تھا، اس جلد پر آج بحمد اللہ اس کا خاتمہ ہوتا ہے، اس سلسلہ مین حسب ذیل کتابین بہ ترتیب ذیل داخل ہین،

۱	سیر الصحابہؓ جلد اول	بنام	خلفائے راشدینؓ	مصنفہ	مولوی حاجی معین الدین صاحب ندوی،
۲	سیر الصحابہؓ جلد دوم	بنام	مہاجرینؓ جلد اول	مصنفہ	مولوی حاجی معین الدین صاحب ندوی،
۳	سیر الصحابہؓ جلد سوم	بنام	مہاجرینؓ جلد دوم	مصنفہ	مولوی شاہ معین الدین احمد صاحب ندوی،
۴	سیر الصحابہؓ جلد چہارم	بنام	انصارؓ جلد اول	مصنفہ	مولوی سعید صاحب انصاری،
۵	سیر الصحابہؓ جلد پنجم	بنام	انصارؓ جلد ثانی	مصنفہ	مولوی سعید صاحب انصاری،
۶	سیر الصحابہؓ جلد ششم		(مشتمل بر احوال اکابر غیر مہاجرین و انصار صحابہؓ)	مصنفہ	مولوی شاہ معین الدین احمد صاحب ندوی،
۷	سیر الصحابہؓ جلد ہفتم		(مشتمل بر اصاغر صحابہؓ)	مصنفہ	مولوی شاہ معین الدین احمد صاحب ندوی،
۸	سیر الصحابہؓ جلد ہشتم	بنام	سیر الصحابیاتؓ (خواتین صحابہؓ)	مصنفہ	مولوی سعید صاحب انصاری
۹	سیر الصحابہؓ جلد نہم	بنام	اسوۂ صحابہؓ جلد اول (صحابہؓ کے احوال پر مجموعی تبصرہ)	مصنفہ	مولانا عبدالسلام صاحب ندوی
۱۰	سیر الصحابہؓ جلد دہم	بنام	اسوۂ صحابہؓ جلد دوم (صحابہؓ کے احوال پر مجموعی تبصرہ)	مصنفہ	مولانا عبدالسلام صاحب ندوی

اس سلسلہ کی تدوین بھی درحقیقت علامہ شبلی مرحوم اور مخدومۂ علیا ہرہائنس نواب سلطان جہان بیگم مرحومہ سابق فرمانروائے بھوپال کے حکم معنوی کی تعمیل کے طور پر ہوئی ہے، دعا ہے کہ اس حسنِ عمل سے مرحومین کو اپنے حسنِ نیت کا ثواب ملے۔ وللہ الحمد اولاً و آخراً۔

سید سلیمان ندوی

ناظم دارالمصنفین

۲۴ رمضان المبارک ۱۳۵۲ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ
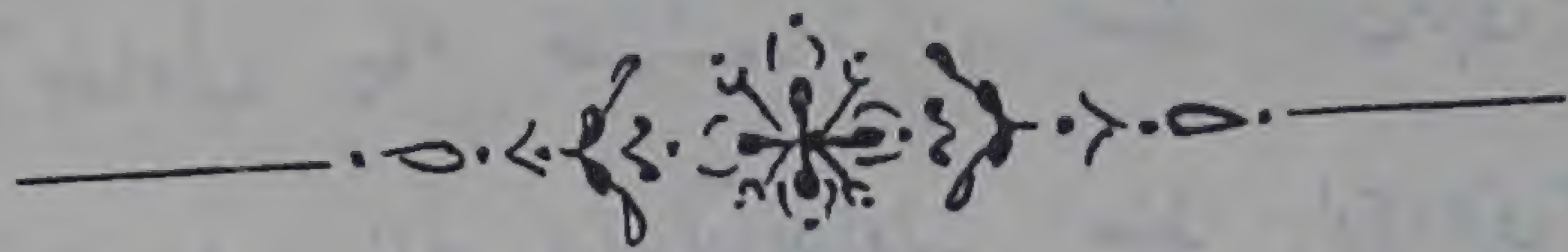
دار المصنفین سالہاسال سے جس مقدس چمن کی آبیاری مین مصروف تھا، آج اس کا آخری گلدستہ ہدیۂ ناظرین ہے، یعنی سیر الصحابہؓ کا جو عظیم الشان سلسلہ برسون سے چل رہا تھا، وہ بحمد اللہ اس جلد پر تمام ہوگیا، اس سلسلہ کے سات حصے پہلے شائع ہوچکے ہین، ایک خلفائے راشدینؓ کے حالات مین، دو مہاجرینؓ کے، دو انصارؓ کے، ایک صحابیاتؓ کے، اور ایک ان صحابہؓ کے حالات مین جو فتح مکہ کے بعد مشرف باسلام ہوئے، یا اس سے پہلے ہوچکے تھے لیکن شرف ہجرت سے محروم رہے، یا ہجرت کے کچھ قبل یا بعد پیدا ہوئے، اور عہد رسالت مین صغیر السن تھے، یہ آخری جلد بھی ایسے ہی صحابہؓ سے متعلق ہے،

اس طبقہ کے صحابہؓ کے حالات حدیث کیا عموماً طبقات کی کتابون مین بھی محض برائے نام ملتے ہین، جن سے نام ونسب اور ذکر صحابیت کے علاوہ ان کی زندگی کے اور پہلوؤن پر بہت کم روشنی پڑتی ہے، اسکی وجہ یہ ہے کہ یہ صحابہؓ ایسے وقت کے مسلمان یا پیدا شدہ ہین، جبکہ عہد رسالت اور تبلیغِ اسلام کا نازک اور ابتدائی دور جو آزمایش وامتحان کا حقیقی دور تھا، گذر چکا تھا، اس لیے انھین صحابہ کی صفِ اول مین جگہ نہ مل سکی، اس کے علاوہ تاخیر اسلام اور صغر سنی کی وجہ سے انھین فیضانِ نبوت سے استفادہ کا بھی پورا موقع نہ مل سکا، اسی لیے ان مین وہ روح پیدا نہ ہوسکی، جو مہاجرینؓ وانصارؓ کا خاص طغرائے امتیاز ہے کہ آغازِ بارانِ رحمت اور اختتام کی اُگی ہوئی فصل کی روئیدگی، نشو ونما، تر وتازگی اور رس، یا وارمین زمین وآسمان کا فرق ہوتا ہے،

یون توحجۃ الوداع مین چالیس ہزار مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھے، اس لیے وہ سب صحابی کہے جاسکتے ہین لیکن ان مین بہت کم ایسے ہین جو حقیقۃً صحابی کہلانے کے مستحق ہین، کیونکہ ان مین بڑی تعداد ان مسلمانون کی تھی جنھین حجۃ الوداع کے علاوہ اور کبھی جمال نبوت کے مشاہدہ کا بھی موقع نہین ملا، ایک معتدبہ جماعت ایسی بھی جسے صرف چند ساعتین یا زیادہ سے زیادہ چند روز شرفِ صحبت میسر آسکا، اور ان مین ایسے خوش قسمت تو بہت کم تھے جو پورے طور سے سرچشمۂ نبوت سے سیراب ہون، اسی لیے یہ لوگ رتبہ مین سابقون الاولون کے برابر نہین ہین،

بایں ہمہ اس طبقہ مین بھی کچھ خوش قسمت نفوس ایسے تھے جنھین چند مہینون سے لیکر دو ڈھائی سال تک فیضِ صحبت میسر آیا، اور اس کیمیائے سعادت نے انھین اکسیر بنا دیا بعضون کو محض چند ہی دن میسر آسکے، لیکن ذاتی صلاحیت اور پرتو نبوت نے اسی قلیل مدت مین انھیں جلا دیکر چمکا دیا کہ ارض صالح مین ابر رحمت کے ایک ہی چھینٹے سے سبزہ لہلہا اٹھتا ہے، آخر بہار کے کھلے ہوئے پھول بھی رنگ و بو مین پھول ہی ہوتے ہین، اس لیے اس طبقہ کے صحابہؓ کی کتابِ زندگی کے اوراق بھی مسلمانون کے لیے درس عمل سے خالی نہین ہین، چنانچہ اس جلد مین اس طبقہ کے ایسے اکسو پچاس صحابۂ کرامؓ کے حالات قلمبند کیے گئے ہین جن کی زندگی مین مسلمانون کے لئے کوئی نہ کوئی اسوۂ عمل موجود ہے، نیز اس لیے بھی ان کے حالات لکھنا ضروری معلوم ہوا تاکہ سلسلۂ سیر الصحابہؓ مین اخلاقی درس کیساتھ عصر صحابہ کی پوری تاریخ بھی مسلمانون کے سامنے آجائے لیکن جیسا کہ اوپر لکھا گیا ہے اس طبقہ کے صحابہؓ کے حالات بہت کم ملتے ہین، اس لیے چند کے سوا باقی اکثرون کے حالات دو چار صفحون سے زیادہ نہین ہین لیکن نگہت بیزی کیلئے مشک خالص کا ایک ذرہ بھی کافی ہوتا ہے، اور متلاشیانِ راہ حقیقت کے لیے تارون کی روشنی بھی شمعِ ہدایت کا کام دیتی ہے کہ اصحابی کالنجوم فبایھم اقتدیتم اھتدیتم

فقیر معین الدین احمد ندوی

دار المصنفین اعظم گڈھ - ۱۳ رمضان المبارک سنہ ۱۳۵۲ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۱- حضرت ابن ابی اوفیٰؓ

نام ونسب علقمہ اور عبداللہ نام، ابو معاویہ کنیت، ابن ابی اوفیٰ کے نام سے مشہور ہیں، نسب نامہ یہ ہے
علقمہ بن خالد بن حارث بن ابی اسید بن رفاعہ بن ثعلبہ بن ہوازن بن اسلم بن افصی،

اسلام وغزوات صلح حدیبیہ کے قبل مشرف باسلام ہوئے، حدیبیہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھے،
بیعتِ رضوان مین شرفِ جان نثاری حاصل کیا[1]، حدیبیہ کے بعد غزوۂ خیبر ہوا، سب سے پہلے اسی مین میدان
جنگ مین اترے[2]، پھر حنین مین دادِ شجاعت دی، ہاتھون مین کاری زخم لگا جس کا نشان مدتون باقی
رہا[3]، حنین کے بعد فتحِ مکہ مین شریک ہوئے[4]، اور اسلام کی مدافعت مین سات لڑائیون مین اون کی تلوار
بے نیام ہوئی[5] اور اس ایثار و قربانی کے ساتھ کہ بعض لڑائیون مین سدِ رمق کے لئے صرف ٹڈی کھا کر بسر کرنا پڑا[6]

کوفہ مین قیام عہد نبویؐ سے حضرت عمرؓ کے ابتدائی زمانہ تک مدینۃ الرسول مین رہے، جب کوفہ آباد
ہوا تو یہان منتقل ہو گئے، اور اپنے قبیلہ اسلم کے محلہ مین گھر بنا لیا[7]،

خارجیون کی سرکوبی خلافتِ صدیقی سے لیکر خلافت مرتضوی تک کہین ان کا پتہ نہین چلتا، اس سے

---

[1] مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۳۵۴ [2] ابن سعد ج ۴ ق ۲ ص ۳۶ [3] بخاری کتاب المغازی باب قول اللہ تعالیٰ ویوم حنین الخ [4] بخاری کتاب الصوم باب متی یحل فطر الصائم [5] مسند ابن حنبل ج ۴، ص ۳۵۳ [6] ایضاً و مسند دارمی، کتاب الصید، باب اکل الجراد [7] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۵۷۰،

معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ مین گوشہ گیر رہے، حضرت علیؓ کے دورِ خلافت مین جب خارجیون نے سر اٹھایا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق اون کے مقابلہ کو نکلے،[52] اور اپنے ساتھ اور مسلمانون کو بھی ان کے استیصال پر آمادہ کیا، اور ان کو لکھ بھیجا کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جنگ کے موقع پر فرمایا تھا کہ لوگو! دشمن سے مقابلہ کی آرزو نہ کیا کرو، اور خدا سے امن وعافیت کی دعا کیا کرو، لیکن جب مقابلہ ہو جائے تو ثابت قدم رہو، اور یقین رکھو کہ تلوارون کے سایہ کے نیچے جنت ہے"[53]

وفات | حضرت ابن ابی اوفیؓ نے کافی عمر پائی، بنی امیہ کے دور تک زندہ رہے، اخیر عمر مین آنکھون سے معذور ہو گئے تھے، اسی حالت مین ۸۶ھ اور ۸۸ھ کے درمیان وفات پائی، یہ اصحابِ نبوی مین آخری بزرگ تھے، جنھون نے کوفہ مین انتقال کیا،[53]

فضل وکمال | چونکہ اسلام کے بعد قیام مدینہ ہی مین رہا، اور بیشتر غزوات مین آنحضرت صلعم کی ہمرکابی کا شرف حاصل کرتے رہے، اس لئے اکثر احادیث نبویؐ سننے کا اتفاق ہوتا تھا، چنانچہ اون کی ۹۵ مرویات حدیث کی کتابون مین موجود ہین، جن مین سے دس متفق علیہ ہین، اور ۵ مین امام بخاری اور ایک مین امام مسلم منفرد ہین، رواۃ مین عمرو بن مرہ، طلحہ بن مطرف، عدی بن ثابت اور اعمش وغیرہ قابلِ ذکر ہین،[54]

ان کا علمی پایہ ان کے معاصرین مین مسلّم تھا، مختلف فیہ مسائل مین لوگ تحقیق کیلئے اون کی طرف رجوع کرتے تھے، ایک مرتبہ عبد اللہ بن ابی شداد اور ابو بردہ مین بیع سلم کے بارے مین اختلاف ہوا تو دونون نے فیصلہ کے لئے ان کے پاس آدمی بھیجا، انھون نے تفصیلی جواب سے ان کی تشفی

---

[51] مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۳۸۲ [52] ابوداؤد کتاب الجہاد باب کراہیۃ التمنی لقاء العدو، و بخاری کتاب الجہاد باب لاتمنوا لقاء العدو۔ [53] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۵۷۰، ۵۷۱۔ [54] تہذیب الکمال ص ۱۹۱،

کردی[1]، ایک مرتبہ بعض لوگون کو خیبر کی پیداوار کا مصرف معلوم کرنے کی ضرورت ہوئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین وہ کن مصارف مین صرف ہوتی تھی، تو اون کی طرف رجوع کیا، انھون نے بتایا کہ اس کی کوئی خاص تقسیم نہ تھی، بلکہ ہر شخص بقدر ضرورت اس مین سے لیتا تھا[2]،

دعائے نبوی | ایک مرتبہ ان کے والد کچھ صدقہ لیکر خدمتِ نبوی مین حاضر ہوئے، آپنے دعا فرمائی کہ خدایا آلِ ابی اوفی پر رحمت فرما[3]،

پاس فرمان رسول | ابن ابی اوفی کسی موقع پر بھی فرمانِ رسول سے سر مو تجاوز نہ کرتے تھے، ان کی ایک لڑکی کا انتقال ہوگیا، عورتون نے رونا پیٹنا شروع کیا، ابن ابی اوفی نے کہا بین نہ کرو رسول اللہ صلعم نے بین سے منع فرمایا ہے، البتہ آنسو بہا سکتی ہو، اس کے بعد مسنون طریقہ سے نماز جنازہ پڑھاکر فرمایا، جنازہ مین رسول اللہ صلعم ایسا ہی کرتے تھے[4]،

حضرت اسماء بن حارثہ اسلمیؓ

نام و نسب | اسماء نام، ابو محمد کنیت، نسب نامہ یہ ہے، اسماء بن حارثہ بن عبداللہ بن غیاث بن سعد بن عمرو بن عامر بن ثعلبہ بن مالک بن افصی اسلمی.

اسلام | فتح مکہ سے پہلے مشرف باسلام ہوئے، ان کا قبیلہ مدینہ سے کچھ فاصلہ پر رہتا تھا لیکن یہ خود مدینہ مین رہتے تھے، یہ ان تنگ حال اور صاحبِ احتیاج صحابہ مین تھے، جن کا سہارا رحمۃ للعالمین کے سوا کوئی نہ تھا، چنانچہ آپ نے انھین اصحابِ صفہ کے زمرہ مین داخل فرماکر ان کے معاش کا انتظام فرمادیا تھا[5]،

اس لئے یہ شب و روز آستانِ نبوی پر پڑے رہتے تھے، رسول اللہ صلعم کی خدمت گذاری

[1] مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۳۵۴. [2] ایضاً صفحہ ۳۵۵. [3] ایضاً. [4] ایضاً ص ۳۵۶. [5] ابن سعد ج ۴ ق ۲ ص ۵،

ان کا مشغلۂ حیات تھا، حضرت ابوہریرہؓ جو کاشانۂ نبوی کے بڑے حاضرباش تھے، فرماتے تھے کہ ہند اور اسماء، حارثہ کے لڑکے رسول اللہ صلعم کے خادم تھے، ہر وقت آپ کے آستانہ پر حاضر رہتے تھے، اور آپ کی خدمت گذاری میں زندگی بسر کرتے تھے[1]

ان کے قبیلہ بنی اسلم میں انہی کے ذریعہ سے مذہبی احکام بھیجے جاتے تھے، چنانچہ عاشورہ کے روزہ کا حکم بھی یہی لے کر گئے تھے[2]

وفات امیر معاویہ کے عہد میں بصرہ میں وفات پائی[3]

۳ حضرت اسیرؓ

ان کے بارہ میں صرف اس قدر معلوم ہے کہ آنحضرت صلعم کے صحابی تھے، مگر اس گمنامی کے باوجود ان کی زندگی سبق سے خالی نہیں ہے، امتِ اسلامیہ کے اتحاد و اتفاق کو سب سے زیادہ قیمتی سمجھتے تھے اور اختلافات اور تفریق سے بچنے کے لئے ناگوار امور بھی انگیز کر لیتے تھے، یزید کے زمانہ میں زندہ تھے، اور امت کے اتحاد و اتفاق کے خاطر یزید کی نااہلیت کو مانتے ہوئے اس کی بیعت میں مضائقہ نہ سمجھتے تھے، اسی زمانہ میں کچھ لوگ ان کے پاس آئے، انھوں نے ان سے کہا، لوگ کہتے ہیں کہ یزید اس امت کا بہتر شخص نہیں ہے، عقل و فراست سے بھی خالی ہے، شرافت کے لحاظ سے بھی وہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا، میں ان تمام باتوں کو مانتا ہوں، لیکن مجھکو رسول اللہ صلعم کی امت کے تشتت و افتراق کے مقابلہ میں اس کا اتحاد و اتفاق زیادہ عزیز ہے، اگر تمام امتِ محمدی ایک دروازہ میں داخل ہوجائے، تو کیا اس میں ایک شخص کی گنجایش نہیں نہ رہے گی، لوگوں نے کہا کیوں نہیں، پھر پوچھا اگر امتِ مسلمہ کا ہر شخص یہ عہد کرلے کہ میں اپنے بھائی کا خون نہ بہاؤں گا، اور اس کے مال

---

[1] اصابہ ج اول ص ۳۰۸ [2] ابن سعد ج ۴ ص ۔ [3] ایضاً،

دست درازی نہ کرون گا، توکیا اس کا یہ عہد حق بجانب نہ ہوگا، لوگون نے جواب دیا ضرور ہوگا، فرمایا مین بس یہی توکہتا ہون،

پھر آنحضرت صلعم کا یہ فرمان سنایا کہ "حیا ہر حالت مین بہتر ہے"، ایک شخص نے کہا مین نے لقمان کے قصص مین دیکھا ہے کہ بعض حیا کمزوری ہوتی ہے، اور بعض حیا وقار، قولِ رسول کے مقابلہ مین لقمان کا قول سنکر سخت برہم ہوگیے، فرطِ غضب مین ہاتھ تھرتھرانے لگا، اور اس شخص سے کہا تم میرے گھر سے نکل جاؤ، تم کو یہان کس نے بلایا تھا، ایک شخص نے کسی طرح ان کا غصہ ٹھنڈا کیا[1]،

۴ حضرت اسودؓ بن سریع

نام ونسب اسود نام، ابوعبداللہ کنیت، نسب نامہ یہ ہے، اسود بن سریع بن حمیر بن عبادہ بن نزال بن مرہ بن منقاعس بن عمرو بن کعب بن سعد بن زید مناۃ بن تمیم تمیمی،

اسلام اور غزوات: فتح مکہ کے بعد اسلام لائے، قبولِ اسلام کے بعد متعدد غزوات مین آنحضرت صلعم کا شرف ہمرکابی حاصل کیا، چنانچہ حنین مین ساتھ تھے، ان کا بیان ہے کہ مین چار غزوون مین رسول اللہ صلعم کے ساتھ تھا، کسی غزوہ مین بعض لوگون نے بچون کو قتل کردیا، آنحضرت صلعم کو اس کی خبر ہوئی، توآپ نے فرمایا لوگون کو کیا ہوگیا ہے، جو لڑائی مین بے گناہ بچون اور جنگجوون مین امتیاز نہین کرتے کسی نے عرض کیا، یا رسول اللہ کیا بچہ مشرک نہین ہے، فرمایا اس طرح تو تمھارے بہترین لوگ بھی مشرک بچے ہین، لڑکے دین فطرت پر پیدا ہوئے ہین، اور اس وقت تک اس دین پر رہتے ہین جب تک ان کی بولی نہین پھوٹتی، اس کے بعد ان کے والدین انھین یہودی یا نصرانی بناتے ہین[2]،

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۷، ق اول ص ۴۷ [2] مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۲۴،

بصرہ کا قیام اور وفات | حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد بال بچوں کو لیکر بصرہ چلے گئے، اور یہین اقامت اختیار کر لی[۱]، جامع بصرہ کے قریب مکان تھا جہان وہ فرائض قضا، انجام دیتے تھے، یہین سنہ ھ مین وفات پائی[۲]،

فضل وکمال | فضل وکمال کے لئے یہ سند کافی ہے کہ جامع بصرہ مین قاضی تھے، آٹھ حدیثین بھی ان سے مروی ہین، شاعری مین ممتاز شخصیت رکھتے تھے[۳]،

کبھی کبھی دربار رسالت مین حمد ونعت کی نذر پیش کرتے تھے، ایک مرتبہ قبول اسلام کے ابتدائی زمانہ مین حمد ونعت کہہ کر لائے اور عرض کی، یا رسول اللہ خدا کی حمد اور حضور کی مدح مین کچھ اشعار عرض کئے ہین، فرمایا میری مدح سنانے کی ضرورت نہین، البتہ خدا کی حمد سناؤ، چنانچہ انھون نے حمد سنانی شروع کی، اس درمیان مین ایک کشیدہ قامت آدمی آگیا اسے دیکھکر آنحضرت صلعم نے انھین روک دیا، اس کے واپس جانے کے بعد پھر سننے لگے، دوبارہ پھر وہ شخص آیا، پھر آپ نے اسودؓ کو خاموش کر دیا، اس کے واپس جانے کے بعد اسود نے پوچھا یا رسول اللہ یہ کون شخص ہے، جس کے آنے پر آپ روک دیتے ہین اور وہ چلے جانے کے بعد پھر سنتے ہیں، فرمایا یہ عمر بن الخطابؓ ہین، ان کو باطل اشیاء سے کسی قسم کا لگاؤ نہین[۴]،

---

[۱] تہذیب التہذیب ج اول تذکرہ اسودؓ،

[۲] اصابہ ج اول تذکرہ اسودؓ، [۳] تہذیب الکمال ص ۳۷

[۴] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۶۱۵، اس سے مراد شاعری ہے ورنہ حمد اس سے مستثنیٰ ہے،

۵۔ حضرت اقرع بن حابسؓ

نام ونسب فراس نام، اقرع لقب، نسب نامہ یہ ہے، اقرع بن حابس بن عبقان بن محمد بن سفیان ابن مجاشع بن دارم بن مالک بن حنظلہ بن مالک بن زید مناۃ بن تمیم تمیمی، زمانۂ جاہلیت مین شرفائے بنی تمیم مین تھے، اسلام کے بعد بھی یہ اعزاز قائم رہا،

اسلام سے پہلے اقرع باضابطہ اسلام قبول کرنے کے بہت پہلے سے اسلام سے متاثر تھے، چنانچہ فتح مکہ، حنین اور طائف مین کفر کی حالت مین آنحضرت صلعم کے ساتھ تھے،[1]

مجلس مفاخرہ فتحِ مکہ کے بعد جب رؤسائے تمیم مدینہ آئے تو اقرع بھی ساتھ تھے، رؤسائے عرب کی طرح بنی تمیم کے عمائد مین بھی عالی نسبی کا بڑا غرور اور دولت کا بڑا نشہ تھا، فخر و تعلی کی مجلسین ہوتی تھین جنمین روسا و عمائد اپنے اپنے فخریہ سناتے تھے، مدینہ آئے تو یہ تمام لوازم ساتھ تھے، کاشانۂ نبوی پر پہنچکر ارکانِ وفد نے آواز دی "محمدؐ باہر نکلو" آپ کو ناگوار ہوا تاہم حجرۂ اقدس سے باہر تشریف لائے، رؤسائے تمیم نے کہا ہم لوگ فخاری کے لئے آئے ہین، اجازت دو کہ ہمارے شعرا، بلغا، اپنی سحر بیانی کے جوہر دکھائین ابن ہشام کی روایت ہے کہ آپ نے اون کی درخواست قبول کرلی، لیکن صاحبِ اسد الغابہ لکھتے ہین کہ آپنے فرمایا مین شعر بازی اور فخاری کے لئے نہین مبعوث ہوا ہون، لیکن اگر تم اسی کے لئے آئے ہو تو ہم بھی اس سے باہر نہین ہین، اجازت ملنے کے بعد عطارد بن حاجب کھڑے ہوئے اور نہایت فخر و مباہات کے ساتھ بنی تمیم کے تمول، ثروت، اثر و اقتدار، عالی نسبی، شجاعت و بہادری اور مہمان نوازی کی جاہلانہ داستان سنائی، ان کی تقریر ختم ہونے کے بعد مسلمانون کی جانب سے جواب

[1] اسد الغابہ ج اول ص ۱۱۹،

کے لئے حضرت ثابت بن قیسؓ کھڑے ہوئے، لیکن یہ جواب کیا تھا؟ مال و ثروت کی فخاری نہ تھی، عالی نسبی کا غرور نہ تھا، شجاعت اور بہادری کی داستان سرائی نہ تھی، بلکہ آنحضرت صلعم کی بعثت، قرآن کا نزول، اسلام کی تبلیغ، انصار کی حمایت، اور اعلاے کلمۃ اللہ کی تاریخ، اور اسلام کی دعوت تھی، ثابت کے بعد بنی تمیم کے معزز رکن زبرقان بن بدر اٹھے، اور اسی جاہلیت کی غرور آمیز داستان کو اشعار میں دہرایا، ان کے مقابلہ میں دربارِ رسالت کے ملک الشعراء اور طوطیِ اسلام حضرت حسان بن ثابتؓ کو جواب کا حکم ہوا، انھون نے جواب دیا،

اسلام روساے بنی تمیم کی فخاری اور مسلمانون کے تبلیغی جواب کا یہ اثر ہوا کہ بنی تمیم کے معزز رکن اقرع بن حابسؓ نے اٹھکر اپنے ارکان سے کہا: "محمدؐ کے خطیب ہمارے خطیبون اور ان کے شعراء ہمارے شعرا سے زیادہ بہتر ہین، ان کی آوازین ہماری آوازون سے زیادہ شیرین اور دلآویز ہین"[1] میں شہادت دیتا ہون کہ خدا کے علاوہ کوئی معبود نہین، آپ خدا کے رسول ہین، اس کے قبل جو کچھ ہو چکا وہ آپ کو کوئی نقصان نہین پہنچا سکتا[2]، قبول اسلام کے بعد انھین کسی غزوہ مین شرکت کا موقع نہین ملا، مگر آنحضرت صلعم نے بعض سرایا کے مال غنیمت مین انکا حصہ بھی لگایا، چنانچہ حجۃ الوداع کے قبل جو سریہ بھیجا تھا، اس کے مال غنیمت مین سے تھوڑا سا سونا انھین عطا فرمایا[3]،

عہد خلفاء عہد نبوی مین اقرع غزوات مین نہ شریک ہو سکے تھے خلفاء کے زمانہ مین اس کی تلافی کی کوشش کی، عہد صدیقی مین یمامہ کی مشہور جنگ مین حضرت خالد بن ولیدؓ کے ساتھ تھے، پھر عراق کی فوج کشی مین بھی ان کے ساتھ نکلے اور انبار کی فتوحات مین شریک ہوے،

[1] سیرۃ ابن ہشام ج ۲ ذکر قدوم وفد تمیم و نزول سورۂ حجرات مین یہ واقعات نہایت مفصل ہین، ہم نے صرف ان کا خلاصہ نقل کیا ہے [2] اسد الغابہ ج اول ص ۱۲۰ [3] بخاری کتاب المغازی باب بعث علی بن ابی طالب وخالد بن ولید الی الیمن،

دومۃ الجندل کے معرکہ مین شرجبیل بن حسنہ کے ساتھ تھے[1]، حضرت عثمانؓ کے زمانہ مین بعض معرکہ کے قرع کی امارت مین سرہوئے، عبداللہ بن عامرؓ والی خراسان نے انھین خراسان کے ایک حصہ پر مامور کیا تھا، چنانچہ جوزجان ان ہی کی قیادت مین فتح ہوا[2]،

شہادت | حافظ ابن حجر کے بیان کے مطابق اسی غزوہ مین شہید ہوئے[3]۔

حضرت امرؤالقیسؓ

نام ونسب | امرؤالقیس نام، باپ کا نام عابس تھا، نسب نامہ یہ ہے امرؤالقیس بن عابس بن منذر بن امرؤالقیس بن سمط بن عمرو بن معاویہ بن حارث الاکبر بن معاویہ بن ثور بن مرتع بن معاویہ ابن حارث کندی،

اسلام | سنہ ھ مین کندہ (حضر موت) کے وفد کے ساتھ مدینہ آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست حق پرست پر مشرف باسلام ہوئے، قبول اسلام کے بعد پھر وطن واپس چلے گئے،

فتنہ ارتداد کے تدارک مین سعی بلیغ، | حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ مین جب عرب کے قبائل مین ارتداد کی وبا پھیلی تو امرؤالقیسؓ کا پورا قبیلہ مرتد ہوگیا، لیکن ان کے پائے ایمان مین لغزش نہ آئی، اور انھون نے اپنے قبیلہ کو دوبارہ دائرۂ اسلام مین واپس لانے کی پوری کوشش کی اور اسکے لئے افہام وتفہیم، زجروتوبیخ وغیرہ تمام امکانی ذرائع صرف کردیے، کندہ کے رئیس اشعث بن قیس بھی جو حضرت حسنؓ کے خسر تھے، مرتد ہوگئے تھے، امرؤالقیس نے انھین بہت سمجھایا کہ اس فتنہ سے خدا ابوبکرؓ کو کوئی نقصان نہین پہنچائیگا، مخالفون کو ناکامی ہوگی، اور ان کا سر قلم کردیا جائیگا، تم اپنے اوپر رحم کرو، اور اس فتنہ سے بچو، اگر تم اس کار خیر کی طرف قدم بڑھاؤگے، توسب تمھاری

---

[1] اصابہ ج اول صفحہ ۵۹ [2] فتوح البلدان بلاذری، ص ۴۱۴، [3] اصابہ ج اول ص ۱۵۱

پیروی کرین گے اور اگر پیچھے رہو گے تو ان مین اختلاف پیدا ہوگا، اشعث نے جواب دیا، عرب اپنے آبائی مذہب پر لوٹ رہا ہے، امرؤ القیس نے کہا خیر تو تم کو بہت جلد اس کا تجربہ ہو جائیگا، رسول اللہ صلعم کے عمال تم کو کبھی ارتداد کی حالت مین نہین چھوڑ سکتے[1]،

ارباب سیر لکھتے ہین، کان لہ عناء وتعب فی الردۃ یعنی فتنہ ارتداد کے فرو کرنے مین انھون نے بڑی ان تھک کوشش کی، ان کی مخلصانہ کوششین بار آور ہوئین اور کندہ کے بہت سے گھرانے ارتداد سے بچ گئے، اور انھون نے حضرت ابوبکرؓ کو ان اشعار مین اس کی اطلاع بھیجی[2]،

الا بلغ ابابکر رسولا ... وبلغہا جمیع المسلمینا

فلیس مجاورا بیتی بیوتا ... بما قال النبی مکذبینا

الحب فی اللہ والبغض فی اللہ

امرؤ القیسؓ کا دل جوش ایمانی سے اس قدر معمور تھا کہ ارتداد کے سلسلہ مین انھون نے اپنے خاص اعزہ کی محبت بھی دل سے نکال دی تھی، اور ان کی تلوار ان کے مرتد اعزہ کے مقابلہ مین بھی بے نیام ہوئی، فتنہ ارتداد فرو ہونے کے بعد جو باغی مرتد قتل کرنے کے لئے لائے گئے ان مین امرء القیس کے چچا بھی تھے، امرؤ القیس خود انھین قتل کرنے کے لئے بڑھے، چچا نے کہا کیا تم چچا کو بھی قتل کرو گے؟ امرؤ القیسؓ نے کہا بیشک آپ مرے چچا ہین، لیکن اللہ عزوجل میرا رب ہے[3]،

دین کے لئے دنیا سے دست برداری

انسان کے لئے سب سے بڑی آزمایش مال و دولت ہے، امرؤ القیسؓ نے آخرت کے مقابلہ مین کبھی دنیاوی مال ومتاع پروانہ کی، ایک مرتبہ ان مین اور ربیعہ بن عبدان حضرمی مین ایک زمین کے بارہ مین تنازعہ ہوگیا، آنحضرت صلعم کے سامنے مقدمہ پیش ہوا، ربیعہ مدعی تھے، آنحضرت صلعم نے فرمایا تم ثبوت پیش کرو، ورنہ امرؤ القیس سے قسم لے کر ان کے موافق فیصلہ کر دیا جائیگا، ربیعہ نے کہا اگر وہ قسم کھا جائینگے تو میری زمین مفت مین چلی جائیگی، آنحضرت صلعم نے فرمایا جو شخص اس نیت سے قسم کھائیگا

[1] ابن عساکر ج ۳ ص ۱۱۲ بحوالہ ابن سعد۔ [2] اصابہ ج اول ص ۶۷۔ [3] استیعاب ج اول ص ۴۹،

کہ اس سے مالی منفعت حاصل کرے، تو وہ خدا سے اس حالت مین ملے گا کہ خدا اوس سے ناراض ہوگا، اقرفا
نے عرض کی یا رسول اللہ جو شخص اپنا حق سمجھتے ہوے اس سے دست بردار ہوجائے، اس کو کیا
اجر ملے گا فرمایا جنت، عرض کی تو مین اس زمین سے ان کے حق مین دست بردار ہوتا ہون[1]

حضرت انیسؓ بن ابی مرثد غنوی

نام ونسب، انیس نام، ابو یزید کنیت، نسب نامہ یہ ہے، انیس بن ابو مرثد (کناز) بن حصین بن پر یوع ابن جھنیہ، بن سعد بن طریف بن خرشہ بن علبید بن سعد بن عوف بن کعب بن حلان بن غنم ابن یحییٰ بن اعصر بن سعد بن قیس بن عیلان بن مضر مضری، ان کے والد حضرت ابو مرثدؓ صحابی تھے بعض روایتون سے معلوم ہوتا ہے کہ انصار کے حلیف تھے، لیکن صحیح یہ ہے کہ ان کے داد حضرت حمزہؓ کے حلیف تھے،[2]

اسلام وغزوات، فتح مکہ کے پہلے مشرف باسلام ہوے، فتح مکہ حنین اور اوطاس کے غزوون مین آنحضرت صلعم کے ہمرکاب تھے، اوطاس مین جاسوسی کی خدمت سپرد تھی،[3] کبھی کبھی آنحضرت صلعم اجراے حدود کی خدمت پر مامور فرماتے تھے،[4] ایک مرتبہ ایک عورت زنا کے الزام مین ماخوذ ہوئی، آنحضرت صلعم نے انیس کو حکم دیا کہ جا کر اس سے دریافت کر و اگر اقرار کرے تو حد جاری کردو،[5]

وفات، ربیع الاول سنہ ۲۰ھ مین وفات پائی،[6]

حضرت اہبان بن صیفیؓ

نام ونسب، اہبان نام، ابو مسلم کنیت، قبیلہ غفار سے نسبی تعلق تھا،

---

[1] اسد الغابہ ج ۵ ص ۱۱۵، [2] اسد الغابہ ج اول تذکرہ انیسؓ، [3] استیعاب ج اول ص ۳۰، [4] ایضاً [5] اسد الغابہ ج اول ص ۳۰[6]

اسلام | ان کے اسلام کا زمانہ متعین طور سے نہین بتایا جا سکتا، قیاس یہ ہے کہ اپنے قبیلہ بنی غفار کے ساتھ فتح مکہ سے کچھ قبل یا بعد مشرف باسلام ہوئے ہونگے،

خانہ جنگی سے کنارکشی | عہدِ رسالت اور اس کے بعد کسی غزوہ اور جنگ وغیرہ مین نظر نہین آتے بصرہ آباد ہونے کے بعد یہان مستقل سکونت اختیار کر لی تھی، خانہ جنگی کے زمانہ مین کوفہ و بصرہ شر و فتن کے مرکز تھے مگر اہبان اس سے کنارہ کش رہے، حضرت علیؓ نے ان سے اپنی حمایت مین نکلنے کے لئے کہا انھون نے جواب دیا کہ میرے دوست اور تمھارے ابن عم نے مجھ سے وعدہ لیا تھا کہ "جب دو مسلم فریق مین جنگ ہو تو مین لکڑی کی تلوار بنا لون" حضرت علیؓ نے یہ جواب سنکر پھر کچھ نہین فرمایا،[1]

وفات | بصرہ ہی مین وفات پائی،[2]

فضل وکمال | ان کی علمی حیثیت قابلِ ذکر نہین ہے، تاہم اُن سے زہدم بن حارث وغیرہ نے روایت کی ہے،[3]

حضرت ایمن بن خریمؓ

نام ونسب | ایمن نام، باپ کا نام خریم تھا، نسب نامہ یہ ہے، ایمن بن خریم بن فاتک بن اخرم بن شداد بن عمرو بن فاتک بن قلیب بن عمرو بن اسعد بن جزیمہ اسدی،

اسلام | ایمن کے والد حضرت خریمؓ بدری صحابی تھے، لیکن ایمن فتحِ مکہ کے زمانہ مین اسلام لائے، اس وقت سبزہ آغاز تھا،[1]

ایمن عہدِ رسالت مین کم سن تھے، اور اس کے بعد بہت دنون تک زندہ رہے، عبدالملک کے

---

[1] تاریخ صغیر امام بخاری ص ۶۴، [2] اصابہ ج اول ص ۸۰،

[3] تہذیب الکمال ص ۳۸،

زمانہ تک ان کا پتہ چلتا ہے، اس کے دربار مین آمد و رفت رہتی تھی، اس طویل زمانہ مین بڑے بڑے انقلابات ہوئے، مسلمانون کے خون کی ندیان بہ گیئن، لیکن ایمن کے ہاتھون سے کسی مسلمان کے خون کا ایک قطرہ نہین گرا، وہ اس قسم کے موقعون پر برابر مسلمانون کو ملامت کرتے رہے، حضرت عثمان رضؓ کی شہادت پر اس شعر مین اپنی بیزاری کا اظہار کیا، [۱]

ان الذین تولوا قتلہ سفہاً　　　لقوا اثاماً وخسراناً وما رنجوا

جو لوگ نادانی کیوجہ سے عثمان کے قتل کے مرتکب ہوئے انھون نے گناہ اور خسران کے سوا کوئی فائدہ نہین اٹھایا،

مروان سے ذاتی مراسم تھے، مگر اس کی خواہش کے باوجود ایمن نے اس کے زمانہ کی لڑائیون مین کوئی حصہ نہ لیا ضحاک بن قیس سے جنگ کے زمانہ مین مروان نے کہلا بھیجا کہ ہماری خواہش ہے کہ تم بھی ہمارے ساتھ شریکِ جنگ ہو، انھون نے جوابدیا کہ میرے باپ اور چچا بدری صحابی تھے، انھون نے مجھ سے عہد لیا تھا کہ مین کسی ایسے شخص سے جو لا الہ الا اللہ کہتا ہو نہ لڑون، اگر تم آتشِ دوزخ سے برائت کی سند لادو تو البتہ مین تمھارے ساتھ جنگ مین شریک ہو جاونگا، یہ جواب سنکر مروان نے ان کو برا بھلا کہا اس کے جواب مین ایمن نے یہ اشعار پڑھے، [۲]

ولست مقاتلا رجلا یصلی　　　علی سلطان اٰخر من قریش

کسی قریشی کے دبدبۂ حکومت کے لئے کسی نمازی مسلمان سے جنگ کرنے والا نہین ہون،

لہ سلطانہ و علی اثمی　　　معاذ اللہ من سفہ وطیش

اسے تو دبدبۂ حکومت حاصل ہوگی اور مجھے گناہ ملیگا، ایسی بے عقلی اور طیش سے خدا کی پناہ ہے،

أاقتل مسلما فی غیر جرم　　　فلست بنافعی ماعشت عیشی

کیا مین کسی مسلمان کو بے خطا قتل کردن، اگر ایسا کرون تو میری زندگی مجھے کوئی نفع نہین پہنچا سکتی،

---

[۱] اصابہ ج اول ص ۹۴،

عام حالات | اموی خلفاء کے ساتھ اون کے بڑے مراسم تھے اور ان کے دربار مین بہت کثرت سے
آیا جایا کرتے تھے اس رسم وراہ کی وجہ سے خلیل الخلفا کہلاتے تھے، شاعر بھی تھے مگر وہی شاعری جس کا
نمونہ اوپر نقل ہوا[۱]، ان سے دو حدیثین مروی ہین[۲]،

حضرت بدیل بن ورقاؓ

نام ونسب، | بدیل نام، باپ کا نام ورقار تھا، نسب نامہ یہ ہے، بدیل بن ورقار بن عمرو بن ربیعہ بن عبد العزی
بن ربیعہ بن جری بن عامر بن مازن خزاعی،

ان کا قبیلہ بنی خزاعہ صلح حدیبیہ کے زمانہ مین مسلمانون کا حلیف ہو گیا تھا، ۶ھ مین جب
آنحضرت صلعم عمرہ کے قصد سے مکہ تشریف لے گئے تو حدیبیہ کے مقام پر قریش کی مزاحمت کے
ارادہ کی خبر ان ہی نے دی تھی،

جن اسباب کی بنا پر آنحضرت صلعم نے مکہ پر حملہ کیا تھا ان مین سے ایک سبب بدیل کے قبیلہ
کی حمایت بھی تھا، بنو خزاعہ مسلمانون کے حلیف تھے اس لئے از روے معاہدۂ حدیبیہ قریش اور ان کے
حلیف، بنی خزاعہ پر کسی قسم کی زیادتی نہین کر سکتے تھے، لیکن اس معاہدہ کے خلاف قریش کے حلیف
بنی بکر، بنی خزاعہ پر مظالم کرتے تھے، فتح مکہ کے قبل بدیلؓ آنحضرت صلعم کے پاس ان زیادتیون کی شکایت
لے کر گئے، دوسری طرف سے قریش نے ابو سفیان کو آنحضرت صلعم کے پاس بھیجا تاکہ وہ آپ سے گفتگو کرکے
معاہدہ کی تجدید کرائین اور بنی خزاعہ پر بنی بکر کی زیادتیون کا کوئی برا نتیجہ نہ نکلے، ادھر سے ابو سفیان
جا رہے تھے ادھر سے بدیل واپس ہو رہے تھے، راستہ مین دونون کی ملاقات ہوئی، ابو سفیان کو
شبہہ ہوا کہ بدیلؓ رسول اللہ صلعم کے پاس شکایتین لیکر گئے تھے، انھون نے ان سے پوچھا، کہان سے

[۱] اصابہ ج اول ص ۴۹ [۲] تہذیب الکمال ص ۴۲ [۳] بخاری کتاب الشروط فی الجہاد والمصالحۃ مع اہل الحرب

آ رہے ہو؟ بدیل رضؓ نے کہا وادی اور ساحل کی طرف سے بنی خزاعہ کی سمت گیا ہوا تھا، پھر تصریح سے پوچھا
محمد صلعم کے پاس سے تو نہیں آ رہے ہو؟ بدیل نے کہا نہیں، اس سوال و جواب کے بعد دونوں نے اپنا اپنا
راستہ لیا، لیکن بدیل کے جواب پر ابوسفیان کا شبہہ دور نہیں ہوا، ان کو قرائن سے یقین ہو گیا کہ ہو نہ ہو
بدیل مدینہ ہی گئے تھے، نہایت تیزی سے مدینہ پہنچے، اور حضرت ابوبکرؓ، عمرؓ، علیؓ اور فاطمہ زہراؓ کو بیچ میں
ڈالکر معاملات کا تصفیہ کرنا چاہا، لیکن ان بزرگوں نے درمیان میں پڑنے سے انکار کر دیا، اور
ابوسفیان ناکام لوٹ گئے،[1]

اسلام | فتح مکہ کے بعد بدیل مشرف باسلام ہوئے، بعض ارباب سیر ان کے اسلام کا زمانہ فتح مکہ سے
پہلے بتاتے ہیں، لیکن یہ صحیح نہیں ہے، ان کو آنحضرت صلعم کے پاس بدیل کی آمد و رفت کے واقعات
سے التباس ہوا ہے، لیکن یہ آمد و رفت اسلام کی وجہ سے نہ تھی، بلکہ معاہدہ کی وجہ سے تھی، قبول اسلام
کے وقت بدیل کی عمر ۹۷ سال کی تھی، مگر داڑھی کے سب بال سیاہ تھے، آنحضرت صلعم نے پوچھا
عمر کیا ہے، عرض کی، ۹۷ برس، فرمایا خدا تمہارے جمال اور بالوں کی سیاہی میں اور ترقی دے،[2]

بدیل رضؓ کے قبول اسلام کے بعد وہی قریش جو اُن کے قبیلہ کے درپے آزار رہتے تھے ان کے
گھر اور ان کے غلام رافع کی پناہ لینے پر مجبور ہوئے،

غزوات، | فتح مکہ کے بعد، حنین، طائف اور تبوک تمام غزوات میں شریک ہوئے، حنین میں مال غنیمت
اور مشرک قیدیوں کی نگرانی ان کے سپرد تھی،[3]

حجۃ الوداع | حجۃ الوداع میں ہمرکاب تھے، اور منیٰ میں اعلان کرتے پھرتے تھے کہ رسول اللہ صلعم
نے آج کے روزہ سے منع فرمایا ہے،[4]

وفات۔ | عمر کافی پا چکے تھے، اس لئے آنحضرت صلعم کی حیات ہی میں انتقال ہو گیا،[5]

---

[1] سیرۃ ابن ہشام ج ۲ ص ۲۲۴ تا ۲۲۹ ملخصاً، [2] اصابہ ج اول ص ۱۴۶، واسد الغابہ ج اول ص ۱۷۰، [3] اصابہ ج اول ص ۱۴۶

آثار نبوی سے برکت اندوزی، آثار نبوی سے نہایت گہری عقیدت رکھتے تھے، کسی موقعہ پر آنحضرت صلعم نے ان کو ایک خط لکھا تھا، اس کو نہایت عزیز رکھتے تھے، اور انتقال کے وقت اپنے صاحبزادے کو یہ خط دیکر وصیت کرتے گئے کہ جب تک یہ نوشتۂ رسول تمھارے پاس رہے گا تم لوگ خیر و برکت میں رہو گے [۱]

۱۱- حضرت بسر بن سفیانؓ

نام و نسب بسر نام، باپ کا نام سفیان تھا، نسب نامہ یہ ہے، بسر بن سفیان بن عمرو بن عویمر ابن صرمہ بن عبد اللہ بن ضمیر بن حبشہ بن سلول بن کعب بن عمرو بن ربیعہ خزاعی، بسر اپنے قبیلہ کے معزز اور معتمد شخص تھے،

اسلام آنحضرت صلعم نے جب شرفا و عمائد کے پاس دعوت اسلام کے خطوط بھیجے [۲] تو ایک تحریر بسر کے نام بھی بھیجی ان کا دل عناد اور سرکشی سے پاک تھا، صرف تحریک کی دیر تھی چنانچہ اسی دعوت پر سنہ ۶ھ میں مشرف باسلام ہو گئے، [۳]

اسی سنہ میں آنحضرت صلعم کے ساتھ عمرہ کے لئے نکلے، مکہ کے قریب پہنچنے کے بعد قریش کی جانب سے طرح طرح کی خبریں اڑ رہی تھیں، ایک خبر یہ بھی تھی کہ وہ آنحضرت صلعم کو روکیں گے، ان افواہوں کی تحقیقات بسر کے سپرد ہوئی، انھوں نے تحقیقات کرکے مقام عسفان میں آپ کو اطلاع دی کہ قریش آپ کی آمد کی خبر سنکر مقابلہ کے لئے نکلے ہیں، [۴] اس کے بعد اس سفر کے تمام مراحل بیعت رضوان اور صلح حدیبیہ وغیرہ میں شریک رہے، اس سے زیادہ حالات معلوم نہیں

---

[۱] اسد الغابہ ج اول ص ۱۸۱، [۲] استیعاب ج اول ص ۶۷ [۳] ایضاً و اصابہ ج اول ص ۱۵۲، [۴] ابن سعد ج ۴ ق ۲ ص ۳۲

۱۲۔حضرت تمیم رضہ بن اسد بن عبد العزیٰ

نام ونسب | تمیم نام، باپ کا نام اسد، نسب نامہ یہ ہے، تمیم بن اسد بن عبد العزی بن جعونہ بن عمرو بن قین بن رزاح بن عمرو بن سعد بن کعب بن سعد بن عمرو خزاعی،

اسلام | فتح مکہ کے قبل مشرف باسلام ہوئے[۱]، فتح مکہ مین آنحضرت صلعم کے ساتھ تھے، تطہیر حرم کا اپنی آنکھون سے مشاہدہ کیا، چنانچہ روایت کرتے ہین کہ فتح مکہ کے دن جب آنحضرت صلعم مکہ مین داخل ہوئے، تو خانہ کعبہ کے گرد تین سو سے اوپر بت رانگے سے جڑے ہوے نصب تھے آپ جاء الحق وزھق الباطل پڑھ پڑھ کے بتون کی طرف اشارہ کرتے جاتے تھے اور بت گرتے جاتے تھے[۲]، اس سلسلہ مین انصاب حرم کی تجدید پر مامور ہوئے تھے[۳]،

۱۳۔حضرت تمیم رضہ بن ربیعہ

نام ونسب | تمیم نام، باپ کا نام ربیعہ تھا، نسب نامہ یہ ہے، تمیم بن ربیعہ بن عوف بن جرار بن یربوع بن طحبل بن عدی بن ربعہ بن رشدان بن قیس بن جہینہ جہنی،

تمیم ان خوش نصیب بزرگون مین ہین جنھون نے اس وقت اسلام کی دعوت پر لبیک کہا، جب اس کا جواب زبان کے بجائے نوک سنان سے ملتا تھا، اسلام کے بعد سب سے اول حدیبیہ مین شریک ہوئے اور بیعت رضوان کا شرف حاصل کیا[۴]، اس سے زیادہ حالات معلوم نہین،

---

[۱] ابن سعد ج ۴ ق ۲ ص ۳۲ [۲] اسد الغابہ ج اول ۲۱۷ [۳] ابن سعد حوالہ مذکور، [۴] ابن سعد ج ۴ ق ۲ ص ۷۷،

۱۴۔ حضرت ثمامہ بن آثال رضؓ

نام و نسب | ثمامہ نام، ابو امامہ کنیت، نسب نامہ یہ ہے، ثمامہ بن آثال بن نعمان بن سلمہ بن عتبہ ابن ثعلبہ بن یربوع بن ثعلبہ بن دؤل بن حنفیہ حنفی یمامی، ثمامہ یمامہ کے سرداروں مین تھے،

اسلام | فتح مکہ کے کچھ دنون پہلے آنحضرت صلعم نے یمامہ کی طرف ایک مختصر سریہ جس مین چند سوار تھے بھیجا تھا، ان لوگون نے لوٹتے وقت ثمامہ کو گرفتار کر لیا اور وہ لاکر مسجد نبویؐ کے ستون مین باندھ دیئے گئے، آنحضرت صلعم نے ان کے پاس آکر پوچھا کیون ثمامہ کیا ہوا، کہا محمد بہت اچھا ہوا اگر تم مجھ کو قتل کروگے تو ایک جاندار کو قتل کروگے، اور اگر احسان کر کے چھوڑ دوگے تو ایک احسان شناس پر احسان کروگے، دوسرے دن پھر بھی سوال جواب ہوا، تیسرے دن بھی یہی واقعہ پیش آیا، تیسری مرتبہ سوال جواب کے بعد آنحضرت صلعم نے انھین رہا کر دیا، ثمامہ پر اس رحم و کرم کا یہ اثر ہوا کہ رہائی پانے کے بعد اسلام کے اسیر ہو گئے، مسجد نبویؐ کے قریب ایک نخلستان مین گئے، اور نہا دھو کر مسجد مین آئے اور کلمۂ شہادت پڑھکر آنحضرت صلعم سے کہا خدا کی قسم آپ کی ذات، آپکے مذہب اور آپ کے شہر سے زیادہ روے زمین پر مجھے کسی سے بغض نہین تھا لیکن اب آپ کی ذات، آپکے مذہب اور آپکے شہر سے زیادہ کوئی ذات کوئی مذہب اور کوئی شہر محبوب نہین ہے، مین عمرہ کا قصد کر رہا تھا کہ آپ کے سوارون نے مجھے پکڑ لیا اب کیا حکم ہوتا ہے؟ آپ نے بشارت دی اور عمرہ پورا کرنے کا حکم دیا، چنانچہ وہ عمرہ کے لئے مکہ گئے، کسی نے پوچھا تم بے دین ہو گئے، کہا نہین، بلکہ رسول اللہ صلعم کے ساتھ اسلام لایا ہوں اور کھو اب بغیر رسول اللہ صلعم کی اجازت کے گیہون کا ایک دانہ بھی یمامہ سے مکہ نہین آسکتا۔[1]

---

[1] بخاری کتاب المغازی باب وفد بنی حنیفہ و حدیث ثمامہ بن آثال رضؓ

عمرہ پورا کر کے بعد یمامہ جاکر غلہ رکوادیا، مکہ والون کا دارومدار یمامہ کے غلہ پر تھا، اس لئے وہان آفت بپا ہو گئی، اہل مکہ نے آنحضرت صلعم کے پاس لکھ بھیجا کہ تم صلہ رحمی کی تعلیم دیتے ہو، لیکن تمھارا عمل اس کے برعکس ہے، تم نے سن رسیدہ لوگون کو تلوار سے اور بچون کو بھوک سے مار ڈالا، ان کی اس تحریر پر آپ نے حکم دیا کہ غلہ نہ روکا جائے،[1]

فتنۂ ارتداد کی روک تھام

مشہور مدعی نبوت مسیلمۂ کذاب ثمامہ کا ہموطن تھا، اس نے حیاتِ نبوی ہی مین نبوت کا دعویٰ کیا تھا لیکن آفتابِ حقیقت پر اس کی تاریکی غالب نہ آسکی، آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد مسیلمہ بڑے زور شور کے ساتھ اٹھا، اہلِ یمن اس کے دامِ تزویر مین پھنسکر مرتد ہو گئے اور مسیلمہ نے یمن پر قبضہ کر لیا، اس زمانہ مین ثمامہ وطن ہی مین موجود تھے، انھون نے اہل یمامہ کو ارتداد سے بچانے کی بہت کوشش کی، ہر شخص کے کانون تک یہ آواز پہنچاتے تھے کہ لوگو! اس تاریکی سے بچو جس مین نور کی کوئی کرن نہین ہے، لیکن مسیلمہ کی آواز کے سامنے ان کی آواز صدا الصحرا ثابت ہوئی، جب انھون نے دیکھا کہ ان کے پند و نصائح کا کوئی اثر نہین ہو سکتا، اور لوگ مسیلمہ کے دام مین پھنس چکے ہین تو خود یمامہ چھوڑ دینے کا فیصلہ کر لیا،

اسی دوران مین علاء بن حضرمی جو مرتدین کے استیصال پر مامور ہوئے تھے، یمامہ کیطرف سے گذرے۔ ثمامہ کو خبر ہوئی تو انھون نے اپنے ساتھیون سے کہا کہ بنی حنیفہ کے ارتداد کے بعد مین اون کے ساتھ نہین رہ سکتا، عنقریب خدا ان پر ایسی مصیبت نازل کریگا کہ ان سے اٹھتے بیٹھتے نہ بنے گا، مسلمان اس فتنہ کو فرو کرنے کے لئے آئے ہین، ان سے نہ بچھڑنا چاہئے، تم مین سے جس کو چلنا ہو، وہ فوراً تیار ہو جائے غرض اپنے ہمخیال اشخاص کو ساتھ لے کر علاء کی مدد کو پہنچے، جب مرتدین کو یہ معلوم ہوا کہ کچھ بنی حنیفہ بھی علاء کی امداد پر آمادہ ہین، تو وہ کمزور پڑ گئے، یمامہ کی

[1] سیرۃ ابن ہشام ج ۲ ص ۴۲۰،

ہم خالدؓ کے سپرد تھی، اور علاء بحرین کے مرتدین پر مامور تھے، چنانچہ ثمامہ بھی علاء کے ساتھ بحرین چلے گئے، اور مرتدین کے استیصال میں برابر کے شریک رہے،[1]

شہادت مرتدین کے استیصال کے بعد بنی قیس کے مرتد سردار حطیم کا حُلّہ اس کے قاتل سے خرید اور اسے پہن کر نکلے، بنو قیس نے ان کے بدن پر حطیم کا حلہ دیکھکر سمجھا کہ ان ہی نے حطیم کو قتل کیا ہے اور یہ حلہ انھیں سلب میں ملا ہے، اس شبہہ میں ثمامہؓ کو شہید کر دیا،[2]

فضل وکمال فضل وکمال میں شاعری کے علاوہ اور کوئی خصوصیت لائقِ ذکر نہیں ہے مسیلمہ کذاب کے سلسلہ میں یہ اشعار کہے تھے،

دعانا الی ترك الديانة والهدی ۔۔۔ مسیلمة الكذاب اذ جاء يسجع

فيا عجبا من معشر قد تتابعوا ۔۔۔ له في سبيل الغي والغي اشنع

۱۵- حضرت ثوبانؓ

نام ونسب ثوبان نام، ابو عبد اللہ کنیت، خاندانی تعلق یمن کے مشہور حمیری خاندان سے تھا،

آقائے دوعالم کی غلامی ثوبان غلام تھے، آنحضرت صلعم نے خرید کر کے آزاد کر دیا، اور فرمایا دل چاہے اپنے خاندان والوں میں چلے جاؤ، اور دل چاہے میرے ساتھ رہو، میرے ساتھ رہوگے تو میرے اہل بیت میں تمہارا شمار ہوگا، رسول اللہ صلعم کی خدمت گذاری اور اہل بیت نبوی صلعم میں شمار ہونے سے بڑھکر فخر اور کیا ہوسکتا تھا، اس لیے ثوبانؓ نے اس شرف کو خاندان پر ترجیح دی، اور خلوت وجلوت ہر وقت آقائے نامدار کے ساتھ رہنے لگے،[3]

شام کی اقامت وفات آقا کی زندگی بھر مدینہ میں رہے، آپ کی وفات کے بعد گلشنِ مدینہ خار نظر آنے

---

[1] استیعاب ج اول ص ۸۰، [2] اصابہ ج اول ص ۲۱۱، [3] اسد الغابہ ج اول ص ۲۴۹ ومستدرک حاکم ج ۳ ص ۴۸۱،

لگا، اس لئے یہان سے شام چلے گئے، اور رملہ مین سکونت اختیار کر لی، عہد فاروقی مین مصر کی فتوحات مین شریک ہوئے، پھر رملہ سے منتقل ہو کر حمص مین گھر بنا لیا، وہین ۵۴ھ مین وفات پائی[1]

فضل وکمال | ثوبانؓ آنحضرت صلعم کے خادم خاص تھے، اس تقریب سے انھین استفادہ کے زیادہ مواقع ملتے تھے، چنانچہ ۱۲۷ احادیث ان کے حافظہ مین محفوظ تھین، جو حدیث کی کتابون مین موجود ہین[2]، حافظ ابن عبد البر لکھتے ہین کہ ثوبانؓ ان لوگون مین ہین، جنھون نے حدیثین محفوظ کین اور ان کی اشاعت بھی کی[3]، ان کے تلامذہ مین معدان بن طلحہ، راشد بن سعد، جبیر بن نفیر، عبدالرحمن ابن غنم، ابو ادریس خولانی قابل ذکر ہین[4]، آنحضرت صلعم کے بعد جو جماعت صاحب علم وافتا تھی اس کے ایک رکن ثوبانؓ بھی تھے[5]،

شائقین حدیث فرمائش کر کے انسے حدیثین سنتے تھے، ایک مرتبہ لوگون نے حدیث سنانے کی درخواست کی، انھون نے یہ حدیث سنائی کہ جو مسلمان خدا کے لئے ایک سجدہ کرتا ہے، خدا اوس کا ایک درجہ بلند کرتا ہے، اور اس کی خطاؤن سے درگذر کرتا ہے[6]، ان کے معاصرین دوسرون سے سنی ہوئی حدیثون کی تصدیق ان سے کراتے تھے، معدان بن طلحہ نے حضرت ابو درداءؓ سے ایک حدیث سنی تو ثوبان سے اس کی تصدیق کی[7]،

پاس فرمان رسولؐ | آقائے نامدار کی حیات مین اور وفات کے بعد دونون زمانون مین یکسان فرمان نبوی پیش نظر رہتا تھا، ایکمرتبہ زبان مبارک سے جو کچھ سن لیا وہ ہمیشہ جان کے ساتھ رہا، جس چیز مین آقا کے حکم کی خلاف ورزی کا ادنی سا پہلو نکلتا تھا، اس سے ہمیشہ محترز رہے، ایک مرتبہ آنحضرت صلعم نے ان سے فرمایا تھا کہ کبھی کسی سے سوال نہ کرنا، اس فرمان کے بعد کبھی کسی کے سامنے دستِ

---

[1] استیعاب ج اول ص ۱۸۰ و مستدرک ج ۳ ص ۱۸۰ [2] تہذیب الکمال [3] استیعاب ج ا ص ۸۲ [4] تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۱۳۱ [5] اعلام الموقعین ج اول ص ۱۵ [6] مسند احمد بن حنبل ج ۵ ص ۲۷۶ [7] ابو داؤد ج اول ص ۲۰۳،

سوال دراز نہ ہوا، اور اس شدت سے اس پر عمل رہا کہ اگر سواری کی حالت میں کوڑا ہاتھ سے چھوٹ کر گر جاتا تھا تو خود اتر کر اٹھاتے تھے، اور کسی سے سوال نہ کرتے تھے[1]،

احترام نبوت — گو نبوت کا احترام ہر مسلمان کا مذہبی فرض ہے، لیکن ثوبانؓ اس میں اس قدر سخت تھے کہ غیر مسلموں سے بھی کوئی لفظ ایسا نہ سن سکتے تھے، جو ان کے گمان میں نبوت کے رتبہ سے فروتر ہوتا، ایک مرتبہ یہ آنحضرت صلعم کی خدمت میں تھے کہ ایک یہودی عالم نے السلام وعلیک یا محمد کہا، ثانی محمد سن کر ثوبانؓ برافروختہ ہوگئے، اور یہودی کو اس زور سے دھکا دیا کہ وہ گرتے گرتے بچا، اس نے اس کا سبب پوچھا کہا تو نے یارسول اللہ کیوں نہ کہا، وہ بولا میں نے اس میں کیا گناہ کیا کہ ان کا خاندانی نام لیا، آنحضرت صلعم نے فرمایا، ہاں میرا خاندانی نام محمد ہے[2]،

غلامی کی نسبت کا احترام — نبوت کا احترام تو مذہبی فرض ہے، ثوبانؓ اپنی غلامی کی نسبت کا احترام بھی ضروری سمجھتے تھے اور جو شخص اس میں کمی کرتا تھا، اس کو متنبہ کرتے تھے حمص کے زمانہ قیام میں بیمار پڑے، عبداللہ بن قرط ازدی والی حمص اُن کی عیادت کو نہ آیا، اس کی اس غفلت پر اس کو یہ رقعہ لکھوایا: اگر موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کا غلام تمھارے یہاں ہوتا تو تم اس کی عیادت کرتے یہ رقعہ جب عبداللہ کو ملا تو اسے اپنی کوتاہی پر ندامت ہوئی، اور وہ اس کی تلافی کے لئے اس عجلت اور بدحواسی کے ساتھ نکلا کہ لوگ سمجھے کہ کوئی غیر معمولی واقعہ پیش آگیا ہے، غرض وہ بے تابانہ حضرت ثوبانؓ کے گھر آیا، اور دیر تک بیٹھا رہا[3]۔

۱۶۔ حضرت جابرؓ بن مسلم

نام ونسب — جابر نام، ابوجری کنیت، تمیم کی شاخ بلھجیم سے نسبی تعلق تھا،

[1] مسند احمد بن حنبل ج ۵ ص ۲۷۷، [2] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۴۸۱، [3] مسند احمد بن حنبل ج ۵ ص ۲۸۰،

اسلام۔ | اپنے اسلام کا یہ واقعہ بیان کرتے ہین کہ مین نے دیکھا کہ لوگ ایک شخص کی راے کو قبول
کرتے جارہے ہین، مین نے پوچھا یہ کون ہے ؟ معلوم ہوا رسول اللہ صلعم ہین، مین نے آپ کے پاس
جاکر کہا علیک السلام یا رسول اللہ! یہ سلام سنکر آپنے فرمایا، علیک السلام مردون کا سلام ہے
السلام علیک یا رسول اللہ کہا کرو، اس تعلیم کے بعد انھون نے کہا السلام علیک یا رسول اللہ!
آپ اللہ کے رسول ہین ؟ فرمایا ہان مین خدا کا رسول ہون، میری دعا قبول ہوتی ہے، اگر
مین تمھارے لئے دعا کرون تو قبول ہوگی، اگر تمھارے یہان قحط سالی ہو تو میری دعا سے تم
سیراب ہوگے اور تمھارے لئے روئید گی ہوگی، اگر تم بے آب وگیاہ میدان مین ہو، اور تمھاری
سواری گم ہو جائے تو میری دعا سے تمھارے پاس واپس آجائیگی، یہ سنکر مین نے کہا یا رسول اللہ!
خدا نے آپ کو جو کچھ سکھایا ہے، وہ مجھے بھی سکھائیے، فرمایا "نیکی کو حقیر نہ سمجھو اگرچہ وہ اسی قدر ہو
کہ اپنے بھائی سے خندہ روئی سے گفتگو کرو، یا اپنے ڈول سے پیاسے کے برتن مین پانی ڈال دو اگر
کوئی شخص تمھارے راز سے واقف ہو اور وہ تم کو کسی بات پر شرم دلائے، تو تم اس کے راز
کا حوالہ دیکر اس کو شرم نہ دلاؤ، تاکہ اس کا وبال تمھارے اوپر نہ ہو، لٹکتے ہوئے ازارسے پرہیز کرو،
کیونکہ یہ غرور کی نشانی ہے اور غرور خدا کو ناپسند ہے، کسی کو گالی نہ دو، آپکے ارشاد کے بعد سے انھون
نے کسی انسان بلکہ اونٹ اور بکری تک کو گالی نہین دی[1]،

۱۷۔ حضرت جارودؓ بن عمرو

نام ونسب۔ | بشر نام، ابو منذر کنیت، جارود لقب، نسب نامہ یہ ہے، جارود بن عمرو بن معلی
عبدی، قبیلہ عبد قیس کے سردار تھے، جارود کا لقب ایک خاص واقعہ کی یادگار ہے، زمانہ ر

[1] استیعاب ج اول ص ۸۸،

جاہلیت مین انھون نے قبیلہ بکر بن وائل کو لوٹ کر بالکل صاف کر دیا تھا، "جرد" کے معنی بے برگ وبار کے ہین، اس لئے جارود ان کا لقب پڑگیا، اسی واقعہ کو بطور مثال کے ایک شاعر کہتا ہے،[1]

فدسنا ھم بالخیل من کل جانب — کما جرد الجارود بکر بن وائل،

اسلام | جارودؓ مذہباً عیسائی تھے، قبیلۂ عبد قیس کے وفد کے ساتھ ۱۰ھ مین مدینہ آئے، آنحضرت صلعم نے ان کے سامنے اسلام پیش کیا، انھون نے کہا محمدؐ مین ایک مذہب پر تھا، آپ تمھارے مذہب کے لئے، اپنا مذہب چھوڑنے والا ہون کیا میرے تبدیل مذہب کے بعد تم میرے ضامن ہوگے؟، فرمایا ہان مین ضامن ہون، خدانے تم کو تمھارے مذہب سے بہتر مذہب کی ہدایت کی، اس مختصر سوال وجواب کے بعد جارود اسلام کے حلقہ بگوش ہوگئے، ان کے ساتھ ان کے اور ساتھی بھی مشرف باسلام ہوئے،[2] آنحضرت صلعم کو ان کے اسلام لانے پر بڑی مسرت ہوئی اور ان کی بڑی عزت وتوقیر کی،[3] قبول اسلام کے بعد وطن لوٹنے کیلئے آنحضرت صلعم سے سواری مانگی، لیکن سواری کا انتظام نہ ہوسکا، تو جارودؓ نے اجازت مانگی کہ یا رسول اللہ! اثنا راستہ مین ہم کو دوسرون کی بہت سی سواریان ملین گی، ان کو کام مین لانے کی اجازت ہے؟ فرمایا نہین انھین آگ سمجھو، غرض جارودؓ خلعت اسلام سے سرفراز ہونے کے بعد وطن واپس گئے،[4]

فتنۂ ارتداد | فتنۂ ارتداد مین ان کے قبیلہ کے بہت سے آدمی مرتد ہوگئے، لیکن ان کی استقامت ایمانی مین کوئی تزلزل نہ آیا، اور اپنے اسلام کا اعلان کرکے دوسرون کو ارتداد سے روکتے تھے،[5]

شہادت | حضرت عمرؓ کے زمانہ مین بصرہ مین اقامت اختیار کرلی، اور ایران کی فوجکشی مین مجاہدانہ شریک ہوئے، باختلاف روایت فارس یا نہاوند کے معرکہ مین شہید ہوئے،[6]

---

[1] اسد الغابہ ج اول ص ۲۶۱ [2] استیعاب ج اول تذکرہ جارود، [3] سیرۃ ابن ہشام ج ۲ ص ۳۶۶ [4] اسد الغابہ ج اول ص ۲۶۱ [5] سیرۃ ابن ہشام ج ۲ ص ۳۶۶ [6] ایضاً، [6] اصابہ ج اول ص ۲۲۶،

فضل وکمال، ابو مسلم الجذمی، ابوالقموس، زید بن علی اور محمد بن سیرین نے ان سے روایت کی ہے۔[1] جارودؓ شاعر بھی تھے،، اشعار ذیل بارگاہِ نبوی میں بطور نذرِ عقیدت پیش کئے تھے،[2]

شھدت بان اللہ حق وسامحت — بنات فؤادی بالشھادۃ والنھض

فابلغ رسول اللہ عنی رسالۃ — بانی حنیف حیث کنت من الارض

واجعل نفسی دون کل ملمۃ — لکم جنۃ من عرضکم عرضی

اخلاق، جارودؓ کے صحیفۂ اخلاق میں حریت، آزادی، جرات اور اظہارِ حق میں بے باکی کا عنوان نہایت جلی تھا، جس بات کو وہ حق سمجھ لیتے تھے اوس کے اظہار میں وہ کسی کی پرواہ نہ کرتے، ایک مرتبہ بحرین کے گورنر قدامہ بن مظعون کو بعض رومیوں نے شراب پیتے ہوئے دیکھا، جارودؓ کو اس کا علم ہوا تو حضرت عمرؓ کے پاس آکر کہا، امیر المومنین! قدامہ نے شراب پی ہے، ان پر شرعی حد جاری کیجئے، آپ نے شہادت طلب کی، جارودؓ نے ابوہریرہؓ کو پیش کیا، ابوہریرہؓ نے شہادت دی کہ میں نے نشہ کی حالت میں قے کرتے ہوئے دیکھا ہے، حضرت عمرؓ نے قدامہ کو طلب کیا، وہ آئے، ان کے آنے کے بعد جارودؓ نے پھر کہا، کہ امیر المومنین کتاب اللہ کی رو سے حد جاری کیجئے، حضرت عمرؓ نے فرمایا تم کو اتنا اصرار کیوں ہے۔ تم گواہ ہو مدعی نہیں ہو، تمہارا کام شہادت دینا تھا، اسے تم پورا کر چکے، اس وقت جارودؓ خاموش ہو گئے، لیکن دوسرے دن پھر اصرار شروع کیا، شہادت ناکافی تھی، اس لئے حضرت عمرؓ کو جارودؓ کا بیجا اصرار ناگوار ہوا، فرمایا تم تو مدعی بنے جاتے ہو، حالانکہ صرف ایک شہادت ہے، جو ثبوت کیلئے کافی نہیں ہے۔ اس اعتراض پر جارودؓ نے کہا عمرؓ میں تم کو خدا کی قسم دلاتا ہوں کہ حد میں تاخیر نہ کرو، آخر میں جارودؓ کی بیجا ضد پر حضرت عمرؓ کو تنبیہ کرنا پڑی، کہ تم خاموش رہو، ورنہ میں بری طرح پیش آؤں گا، اس تنبیہ پر جارودؓ نے غضب آلود ہو کر کہا، عمرؓ حق اس کا نام نہیں ہے، کہ تمہارا ابن عم

[1] تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۵۴ [2] اصابہ ج اول ص ۲۲۶۔

صحابہ ۱ / ۱ ۵۲ / ۲

شراب پیئے، اور تم الٹے مجھکو برے سلوک کی دھمکی دو، آخر مین جب قدامہ کی بیوی نے شہادت دی تو حضرت عمرؓ نے حد جاری کرائی۔[۱]

۱۸- حضرت جبیرؓ بن مطعم

نام ونسب | جبیر نام، ابو محمد کنیت، نسب نامہ یہ ہے، جبیر بن مطعم بن عدی بن نوفل بن عبد مناف قرشی نوفلی،

جبیر کے والد مطعم قریش کے نرم دل اور خداترس بزرگون مین تھے، ان کی وجہ سے آنحضرت صلعم کو مکہ کی ابتدائی زندگی مین جبکہ آپ پر چارون طرف سے مصائب وآلام کا ہجوم تھا، بڑی امداد ملی غالباً ناظرین کو معلوم ہوگا کہ مکہ مین جب آنحضرت صلعم کی تبلیغی کوششین بار آور ہونے لگین اور قریش کو آنحضرت صلعم کو فریضۂ تبلیغ سے روکنے کی کوئی صورت نظر نہ آئی، تو آپس مین معاہدہ کرکے بنو ہاشم کا مقاطعہ کردیا جس کی رو سے بنی ہاشم مین شادی بیاہ اور خرید و فروخت جملہ معاشرتی تعلقات ناجائز قرار پائے اور یہ عہد نامہ خانۂ کعبہ مین آویزان کردیا گیا، اس معاہدہ کی رو سے چونکہ قریش کی دوسری شاخون کا میل جول بنی ہاشم کے ساتھ ممنوع ہوگیا تھا، اس لئے بنی ہاشم شعب ابی طالب مین چلے گئے، اور تین سال تک اس قید مین زندگی بسر کرتے رہے، اس طویل مدت مین شعب ابی طالب پر برابر قریش کا پہرا قائم رہا، اور از قسم خورد و نوش کوئی چیز شعب ابی طالب مین نہ جانے پاتی تھی، لیکن اس گروہ اشقیا مین کچھ نرم دل بھی تھے جو کھانے پینے کی چیزین چرا چھپا کر پہنچا دیا کرتے تھے، آخر مین بعض منصف مزاجون نے اس ظالمانہ معاہدہ کے خلاف صدا بلند کی اور کوشش کرکے اسے چاک کردیا، ان احتجاج کرنیوالون مین ایک جبیر بن مطعم بھی تھے،[۲]

---

[۱] اس واقعہ کو تمام ارباب سیر نے قدامہ کے حالات مین لکھا ہی، [۲] سیرۃ ابن ہشام ج اول ص ۲۰۰ ملخصاً،

حضرت خدیجہؓ اور ابوطالب کے بعد جب مکہ مین آنحضرت صلعم کا کوئی ظاہری سہارا باقی نہ رہا اور تبلیغ کیلئے آپ طائف تشریف لے گئے، اور وہان سے ناکام لوٹے تو اس وقت مکہ کا ذرہ ذرہ آپ کا دشمن ہو رہا تھا، اور بظاہر کوئی جائے پناہ باقی نہ تھی، مطعم کی نرم دلی سے آپ واقف تھے، اس لئے مکہ کے پاس پہنچکر ان سے پناہ طلب کی مطعم گو اس وقت کافر تھے، لیکن آنحضرت صلعم کی درخواست پر آپ کو اپنی حمایت مین لے لیا، مطعم کو معلوم تھا کہ رسول اللہؐ کو اپنی حمایت مین لینا تمام مشرکین مکہ کو مقابلہ کی دعوت دینا ہے، اسی لئے حمایت مین لینے کے بعد ہی اپنے لڑکون کو حکم دیا کہ ہتھیار لگاکر حرم مین آئین اور خود حرم مین جاکر بانگ دہل اعلان کیا کہ مین نے محمد صلعم کو اپنی پناہ مین لے لیا ہے،[1] جبیر اسی منصف مزاج اور نرم دل باپ کے فرزند تھے لیکن قومی عصبیت قبول حق سے مانع آتی تھی، مشرکین مکہ اور مسلمانون کے درمیان سب سے پہلا معرکہ بدر ہوا، اس مین جبیر شریک نہ ہو سکے تھے، لیکن اپنے قیدیون کو فدیہ دیکر چھڑانے آئے تھے، جس وقت یہ پہنچے اس وقت آنحضرت صلعم نماز مین مصروف تھے، اور سورۂ طور کی آیات تلاوت فرما رہے تھے، جبیر مسجد مین داخل ہوئے تو کلام اللہ کی سحر انگیز آیتین کانون مین پڑین، انھین سنکر جبیر اس درجہ متاثر ہوئے کہ وہ بیان کرتے تھے کہ معلوم ہوتا تھا کہ میرا قلب پھٹ جائیگا،[2]

آنحضرت صلعم کے نماز تمام کرنے کے بعد انھون نے آپ سے اسرائے بدر کے بارے مین گفتگو کی آپ نے ان کے باپ کے احسانات کو یاد کرکے فرمایا کہ اگر تمھارے باپ زندہ ہوتے اور وہ سفارش کرتے تو مین چھوڑ دیتا،[3]

بدر کے مقتولین کا انتقام احد کی صورت مین ظاہر ہوا، اس مین تمام مشرکین نے بقدر استطاعت حصہ لیا، جبیر نے اپنے غلام وحشی کو بھیجا اور کہا اگر تم حمزہ کو قتل کر دوگے تو تم کو آزاد کر دیا جائیگا،[4]

[1] ابن سعد حصہ سیر ق ص ۲۲۔ [2] مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۸۵، [3] استیعاب ج اول ص ۹۰ [4] سیرۃ ابن ہشام ج اول ص ۴۴

چنانچہ حضرت حمزہؓ اسی غلام کے ہاتھون شہید ہوئے،

اسلام، جبیر مین اثر پزیری کا مادہ پہلے سے موجود تھا حالت کفر مین آیات قرآنی سے تاثر اسکا بین ثبوت ہے، لیکن قومی عصبیت مانع آتی تھی، لیکن بالآخر قبولِ حق کا مادہ جذبۂ عصبیت پر غالب آگیا، اور بروایت صحیح حدیبیہ اور فتح مکہ کے درمیانی زمانہ مین وہ مسلمان ہوگئے[1]،

غزوات قبولِ اسلام کے بعد صرف حنین مین شرکت کا پتہ چلتا ہے، حنین کی واپسی کے وقت یہ آنحضرت صلعم کے ساتھ تھے[2]،

وفات جبیر آنحضرت صلعم کے بعد بہت دنون تک زندہ رہے، لیکن کہین نظر نہین آتے، ۵۷ھ مین مدینہ مین وفات پائی[3]، دو لڑکے محمد اور نافع یادگار چھوڑے،

فضل وکمال گو جبیر کو آنحضرت صلعم سے فیضیاب ہونے کا بہت کم موقع ملا، تاہم احادیث نبوی کی متعد بہ تعداد ان کے حافظہ مین محفوظ تھی، ان کی مرویات کی تعداد ساٹھ تک پہنچتی ہے، ان مین سے چھ متفق علیہ ہین، ان کے تلامذہ مین محمد، نافع، سلیمان بن صرد اور ابن مسیب قابلِ ذکر ہین[4]،

علم الانساب کے بڑے حافظ تھے، اور اس کو اس فن کے سب سے بڑے ماہر حضرت ابوبکر صدیقؓ سے حاصل کیا تھا، اس لئے ان کا شمار قریش کے ممتاز نسابون مین تھا[5]، حضرت عمرؓ کو جب نسب کی تحقیقات کی ضرورت پیش آتی تھی تو جبیر ہی سے تحقیقات کرتے تھے،

اخلاق ان کے میزانِ اخلاق مین حلم وبردباری کا پلہ بہت بھاری ہے، گو وہ قریش کی ایک مقتدر شاخ کے رکن اور رؤساے قریش مین تھے، لیکن اس کے باوجود انمین کبر ونخوت نام کو نہ تھا، اور قریش کے حلیم ترین اشخاص مین انکا شمار تھا[6]،

---

[1] اصابہ ج اول ص ۲۳۶ [2] مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۸۴ [3] استیعاب ج اول ص ۹۰ [4] تہذیب الکمال ص ۶۱ [5] اسد الغابہ ج ۱ ص ۲۷۳ [6] ایضاً

۱۹- حضرت جرہدؓ بن رزاح

نام ونسب | جرہد نام، ابوعبدالرحمٰن کنیت، نسب نامہ یہ ہے، جرہد بن رزاح بن عدی بن سہم ابن مازن بن حارث بن سلامان بن اسلم بن افصیٰ اسلمی،

اسلام | فتح مکہ سے پہلے مشرف باسلام ہوئے، جرہد ان بیکس اور لاچار مسلمانوں میں تھے جن کی معاش کا دارومدار مسلمانوں کی فیاضی پر تھا، اسلئے وہ اصحاب صفہ کے زمرہ میں شامل ہوگئے تھے[1]

دعائے نبوی | ایک مرتبہ جرہد بائیں ہاتھ سے کھانا کھارہے تھے، آنحضرت صلعم نے فرمایا داہنے ہاتھ سے کھایا کرو، عرض کی یارسول اللہ! اس میں آزار ہے، آپ نے دم کردیا، اس کے بعد پھر اس ہاتھ میں کوئی شکایت نہیں پیدا ہوئی،[2]

وفات، | امیر معاویہ کے آخر عہد خلافت میں مدینہ میں وفات پائی،[3]

۲۰- حضرت جریرؓ بن عبداللہ بجلی

نام ونسب | جریر نام، ابوعمر کنیت، نسب نامہ یہ ہے، جریر بن عبداللہ بن جابر بن مالک بن نضر بن ثعلبہ بن جشم بن عوف بن خزیمہ بن حرب بن علی بن مالک بن سعد بن نذیر بن قسر بن عبقر بن انمار بن اراش بن عمرو بن غوث بجلی، جریر یمن کے شاہی خاندان کے رکن اور قبیلہ بجیلہ کے سردار تھے،

اسلام | بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جریر وفات نبوی کے کل چالیس روز پیشتر مشرف باسلام ہوئے، لیکن یہ صحیح نہیں ہے، بروایت صحیح وہ حجۃ الوداع میں آنحضرت صلعم کے ہمرکاب تھے،[4] اس لئے وفات سے کم از کم چار پانچ ماہ پیشتر ان کا اسلام ماننا پڑیگا، اور واقدی کے بیان کے مطابق رمضان سنہ ۱۰ھ

[1] ابن سعد جلد ۴ ق ۲ ص ۳۴، [2] اصابہ ج اول ۲۴۲ [3] ابن سعد ج ۴ ق ۲ ص ۳۴، [4] مسند احمد ج ۴ ص ۳۵۰،

مین اسلام لائے، اس روایت کی رو سے آنحضرت صلعم کی وفات کے سات مہینہ پیشتر ان کا اسلام لانا ثابت ہوتا ہے، بہرحال اس قدر یقینی ہے کہ وہ وفات نبوی سے کئی مہینہ پیشتر اسلام لاچکے تھے،

جب یہ قبول اسلام کیلئے آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضر ہوئے، تو آپ نے پوچھا کیسے آنا ہوا عرض کیا، اسلام قبول کرنے کے لئے، آپ نے ان کے بیٹھنے کے لئے اپنی چادر بچھادی اور مسلمانون سے فرمایا جب تمہارے پاس کسی قوم کا معزز آدمی آئے تو اس کی عزت کیا کرو،[1] اس کے بعد جریر نے اسلام کے لئے ہاتھ بڑھایا، اور کہا مین اسلام پر بیعت کرتا ہون آنحضرت صلعم نے ان کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا ہر مسلمان کی خیر خواہی کرنا، پھر فرمایا جو شخص انسانون پر رحم نہین کرتا اس پر خدا رحم نہین کرتا، اور بلا شرکت غیرے خدائے واحد کی پرستش، فرض نمازون کی پابندی، مفروضہ زکوۃ کی ادائیگی، مسلمانون کی نصیحت اور خیر خواہی، اور کافرون سے برات پر بیعت لی،[2]

حجۃ الوداع قبول اسلام کے بعد سب سے اول آنحضرت صلعم کیساتھ حجۃ الوداع مین شریک ہوئے، اسمین مجمع کو خاموش کرنے کی خدمت انکے سپرد تھی

سریہ ذی الحلیفہ فتح مکہ کے بعد قریب قریب عرب کے تمام قبیلے اسلام کے حلقہ اثر مین آگئے تھے لیکن بعضون مین صدیون کے اعتقاد کی وجہ سے توہم پرستی باقی تھی، اور صنم کدون کو ہاتھ لگاتے ہوئے ڈرتے تھے، اس وہم کو دور کرنے کے لئے آنحضرت صلعم نے کئی صنم کدے گروائے، یمن کے صنم کدہ ذی الحلیفہ کو جو کعبۂ یمانی کے نام سے مشہور تھا ڈھانے کی خدمت جریرؓ کے سپرد ہوئی، ایک دن آپنے جریر سے فرمایا کیا تم ذی الحلیفہ کو ڈھا کر مجھے مطمئن نہ کروگے؟ عرض کیا بسر و چشم حاضر ہون لیکن گھوڑے کی پیٹھ پر جم کے نہین بیٹھ سکتا، یہ عذر سنکر آپ نے ان کے سینہ پر ہاتھ مارا اور دعا دی کہ خدایا ان کو (گھوڑے کی پیٹھ پر) جمادے، اور ہادی و مہدی بنا، جریرؓ رسول اللہ صلعم کی ان دعاؤن کو لیکر ۱۵۰ سوارون کے دستہ کے ساتھ یمن پہنچے اور ذی الحلیفہ کے صنم کدہ کو جلا کر خاکستر کر دیا[3]

---

[1] اصابہ ج اول ص ۲۴۲ [2] مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۳۵۸ [3] ایضاً۔

اورابوارطاۃ کواطلاع کے لئے مدینہ بھیجا، انھون نے آکر آنحضرت صلعم کو مژدہ سنایا کہ یارسول اللہ صلعم ہم نے ذی الخلیفہ کو جلاکر خارشتی اونٹ بنادیا ہے. خبر سنکر آپ نے اس سریہ کے سوار اور پیدل کے لئے برکت کی دعا فرمائی،[1]

ابھی جریر یمن ہی مین تھے کہ آنحضرت صلعم کا انتقال ہوگیا، لیکن انھین اس کی خبر نہ ہوئی، ایکدن یمن کے دو آدمیون ذوکلاع اور ذوعمر کو حدیث نبویؐ سنارہے تھے کہ انھون نے کہا تم اپنے جس ساتھی کا حال سنارہے ہو، وہ تین دن ہوئے ختم ہوگیا، یہ وحشتناک خبر سنکر جریر روانہ ہوگئے، راستہ مین مدینہ کے سوار ملے، ان سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلعم کا انتقال ہوگیا اور ابوبکر صدیق رضؓ خلیفہ ہوئے،

عہد فاروقی | عہدِ صدیقی مین غالباً انھون نے خاموشی کی زندگی بسر کی، حضرت عمرؓ کے زمانہ مین عراق کی فوج کشی مین شریک ہوئے، عراق پر عہدِ صدیقی ہی مین فوج کشی ہوچکی تھی، اس سلسلہ کی مشہور جنگ واقعۂ جسر مین جو حضرت عمرؓ کے زمانہ مین ہوئی مسلمانون کو نہایت سخت شکست ہوئی اور بہت سے مسلمان شہید ہوئے، اس لئے حضرت عمرؓ نے عراقی افواج کی امداد کے لئے تمام قبائل عرب کو جمع کیا، اور ہر قبیلہ کے سردار کو اس کے قبیلہ کا افسر بناکر عراق روانہ کیا، جریر کو بجیلہ کی سرداری ملی، چنانچہ یہ اپنے قبیلہ کے ساتھ عراق پہنچے اور مقام ثعلبیہ مین مثنٰی ابن حارثہ سے جو ایرانیون کے مقابلہ مین تھے ملے، مقام حیرہ مین مسلمانون اور ایرانیون کا مقابلہ ہوا، اس مقابلہ مین جریر میمنہ کے افسر تھے میمنہ میسرہ اور قلب کو لے کر ایرانیون پر حملہ کیا، ایرانیون نے بھی برابر کا جواب دیا اور مسلمان پھٹ کر الگ ہوگئے، مثنٰی نے للکارا، ان کی للکار پر وہ پھر سنبھل کر حملہ آور ہوئے، اس حملہ مین عرب کے مشہور بہادر مسعود بن حارثہ مارے گئے، مثنٰی نے پھر جوش دلایا کہ شرفا یون ہی جان دیتے ہین، جریرؓ نے بھی اپنے قبیلہ کو للکارا کہ برادرانِ بجیلہ! تم کو دشمنون پر سب سے پہلے حملہ آور ہونا چاہئے، اگر خدا نے کامیا

---

[1] بخاری کتاب المغازی باب غزوۂ ذی الخلیفہ [2] بخاری کتاب المغازی باب ذہاب جریر الی الیمن ،

کیا تو تم اس زمین کے سب سے زیادہ حق دار ہوگے۔ ان دونون کی للکار پر مسلمانون نے تیسرا حملہ کیا اس حملہ مین ایرانی افسر مہران مارا گیا، اور ایرانیون نے میدان خالی کردیا،[1]

جنگ یرموک، | اس سلسلہ کی مشہور جنگ یرموک مین جریر نے بڑے کارنامے دکھائے، اس جنگ کے آغاز ہی مین مسلمانون کے دو افسر مارے گئے، یہ صورت دیکھ کر جریر نے اپنے قبیلہ بجیلہ کو لے کر حملہ کیا ان کے ساتھ قبیلہ ازد نے بھی حملہ کردیا، بڑی گھمسان کی لڑائی ہوئی عجمی پیچھے ہٹتے ہٹتے رستم کے پاس پہنچ گئے، رستم سواری سے اتر پڑا، اور پیدل بڑھکر بڑا پر زور حملہ کیا، اس کے ساتھ اور افسران فوج بھی آگے بڑھے اور مسلمانون کے پاؤن اکھڑ گئے، اس موقع پر مشہور بہادر ابو محجن ثقفی نے بڑی بہادری دکھائی، جریر نے مسلمانون کی پسپائی دیکھی تو دوسرے افسرون سے کہلا بھیجا کہ میمنہ کی جانب سے ایرانیون کے قلب پر متفقہ حملہ کرنا چاہیے۔ ان کے مشورہ پر مسلمانون نے ہر طرف سے سمٹ کر اس زور کا حملہ کیا کہ ایرانیون کی صفین درہم برہم ہوگئین اور وہ نہایت بے ترتیبی کے ساتھ پیچھے ہٹے اسی پسپائی مین رستم مارا گیا، اور ایرانی دیر کعب تک بچھڑتے چلے گئے، اس درمیان مین انکا امداد دستہ پہنچ گیا، اور وہ از سرے نو منظم ہو کر صف آرا ہوگئے، اور نخارستان مسلمانون کے مقابلہ مین آیا، حضرت زبیرؓ نے اس کا کام تمام کردیا، دوسری طرف قیس بن ہبیرہ نے ایک دوسرے افسر کو مارا، اور مسلمان ہر چہار جانب سے ایرانیون پر ٹوٹ پڑے، ان کے افسر مارے جا چکے تھے، اس لئے وہ زیادہ دیر تک میدان مین نہ ٹھہر سکے، اور پسپا ہو کر پیچھے ہٹنے لگے، جریر تعاقب کرتے ہوئے بہت آگے نکل گئے، ایرانیون نے تنہا پاکر گھوڑے سے نیچے گرا دیا، اس درمیان مین ان کے ساتھی پہنچ گئے، اس لئے ایرانی چھوڑ کر بھاگ گئے۔[2]

---

[1] اخبار الطوال ص ۱۱۹ و ۱۲۰ [2] تاریخون مین جنگ یرموک کے واقعات نہایت مفصل ہین، ہم

اخبار الطوال (بقیہ صفحہ ۳۳ پر)

یرموک کے بعد کسریٰ کا پایہ تخت مدائن فتح ہوا، اس کے بعد عمرو بن مالک نے جلولار کی مہم سر کی اور جریر کو چار ہزار مسلح فوج کے ساتھ جلولار کی حفاظت پر متعین کر کے اپنے مستقر پر چلے گئے،

جلولا کے پاس ہی حلوان ایرانیوں کا ایک بڑا مرکز تھا، حضرت سعد بن ابی وقاص نے جریر کے پاس ۳ ہزار فوج بھیجی کہ وہ حلوان پر حملہ کر کے اس خطرہ کو دور کریں، چنانچہ وہ چار ہزار پہلی اصد ۳ ہزار یہ جدید فوج لیکر حلوان پہنچے، اور بلا کسی خون ریزی کے اس پر قبضہ کر لیا،[1]

اس کے بعد اہواز کی باری آئی، یہاں اسلامی فوجیں بہت پہلے سے پڑی ہوئی تھیں، یزدگرد نے ہرمزان کو ان کے مقابلہ کے لئے بھیجا، اس نے تستر میں قیام کیا، حضرت ابو موسیٰ اشعری رضؓ نے جو تستر میں تھے، حضرت عمرؓ کو اس کی اطلاع دی، آپنے عمار بن یاسرؓ کے پاس نعمان بن مقرن کو ابو موسیٰ کی مدد کے لئے بھیجنے کا حکم بھیجا، انھوں نے جریر کو جو اس وقت جلولار میں مقیم تھے یہ مہم سپرد کی، جریر جلولار میں عروہ بن قیس کو اپنا قائم مقام چھوڑ کر ابو موسیٰ کی امداد کے لئے پہنچے، دونوں نے مل کر ہرمزان کا مقابلہ کیا، ایرانی پسپا ہو کر تستر کے قلعہ میں قلعہ بند ہو گئے، مسلمانوں نے تستر کا محاصرہ کر لیا، مدتوں کے محاصرہ کے بعد ایک ایرانی کی امداد سے قبضہ ہوا،[2]

تستر کی شکست کے بعد یزدگرد شاہ ایران نے اپنے ملک کے مشہور بہادر مردان شاہ کو ایک لشکر جرار کے ساتھ مسلمانوں کے مقابلہ پر مامور کیا، عمار بن یاسرؓ نے حضرت عمرؓ کو اس اہتمام کی اطلاع دی پہلے آپ نے خود اس جنگ میں شرکت کا ارادہ کیا، پھر حضرت علیؓ کی رائے سے رک گئے، اور تمام فوجی چھاؤنیوں میں احکام بھیجے کہ ہر جگہ کی فوجیں میدان میں پہنچ جائیں، اور نعمان بن مقرن کو انکا سپہ سالار بنا کر بھیجا، یہ مقابلہ نہایت سخت تھا، اس لئے حضرت عمرؓ نے

(حاشیہ صفحہ ۳۲) سے صرف اسی قدر نقل کیا ہے جنکا تعلق جریر کی ذات سے ہے، دیکھو کتاب مذکور حالات پرزکت

[1] بلاذری ص ۳۰۹۔ [2] اخبار الطوال ص ۱۳۶ و ۱۳۷،

نعمان بن مقرن کے علاوہ اور چار آدمیون کو بھی سپہ سالاری کے لئے نامزد کر دیا تھا، ان مین ایک جریرؓ بھی تھے، مسلمانون اور ایرانیون کا یہ معرکہ تاریخی شمار کیا جاتا ہے، اس مین حضرت نعمانؓ نے شہادت پائی، مگر کامیابی مسلمانون کو ہوئی[1] اُن لڑائیون کے علاوہ جریرؓ اس سلسلہ کی اور لڑائیون مین بھی شریک تھے،

حضرت عثمانؓ کے عہد مین ہمدان کے گورنر تھے، ان کی شہادت کے بعد حضرت علیؓ کی بیعت کر لی، اور اپنے رقبۂ حکومت مین اون کی بیعت لے کر اون کے پاس کوفہ چلے آئے، جنگ جمل کے بعد جب حضرت علیؓ نے امیر معاویہؓ کو اپنی بیعت کیلیے خط لکھا تو اس کو معاویہؓ کے پاس جریرؓ ہی لیکر گئے تھے، اسکو پیش کر کے زبانی اپنی طرف سے یہ کہا کہ حجاز، یمن، بحرین، عمان، مصر، فارس، خراسان اور علاقہ جبل وغیرہ سارے ملکون نے امیر المومنین کو خلیفہ تسلیم کر لیا ہی، صرف شام باقی رہ گیا ہی، اس لیے اسکو بھی ان کے حلقۂ اطاعت مین آجانا چاہیے، ورنہ اگر ان ملکون مین سے ایک ملک بھی شام پر بہا دیا جائیگا، تو اسکو غرق کرنے کیلئے کافی ہے،[2]

حضرت علیؓ کے خط پر امیر معاویہؓ نے اپنے مشیرون سے راے لی، سب نے خلاف مشورہ دیا، اس لئے انھون نے صاف جواب دیدیا کہ اہل شام بیعت نہین کر سکتے، جریرؓ نے واپس جا کر یہ جواب حضرت علیؓ کو سنا دیا، اور امیر معاویہؓ کی قوت اور اُن کے انتظامات سے بھی آگاہ کیا، ان کی زبان سے یہ باتین سنکر شیعیان علیؓ جریرؓ پر طرح طرح کی تہمتیں رکھنے لگے، اشتر بہت برہم ہوے، اور حضرت علیؓ سے کہا امیر المومنین اگر جریرؓ کے بجاے آپ مجھے بھیجے ہوتے، تو معاویہ کے گلے کی گرفت نہ ڈھیلی ہونے دیتا، اور کوئی راستہ ایسا باقی نہ چھوڑتا، جسے کھول کر وہ کامیاب ہو سکین، اور قبل اس کے کہ وہ کوئی کارروائی کرین اُن سے بیعت لے لیتا، یہ باتین سن کر جریرؓ نے کہا اگر پہلے نہین جا سکے تو اب جا کر کر لو، اشتر نے کہا اب جا کر مین کیا کر سکتا ہون، جبکہ تم نے

[1] فتوح البلدان بلاذری ص ۳۱۰ و ۳۱۱ [2] اخبار الطوال ص ۱۶۶،

معاملہ بگاڑ دیا، تم نے قطعاً ان سے کوئی عہد و پیمان کر لیا ہے ورنہ انکی کوششون اور فوج کی کثرت سے ہم لوگون کو نہ ڈراتے۔ اگر مجکو امیر المومنین اجازت مرحمت فرمائین تو تم کو اور تمھارے جیسے لوگون کو معاملات کے فیصلہ تک قید کر دون، جریرؓ کو یہ انداز گفتگو اور ناروا غصہ بہت ناگوار ہوا[1] اور راتون رات اپنے اہل و عیال کو لیکر کوفہ چلے گئے، اور قرقیسیا مین اقامت اختیار کر لی[1] اور جنگ صفین مین کوئی حصہ نہ لیا[2] اور بقیہ زندگی قرقیسیا کے گوشۂ عافیت مین بسر کی،

وفات | ۵۴ھ مین قرقیسیا مین وفات پائی،[3]

حلیہ | قد دراز چھ فٹ تھا، اور اس قدر حسین و جمیل تھے کہ حضرت عمرؓ ان کو امتِ اسلامیہ کا یوسف کہا کرتے تھے، ہاتون مین مہندی کا خضاب لگاتے تھے[4]

اولاد | وفات کے بعد پانچ لڑکے عمر، منذر، عبید اللہ، ایوب اور ابراہیم یادگار چھوڑے،[5]

فضل و کمال | گو جریرؓ آخری زمانہ مین مشرف باسلام ہوئے اور فیضانِ نبوی سے استفادہ کا کم موقع ملا، تاہم جو لمحات بھی میسر آئے، ان سے پورا فائدہ اٹھایا، اسلئے اس کمی صحبت کے باوجود ان سے سو حدیثین مروی ہین، ان مین سے آٹھ متفق علیہ ہین، اور ایک مین امام بخاری اور سات مین امام مسلم منفرد ہین،[6] ان سے روایت کرنے والون کا دائرہ بھی خاصہ وسیع ہے، چنانچہ ان کے لڑکون مین منذر، عبید اللہ، ایوب، ابراہیم، اور لڑکون کے علاوہ ابو ذرعہ بن عمر، انس، ابو وائل، زید بن وہب، زیاد بن علاقہ شعبی، قیس بن ابی حازم، حام بن حارث، اور ابوظبیان حصین بن جندب نے ان سے روایتین کی ہین،[7]

بارگاہ نبوی مین پذیرائی | بارگاہِ نبوی مین جریرؓ کی بڑی پذیرائی تھی، رسول اللہ صلعم انھین

---

[1] اخبار الطوال ص ۱۷۱ [2] اصابہ ج اول ص ۲۴۲، [3] استیعاب ج اول ص ۹۱ [4] ایضاً [5] تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۷۳ [6] تہذیب الکمال ص ۶۱ [7] تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۷۳،

بہت مانتے تھے، اور بڑے احترام سے ان کے ساتھ پیش آتے تھے، ان کے بیٹھنے کے لئے ردائے مبارک بچھا دیتے تھے[1]، جب کبھی در دولت پر حاضر ہوتے کبھی شرف باریابی سے محروم نہ رہتے، جب آپ انہیں دیکھتے تھے تو مسکرا دیتے تھے[2]، غائبانہ ان کا ذکر خیر فرماتے تھے، انکا بیان ہے کہ جب مین مدینہ پہنچا تو مدینہ کے باہر سواری بٹھا کر کپڑا رکھنے کا تھیلا کھولا اور حلہ پہنکر داخل ہوا، اس وقت رسول اللہ صلعم خطبہ دے رہے تھے، مین نے سلام کیا لوگون نے آنکھون سے میری طرف اشارہ کیا، مین نے اپنے پاس کے آدمی سے پوچھا، عبداللہ کیا رسول اللہ صلعم میرا تذکرہ فرماتے تھے، انھون نے کہا ہان، ابھی ابھی نہایت اچھے الفاظ مین تمھارا تذکرہ فرمایا، آپ خطبہ دے رہے تھے، دوران خطبہ مین فرمایا کہ اس دروازہ یا اس کھڑکی سے تمھارے پاس یمن کا بہترین شخص داخل ہوگا، اس کے چہرہ پر بادشاہی کی علامت ہوگی، مین نے اس عزت افزائی پر خدا کا شکر ادا کیا[3]

جریر کی خوبیون اور رسول اللہ صلعم کے ان کی توقیر کرنے کی وجہ سے خلفاء بھی ان کی بڑی عزت کرتے تھے، چنانچہ حضرت عمرؓ فرماتے تھے کہ خدا تم پر رحمت نازل فرمائے، تم جاہلیت مین بھی اچھے سردار تھے، اور اسلام مین بھی اچھے سردار ہو[4]

پاس فرمان رسول، آنحضرت صلعم کا ہر ارشاد ہمیشہ زندگی کا دستور العمل رہا، ایک مرتبہ چند اعراب نے آکر رسول اللہ صلعم سے شکایت کی کہ یا نبی اللہ! آپ کے بعض صدقہ وصول کرنے والے ہم پر ظلم کرتے ہین، فرمایا ان کو راضی رکھو، اعراب نے کہا اگر وہ ظلم کرین تب بھی، آپ نے پھر فرمایا اپنے صدقہ وصول کرنے والون کو راضی رکھو، اس ارشاد کے بعد سے کسی صدقہ وصول کرنے والے کو جریرؓ نے ناخوش نہین کیا[5]

---

[1] تہذیب الکمال ص ۶۱، [2] مسلم کتاب الفضائل، فضائل جریر بن عبداللہ [3] مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۳۵۹ و ۳۶۰، [4] تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۳، [5] مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۳۶۲،

۲۱۔ حضرت جعال بن سراقہؓ

نام ونسب۔ ان کے نام و نسب دونون مین اختلاف ہے، بعض جعال کہتے ہین، بعض جعیل، نسب کچھ لوگ غفار سے بتاتے ہین اور کچھ حمیری اور کچھ ثعلبی کہتے ہین،

اسلام وغزوات۔ دعوتِ اسلام کے ابتدائی زمانہ مین مشرف باسلام ہوئے، احد اور بنی قریظہ مین آنحضرت صلعم کے ہمرکاب تھے، آخر الذکر غزوہ مین ایک آنکھ کام آئی،[۱]

غزوۂ ہوازن مین شریک تھے، اس کے مالِ غنیمت مین سے عیینہ اور اقرع کو سَو سَو اونٹ ملے، کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا، آپ نے عیینہ اور اقرع کو سَو سَو اونٹ مرحمت فرمائے اور جعال کو کچھ نہ ملا، فرمایا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ مین میری جان ہے، جعال بن سراقہ، اقرع اور عیینہ جیسے روئے زمین بھر کے آدمیون سے بہتر ہین، ان دونون کو مین نے تالیفِ قلب کے لیے دیا ہے، اور جعال کو ان کے اسلام کے سپرد کیا،[۲]

سنہ ۶ھ مین جب آنحضرت صلعم غزوۂ بنی مصطلق کے لیے تشریف لے گئے تو مدینہ جعال رضی کے سپرد کر گئے،[۳]

وفات۔ وفات کے بارہ مین اربابِ سیر خاموش ہین،

۲۲۔ حضرت جعشم الخیرؓ

نام ونسب۔ جعشم نام، خیر لقب، نسب نامہ یہ ہے، جعشم بن خلیبہ بن شاہی بن موہب بن اسد بن جعشم بن خریم بن صدف صدفی حریمی،

اسلام اور غزوات۔ سنہ ۶ھ سے پہلے مشرف باسلام ہوئے، صلح حدیبیہ مین آنحضرت صلعم کے ساتھ

---

[۱] اسد الغابہ ج اول ص ۲۸۴ [۲] سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۳۰۳ [۳] اصابہ ج اول ص ۲۴۶،

تھے، اور بیعت رضوان مین شرف جان نثاری حاصل کیا، آنحضرت صلعم نے اپنا پیراہن، نعلین اور موے مبارک عطا فرمائے[۱]

وفات، زمانۂ وفات مین اختلاف ہے، واقدی کا بیان ہے، کہ فتنہ ردہ مین شہید ہوئے اور ابن یوسف تاریخ مصر مین لکھتے ہین کہ مصر کی فتح مین شریک تھے، اگر آخر الذکر بیان صحیح مان لیا جائے تو یہ تسلیم کرنا پڑیگا کہ حضرت ابو بکرؓ کے عہد سے زیادہ زندہ رہے،

۲۳- حضرت جمیلؓ بن معمر

نام ونسب، جمیل نام، باپ کا نام معمر تھا، نسب نامہ یہ ہے، جمیل بن معمر بن جبیب بن وہب بن حذافہ بن جمح قرشی جمحی،

حضرت عمرؓ کے اسلام کا اعلان، جمیلؓ پیٹ کے ہلکے تھے، کوئی بات چھپا نہ سکتے تھے، ادھر سنا اور اُدھر مشہور کردیا، حضرت عمرؓ جب اسلام لائے تو بابانگ دہل اس کا اعلان کرنا چاہا، چنانچہ لوگون سے پوچھا کہ مکہ مین سب سے زیادہ اشتہاری کون ہے، معلوم ہوا جمیل، آپ سیدھے ان کے پاس پہنچے، اور کہا جمیل! تم کو معلوم ہے مین مسلمان ہوگیا، جمیل یہ سنتے ہی بغیر مزید استفسار کے مسجد کعبہ کے دروازہ پر پہنچے اور بآواز بلند اعلان کیا کہ معشر قریش عمر بے دین ہوگیا حضرت عمرؓ نے فرمایا تم جھوٹ کہتے ہو، مین بے دین نہین ہوا بلکہ اسلام قبول کیا،[۲]

اسلام وغزوات، لیکن یہی مسلمانون کو بے دین کہنے والا فتح مکہ مین خود "بے دین" ہوگیا،[۳] قبول اسلام کے بعد سب سے اول غزوۂ حنین مین ان کی تلوار بے نیام ہوئی اور زہیر بن الجبر کا کام تمام کیا،[۴] بعض روایتون سے معلوم ہوتا ہے کہ فتح مکہ سے پہلے ہی مشرف باسلام ہوچکے تھے جن

[۱] استیعاب ج اول ص ۱۰۲ [۲] اسد الغابہ ج ۱ ص ۲۹۷ [۳] استیعاب ج اول ص ۹۲ [۴] اسد الغابہ جلد اول ۲۹۶

رواۃ کے نزدیک فتحِ مکہ سے پہلے اسلام لائے وہ زہیر کے قتل کو فتح مکہ مین بتاتے ہین،[1]

مصر کی فوج کشی مین شرکت، | حضرت عمرؓ کے عہدِ خلافت مین مصر کی فوج کشی مین مجاہدانہ شریک ہوئے،[2]

وفات | خلافتِ فاروقی مین عمر کی سنّو منزلون سے زیادہ طے کرنے کے بعد انتقال کیا، حضرت عمرؓ کو ان کی موت کا سخت صدمہ ہوا،[3]

۲۴۔ حضرت جندب بن کعبؓ

نام ونسب، | جندب نام، باپ کا نام کعب تھا، نسب نامہ یہ ہے، جندب بن کعب بن عبداللہ ابن غنم بن جزر بن عامر بن مالک بن ذہل بن ثعلبہ بن ظبیان بن غامد ازدی،

اسلام | ابن سعد کی روایت کے مطابق فتحِ مکہ کے قبل مشرف باسلام ہوئے، اسلام لانے کے بعد مدتون زندہ رہے، لیکن عہدِ رسالت اور خلفاء کے زمانہ مین کسی جنگ مین نظر نہین آتے حضرت عثمانؓ کے زمانہ مین کوفہ مین رہتے تھے، ایک قانونی جرم مین جس کی تفصیل آگے آتی ہے ماخوذ ہو کر قید ہوئے، پھر رہا کر دیئے گئے، رہائی پانے کے بعد روم چلے گئے اور اعدائے اسلام کے مقابلہ مین جہاد کرتے رہے، اور یہین کہین امیر معاویہ کے زمانہ مین وفات پائی،[4]

سحر وساحری سے نفرت | سحر وساحری شرک کی ایک قسم ہے، اسی لئے اسلام نے اسکی شدید ممانعت کی ہے، جندب اس باب مین نہایت سخت اور متشدد تھے، حضرت عثمانؓ کے زمانہ مین کوفہ مین ایک شعبدہ باز آیا، ایک دن وہ ولید بن عقبہ حاکم کوفہ کو تماشہ دکھا رہا تھا اور آدمی کو قتل کر کے زندہ کر دیتا تھا، عوام اس شعبدہ کو دیکھتے اور متحیر ہو کر کہتے سبحان اللہ یہ شخص

---

[1] اصابہ ج اول ص ۵۵۵ [2] ایضاً [3] ایضاً [4] مسند الصحابہ ج اول ص ۳۰۷،

مردہ کو زندہ کر دیتا ہے[1]،

جندب بھی تماشہ دیکھ رہے تھے، عوام کے عقائد مین تزلزل دیکھکر ایک ہی وار مین شعبدہ باز کا کام تمام کر دیا، اور کہا اب اپنے کو زندہ کرو، پھر یہ آیت تلاوت کی،

افتاتون السحر وانتم تبصرون، کیاتم دیدہ و دانستہ جادو کی باتین سننے کو آتے ہو،

پھر کہا مین نے رسول اللہ صلعم سے سنا تھا کہ جادو کی سزا تلوار کی ایک ضرب ہے، چونکہ انھون نے خلافِ قانون قتل کیا تھا، اس لیے ولید نے گرفتار کر کے قید کر دیا، قید مین بھی ان کا قدیم مشغلہ صوم وصلوٰۃ جاری رہا، جیلر نے ان کی عبادت سے متاثر ہو کر انھین رہا کر دیا اور وہ چھوٹ کر روم چلے گئے[2]،

۵۲ حضرت حارثؓ بن عمیر ازدی

نام ونسب، حارث نام، باپ کا نام عمیر تھا قبیلۂ ازد سے نسبی تعلق تھا،

اسلام، فتح مکہ سے پہلے اسلام لائے،

سفارت اور شہادت، آنحضرت صلعم نے جب سلاطین اور امرا کے پاس دعوتِ اسلام کے خطوط بھیجے تو ایک خط شرجبیل بن عمر فرمانروائے بصری کے نام بھی لکھا، حضرت حارثؓ کو اس کے پہنچانے کی خدمت سپرد ہوئی، یہ خط لیکر مقام موتہ پہنچے تھے کہ شرجبیل سے ملاقات ہو گئی، اس نے پوچھا کہان جارہے ہو، حارث نے کہا شام، شرجبیل نے کہا تم کسی کے قاصد معلوم ہوتے ہو، انھون نے کہا ہان رسول اللہ کا قاصد ہون، یہ سنکر اس نے حارثؓ کی مشکین کسوا کے قتل کر دیا، حارثؓ تاریخِ اسلام مین سب سے پہلے قاصد ہین، جنھون نے خدا کی راہ مین جام شہادت پیا، آنحضرت صلعم کو

---

[1] اصابہ ج اول ص ۲۶۱، [2] ایضاً،

ان کی شہادت کی خبر ملی تو آپ کو سخت صدمہ ہوا، اور حارث کے خون کے انتقام کے لئے زید بن حارثہ کی سرکردگی مین ایک سریہ موتہ روانہ کیا، اسی مین حضرت زیدؓ اور جعفر طیارؓ وغیرہ شہید ہوئے تھے[1]

حضرت حارث بن نوفلؓ،

نام ونسب، حارث نام، باپ کا نام نوفل تھا، سلسلۂ نسب یہ ہے، حارث بن نوفل بن حارث ابن عبدالمطلب بن ہاشم قرشی ہاشمی، ان کے والد نوفل آنحضرت صلعم کے چچیرے بھتیجے تھے، اس رشتہ سے حارث آپکے پوتے ہوئے،

اسلام، حضرت نوفلؓ غزوۂ خندق سے پہلے مشرف باسلام ہوئے تھے، حارث بھی باپکے ساتھ اسلام لائے، نوفل شرف ہجرت سے بھی سرفراز ہوئے، لیکن حارث اس سے محروم رہے،

امارت جدہ، آنحضرت صلعم نے حارث کو جدہ کی امارت پر سرفراز فرمایا تھا، اس لئے وہ جنگ حنین مین شریک نہ ہوسکے، واقدی کی روایت کے مطابق حضرت ابوبکرؓ نے ان کو مکہ کی امارت پر مقرر فرمایا تھا، لیکن یہ روایت صحیح نہین ہے، عہد صدیقی مین بروایت صحیح مکہ کی امارت پر عتاب بن اسید مامور تھے، حضرت ابوبکرؓ نے اپنے زمانہ مین حارث کو جدہ کی امارت سے معزول کردیا ایک روایت کی رو سے حضرت عثمانؓ نے اپنے زمانہ مین پھر انھین ان کے سابق عہدہ پر بحال کردیا تھا[2]

وفات، ایک روایت یہ ہے کہ حضرت عمرؓ ہی کے آخر عہد خلافت مین وفات پاگئے تھے، لیکن ابن سعد صاحب طبقات کے بیان کے مطابق حضرت عثمانؓ کے زمانہ مین انھون نے وفات پائی، بصرہ مین گھر بنالیا تھا، یہین پیوند خاک ہوئے، انتقال کے وقت ستر سال کی عمر تھی،[3]

---

[1] ابن سعد ج ۴ ق ۲ ص ۹۵، ابن سعد حصۂ مغازی مین اس کے تفصیلی واقعات ہین ۔ [2] ایضاً ج ۴ ق ۱ ص ۳۹

[3] اسد الغابہ ج ۱ ص ۳۵۱ ۔ ۴ ابن سعد ج ۴ ق ۱ ص ۳۶، عمر کی تعیین اسد الغابہ میں ہے

ازواج و اولاد | وفات کے وقت حسب ذیل بیویاں اور اولادیں چھوڑیں، بیویوں میں رملہ، ام زبیر ریطہ اور ام حارث تھیں، لڑکوں میں، سعید، محمد الاکبر، ربیعہ، عبد الرحمن، عینیہ، محمد الاصغر، حارث ابن حارث تھے،

۲۷- حضرت حارث بن ہشامؓ

نام و نسب | حارث نام، ابو عبد الرحمن کنیت، نسب نامہ یہ ہے، حارث بن ہشام بن مغیرہ ابن عبد اللہ بن عمر و بن مخزوم قرشی مخزومی حارث مشہور دشمنِ اسلام ابو جہل کے حقیقی بھائی تھے،

قبل از اسلام | حارث مکہ کے رئیس اور بڑے مخیر اور فیاض آدمی تھے، صدہا غریبوں کی روٹی انکی ذات سے چلتی تھی، آنحضرت صلعم کو ان کے اسلام کی بڑی خواہش تھی، ایک مرتبہ ان کا ذکر آیا تو فرمایا حارث سردار ہیں، کیوں نہ ہو ان کے باپ بھی سردار تھے، کاش خدا انھیں اسلام کی ہدایت دیتا،[1] بدر میں ابو جہل کے ساتھ تھے، لیکن میدانِ جنگ سے بھاگ نکلے، اور ابو جہل مارا گیا، ان کی اس بزدلی پر حسان بن ثابتؓ نے اشعار میں غیرت دلائی، انھوں نے اشعار ہی میں اس کی توجیہ آمیز و قدرت کی، احد میں بھی مشرکین کے ہمراہ تھے،[2]

اسلام اور غزوات | فتح مکہ میں دوسرے سردارانِ قریش کی طرح مشرف باسلام ہوئے، اسلام کے بعد سب سے پہلے غزوۂ حنین میں شریک ہوئے، آنحضرت صلعم نے اس کے مالِ غنیمت میں سو اونٹ مرحمت فرمائے،[3]

سقیفۂ بنی ساعدہ | حنین کے بعد مکہ لوٹ گئے، لیکن آنحضرت صلعم کی وفات کے وقت مدینہ ہی میں موجود تھے، چنانچہ جب سقیفۂ بنی ساعدہ میں مہاجرین اور انصار میں خلافت کے بارہ میں اختلاف ہوا تو

---

[1] استیعاب ج اول ص ۱۱۷ [2] استیعاب ج اول ص ۱۱۷ [3] اسد الغابہ ج اول ص ۳۵۱

حارث نے یہ صائب راے ظاہر کی کہ خدا کی قسم اگر رسول اللہ نے "الائمۃ من قریش" نہ فرمایا ہوتا تو ہم انصار کو بے تعلق نہ کرتے، کیونکہ وہ اس کے اہل ہین، لیکن رسول اللہؐ کے فرمان مین کوئی شک و شبہہ نہین اگر قریش مین صرف ایک شخص باقی ہوتا تو بھی خدا اس کو خلیفہ بناتا۔[1]

شام کی فوجکشی کے لیے تیاری اور اہل مکہ کا ماتم۔ حضرت ابوبکرؓ نے جب شام پر فوج کشی کا عزم کیا اور تمام بڑے بڑے روٗسا کو اس مین شرکت کی دعوت دی تو حارث کو بھی ایک خط لکھا، حارث حصول سعادت کے بہت سے مواقع کھو چکے تھے، اس لئے تلافی مافات کے لئے فوراً آمادہ ہوگئے لیکن اون کی ذات تنہا نہ تھی وہ صدہا غریبون کا سہارا تھے، اس لئے مکہ ماتمکدہ بن گیا، پروردگار کی نعمت زار زار رونے تھے، سب بادیدہ پرنم رخصت کرنے کو نکلے، جب بطحا کے بلند حصے پر پہنچے تو رونے والون کی گریہ وزاری پر ان کا دل بھر آیا، اور ان الفاظ مین ان کی تشفی کی کوشش کی، لوگو! خدا کی قسم مین اس لئے تم لوگون سے نہین جدا ہو رہا ہون کہ مجکو تمھارے مقابلہ مین کوئی ذاتی منفعت مقصود ہے، یا تمھارے شہر کے مقابلہ مین دوسرا شہر پسند ہے، بلکہ ایک اہم معاملہ پیش آگیا ہے، اس مین قریش کے بہت سے اشخاص شریک ہوچکے ہین جو تجربہ اور خاندانی اعزاز کے اعتبار سے کوئی امتیاز نہین رکھتے، اگر ہم نے اس زرین موقع کو چھوڑ دیا تو اگر مکہ کے تمام پہاڑ سونے کے ہوجائین اور ان سب کو ہم خدا کی راہ مین لٹاوین تب بھی اس کے ایک دن کے برابر اجر نہین پاسکتے، اُنلوگون کے مقابلہ مین اگر ہم کو دنیا نہ ملی تو کم ازکم آخرت کے اجر مین تو شریک ہوجائین، ہمارا یہ نقل مکان خدا کے لئے اور شام کیطرف ہے۔[2]

جہاد اور شہادت۔ غرض اس ولولہ اور جوش کے ساتھ جہاد فی سبیل اللہ کے لئے نکلے اور فحل اور اجنادین کے معرکون مین داد شجاعت دی،[3] اس سلسلہ کی مشہور جنگ یرموک مین جب ابتدا مین

---

[1] اصابہ ج اول ص ۳۰۰، [2] ابن سعد ج ۷ ق ۲ ص ۱۴۹، [3] اسد الغابہ ج اول ص ۳۵۲ و استیعاب ج اول ص ۱۱۰، [4] ابن سعد ج ۷ ق ۲ ص ۱۲۶۔

مسلمانون کے پاؤن اکھڑے تو بہت سے مسلمان شہید ہوگئے، حارث بھی سخت زخمی ہوگئے، دم واپسین پیاس کا غلبہ ہوا، پانی مانگا، فوراً پانی لایا گیا، پاس ہی ایک دوسرے زخمی مجاہد تشنہ لب پڑے تھے، ان کی نظر کے ایثار نے گوارا نہ کیا کہ ان کو پیاسا چھوڑ کر خود سیراب ہون، چنانچہ پانی اون کی طرف بڑھا دیا، اون کے پاس ایک تیسرے زخمی اسی حالت مین تھے، اس لئے انھون نے ان کی طرف بڑھا دیا، ان کے پاس پانی پہنچنے بھی نہ پایا تھا کہ دم توڑ دیا، غرض تینون تشنہ کامان حق تشنہ حوض کوثر پر پہنچ گئے[1]،

اولاد | شہادت کے وقت ایک لڑکا عبدالرحمن یادگار چھوڑا، خدا نے اس کی نسل مین بڑی ترقی دی، اور خوب پھلی پھولی[2]،

عام حالات، | فیاضی، سیر چشمی اور عزا پروری کے مناظر اوپر دیکھ چکے، دوسرے فضائل ابن عبدالبر کی زبان سے سنیے، وہ لکھتے ہین کہ حارث فضلاء اور خیار صحابہ مین تھے، عموماً مولفۃ القلوب مسلمانون کے دلون مین اسلام راسخ نہ تھا، لیکن حضرت حارث اس سے مستثنیٰ تھے، وہ ان مولفۃ القلوب مین تھے جو سچے مسلمان تھے، اور قبول اسلام کے بعد اون مین کوئی قابل اعتراض بات نہ دیکھی گئی[3]،

حضرت حجر بن عدیؓ،

نام ونسب، | حجر نام، خیر لقب، کندہ کے شاہی خاندان سے تعلق رکھتے تھے، نسب نامہ یہ ہے، حجر بن عدی بن معاویہ بن حارث بن عدی بن ربیعہ بن معاویۃ الاکبر بن حارث بن معاویہ بن ثور بن مرتع بن معاویہ بن کندہ کندی،

اسلام، | اون کے زمانۂ اسلام کی تعیین مین ارباب سیر خاموش ہین، لیکن اغلب یہ ہے کہ ۹ھ مین اسلام کے شرف سے مشرف ہوئے ہون گے، کیونکہ اسی سنہ مین کندہ کا وفد مدینہ

[1] اسد الغابہ ج اول، ص ۳۵۱، [2] اصابہ ج اول ص ۳۰۷، [3] استیعاب ج اول ص ۱۱۷،

آیا تھا[۱]، اس میں حجر بھی تھے،[۲]

عہد فاروقی، حجر بہت آخر میں اسلام لائے، اس لئے عہد نبوی میں شرفِ جہاد سے محروم رہے، سب اول فاروقی عہد میں میدانِ جہاد میں قدم رکھا، دور ایران کی فتوحات میں مجاہدانہ شریک ہوئے، قادسیہ کے مشہور معرکہ میں موجود تھے،[۳] قادسیہ کے بعد مدائن کی فتح میں بھی تھے مدائن کی تسخیر کے بعد جب یزدگرد نے جلولا میں فوجیں جمع کیں تو حضرت سعد بن ابی وقاص رضؓ نے اس کے مقابلہ کے لئے ہاشم بن عتبہ کی سرکردگی میں ایک فوج روانہ کی حجر اس فوج کے میمنہ کے افسر تھے،[۴] ان مجاہدوں نے یزد گرد کا نہایت کامیاب مقابلہ کیا اور اسے جلولا سے بھی بھاگنا پڑا،

عہد مرتضوی، جنگِ جمل و صفین میں حضرت علیؓ کے پر جوش حامیوں میں تھے، شروع سے آخر تک اون کے ساتھ رہے، جنگِ جمل سے پہلے جب حضرت علیؓ نے حضرت حسنؓ اور عمار بن یاسرؓ کو کوفیون کی مدد حاصل کرنے کے لئے بھیجا تھا تو حجر ہی کی تحریک پر ۔ ۱۲۶۵ اہل کوفہ حضرت علیؓ کی حمایت پر آمادہ ہوئے تھے، اس کے بعد جنگِ جمل میں حضرت علیؓ نے حجر کو کندہ حضرموت، قضاعہ اور مہرہ کے قبائل کا افسر بنایا،[۵]

جنگِ جمل کے بعد صفین کا معرکہ پیش آیا، اوس میں بھی حجر نے بڑی سرگرمی کے ساتھ حصہ لیا، امیر معاویہ کے سخت دشمن تھے، اور ان پر علانیہ سب و شتم کرتے تھے، میدانِ جنگ میں ایک شامی جوان حجر الشر کے مقابلہ میں آئے اور زخمی ہو کر گھوڑے کی پیٹھ سے گرے،[۶]

جنگِ صفین کے بعد جب نہروان میں خارجیوں پر فوج کشی ہوئی تو میمنہ کی قیادت پر حجر مقرر ہوئے،[۷] غرض شروع سے آخر تک برابر حضرت علیؓ کے دست و بازو رہے، آپ کی شہادت

۱؎ زاد المعاد ج ۲ ص ۱۳۱ ۲؎ اسد الغابہ ج ۱ ص ۳۸۵ ۳؎ ایضاً ۴؎ فتوح البلدان بلاذری ص ۲۷۳

۵؎ اخبار الطوال ص ۱۴۵ و ۱۵۵ ۶؎ ایضاً ۷؎ ایضاً ص ۲۲۳

کے بعد بھی حجر کی فدویت اور جان نثاری مین فرق نہ آیا، اور وہ اسی طرح جناب امیر کے خلف الصدق حضرت امام حسنؓ کے حامی اور خیر خواہ رہے، چونکہ حجر امیر معاویہ کو برسر حق نہین سمجھتے تھے، اس لئے حضرت حسنؓ کی دست برداری کے بعد وفورِ خیر خواہی مین انکی زبان سے ایسے نازیبا کلمات نکل گئے، جس سے حضرت حسنؓ کو تکلیف پہنچی، انھون نے کہا یا ابن رسول اللہ! کاش مین یہ دن دیکھنے کے لئے زندہ نہ رہتا، آپنے ہم کو عدل سے ہٹا کر جور کے راستہ پر ڈال دیا، اور ہم راہ حق کو چھوڑ کے باطل کے راستہ پر آ گئے جس سے بھاگتے تھے، حضرت حسنؓ نے انہین سمجھا بجھا کر خاموش کیا[1]

گرفتاری پھر حضرت حسنؓ کی دست برداری کے بعد خاموش ہو گئے تھے، مگر امیر معاویہ نے جب زیاد کو عراق کا والی بنایا تو اوس کی تند خوئی اور بد اخلاقی کی وجہ سے اس مین اور حجر مین مخالفت شروع ہو گئی، ایک دن زیاد جامع کوفہ مین تقریر کر رہا تھا، اور نماز کا وقت آخر ہو رہا تھا، حجر اور ان کے ساتھیون نے زیاد کو متنبہ کرنے کے لئے اس پر کنکریان پھینکین، زیاد نے بڑی حاشیہ آرائی کیسا تھ بڑھا چڑھا کر اون کی شکایت لکھ بھیجی کہ یہ لوگ عنقریب ایسا رخنہ ڈالین گے کہ اوس مین پیوند نہ لگ سکے گا، اور بہت سے لوگون نے اون کے خلاف شہادت دی، اس لئے امیر معاویہ نے اون کو بلا بھیجا، چنانچہ حجر اور دوسرے گیارہ آدمی پا بجولان شام روانہ کئے گئے، امیر معاویہ نے اون مین سے چھ آدمیونکو رہا کر دیا، اور چھ کو جنمین ایک حجر تھے قتل کا حکم دیا،[2]

نماز کی مہلت جب جلاد مقتل کی طرف لے چلے تو حجر نے دو رکعت نماز پڑھنے کی مہلت مانگی، مہلت دی گئی، نماز پڑھنے کے بعد کہا کہ اگر لمبی لمبی رکعتین پڑھنے مین اس کا خطرہ نہ ہوتا کہ تم لوگ گمان کروگے کہ مین نے خوف سے نماز کو طول دیا ہے، تو لمبی رکعتین پڑھتا، اگر میری گذشتہ نمازین اس قابل نہین ہین کہ مجھے فائدہ پہنچا سکین تو یہ دو نون کیا فائدہ پہنچا سکتی ہین، پھر وصیت کی

---

[1] ابن اثیر۔ [2] استیعاب ج اول ص ۱۳۰، واسد الغابہ ج اول ص ۳۸۶،

کہ میری بیڑیان نہ اوتارنا، اور خون نہ دھونا کہ مین اسی حالت مین معاویہ سے پل صراط پر ملونگا[1]

قتل | وصیت وغیرہ کے بعد جلاد نے وار کیا اور ایک کشتہ ستم خاک وخون مین تڑپنے لگا،

یہ واقعہ ۵۱ھ مین پیش آیا،

حجر کا قتل معمولی واقعہ نہ تھا، اپنے خاندانی اعزاز اور حضرت علیؓ کی حمایت کی وجہ سے کوفہ مین بڑی وقعت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے، اس لئے اہل کوفہ مین بڑی برہمی پیدا ہوگئی، معززین کوفہ حضرت حسنؓ کے پاس فریاد لیکر پہنچے، آپ بیحد متاثر ہوئے لیکن امیر معاویہؓ کی بیعت کر چکے تھے اس لئے مجبور تھے،

اہل بیت نبوی مین بھی حجر کی بڑی وقعت تھی، چنانچہ حضرت عائشہؓ نے جس وقت اون کی گرفتاری کی خبر سنی، اسی وقت انھون نے عبد الرحمن بن حارث کو امیر معاویہ کے پاس دوڑایا کہ وہ حجر اور اون کے رفقاء کے معاملہ مین خدا کا خوف کرین، لیکن یہ اسوقت پہنچے جب حجر قتل ہو چکے تھے، پھر بھی انھون نے امیر معاویہ کو بڑی ملامت کی، امیر معاویہ نے جواب دیا مین کیا کرتا زیاد نے اون کی بڑی شکایات کی تھین، اور لکھا تھا کہ عنقریب یہ لوگ ایسا رخنہ پیدا کرین گے جس مین پیوند نہ لگ سکیگا،[2]

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کو خبر ہوئی تو زار زار رونے لگے، خود امیر معاویہ کے آدمیون نے اس قتل کو پسندیدگی کی نظر سے نہین دیکھا، چنانچہ ربیع بن زیاد حارثی گورنر خراسان نے سنا تو اس درجہ متاثر ہوئے کہ دعا کی کہ "خدایا اگر تیرے یہان ربیع کے لئے بھلائی ہو تو اس کو جلد بلالے" معلوم نہین یہ دعا کس دل سے نکلی تھی کہ سیدھی باب اجابت پر پہنچی اور ربیع کو خدا نے بہت جلد بلالیا،[3]

---

[1] استیعاب ج اول ص ۱۳۰ و اسد الغابہ ج اول ص ۳۸۶۔ [2] ایضاً [3] اسد الغابہ ج اول ص ۳۸۶،

حضرت عائشہ رض کو بڑا صدمہ تھا، چنانچہ اسی سال جب امیر معاویہ حج کو گئے اور زیارت کے لئے مدینہ حاضر ہوئے، اور حضرت عائشہ رض کی خدمت مین گئے تو انھون نے کہا معاویہ تم کو میرے پاس آتے وقت اس کا خوف نہین ہوا کہ مین نے کسی شخص کو اپنے بھائی محمد بن ابی بکر کے خون کا بدلہ لینے کے لئے چھپا دیا ہو، عرض کی مین بیت الامان مین آیا ہون، فرمایا تم کو حجر اور ان کے ساتھیون کے قتل کے بارہ مین خدا کا خوف نہین معلوم ہوا، عرض کیا، ان کو ان لوگون نے قتل کیا جنھون نے ان کے خلاف شہادت دی[۱]،

اولاد حجر کے دو لڑکے تھے، عبد الرحمن اور عبد اللہ، لیکن یہ دونون عبد اللہ بن زبیر رض اور امویون کی ہنگامہ آرائیون مین مصعب کے ہاتھون قتل ہو گئے[۲]،

فضل وکمال، حجر اپنے خاندانی اعزاز ومرتبہ کے علاوہ صحابہ کرام کی جماعت مین بھی ممتاز اور بلند پایہ شخصیت رکھتے تھے، علامہ ابن عبد البر لکھتے ہین:-

کان من فضلاء الصحابۃ وصغر سنہ عن کبارھم، — یعنی حجر فضلاے صحابہ مین تھے اور اپنی صغر سنی کے باوجود بڑون مین شمار ہوتے تھے[۳]،

مشہور تابعی محمد بن سیرین سے جب قتل سے پہلے کی نفل پڑھنے کے بارہ مین پوچھا جاتا تو کہتے یہ دو رکعتین خبیب اور حجر نے پڑھی ہین، اور یہ دونون فاضل تھے[۴]،

۲۹ حضرت حسیل بن جابر رض

نام ونسب حسل نام، باپ کا نام جابر تھا، نسب نامہ یہ ہے حسیل بن جابر بن یمان بن حارث بن قطیعہ بن عبس بن بغیض عبسی، حسیل اپنے دادا یمان کے نام سے مشہور ہین، یمان ان کے دادا کا عرفی نام تھا،

[۱] استیعاب ج ۱ ص ۱۳۸ [۲] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۴۶۸ [۳] استیعاب ج اول ص ۱۳۷ [۴] ایضاً

اصل نام جروہ تھا، یمان کی شہرت کا سبب یہ ہے کہ انھون نے اپنے قبیلہ مین ایک خون کیا تھا اور
بھاگ کر مدینہ آگئے تھے، اور بنی عبد الاشہل کے حلیف ہو گئے تھے، چونکہ یمنی تھے اس لئے اون کے حلیف
انھین یمانی کہنے لگے، [1]

اسلام وغزوات۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ آنے کے بعد ہی شرفِ اسلام سے مشرف ہوئے، بدر کے
موقعہ پر حسیل اور اون کے صاحبزادے حذیفہ اس مین شرکت کے لیے آرہے تھے، سوء اتفاق سے
کفار قریش کے ہاتھون پڑ گئے، ان لوگون نے کہا تم دونون محمد کے پاس جارہے ہو، انھون نے کہا: نہین
ہم مدینہ جارہے ہین، قریشیون نے کہا اچھا خدا کو درمیان مین دیکر عہد کرو کہ جنگ مین شریک
نہ ہوگے اور مدینہ جاکر لوٹ آؤگے، چونکہ اس وقت قریش کے پنجہ مین تھے، اس لئے عہد کرلیا، اور
مدینہ آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع دی، آپ نے فرمایا، لوٹ جاؤ اور عہد پورا کرو، [2]

شہادت بدر کے بعد احد کا معرکہ ہوا حسیل اسمین شریک ہوئے، لیکن بہت ضعیف ہو چکے تھے،
لڑنے کی طاقت نہ تھی، اس لئے یہ اور ایک دوسرے ضعیف العمر بزرگ حضرت ثابت بن رض
وقش عورتون اور بچون کے ساتھ تھے، لیکن اس ضعیف پیری مین بھی جوشِ جہاد نے گوشہ مین نہ بیٹھنے
دیا، اور ایک نے دوسرے سے کہا کہ اب ہم کو کس چیز کا انتظار ہے، خدا کی قسم ہماری عمر ہی
کتنی باقی ہے، آج نہ مرے تو کل مرنا ہے، چلو تلوار سنبھال کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلین
شاید خدا خلعت شہادت سے سرفراز فرمائے، چنانچہ دونون بزرگ تلوارین لیکر میدانِ کارزار مین
پہنچے، ثابت بن وقش کو مشرکین نے شہید کردیا، حسیل کو مسلمانون نے نہ پہچانا اور غلطی سے تلوارین لیکر
ٹوٹ پڑے، ان کے لڑکے نے پہچان کر، میرے والد، میرے والد" کی صدا لگائی، لیکن حسیل کا کام
تمام ہو چکا تھا، اس طرح شہادت کی تمنا پوری ہو گئی، ان کے بیٹے حذیفہ نے دعا کی کہ خدا غلطی سے

---

[1] استیعاب ج ۱ ص ۱۰۳، [2] مسلم کتاب الجہاد والسیر باب الوفاء بالعہد،

قتل کرنے والوں کو معاف کرے، وہ بڑا رحمت والا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیت دینی چاہی، لیکن حذیفہؓ کی حمیت نے اسے لینا گوارا نہ کیا، اور مسلمانوں پر صدقہ کر دیا،[۱]

۳۰- حضرت حکمؓ بن حارث

نام ونسب: حکم نام، باپ کا نام حارث، نسباً سلمی تھے،

اسلام: فتح مکہ سے پہلے مشرف باسلام ہوئے، قبول اسلام کے بعد کئی غزووں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک جہاد ہوئے، غزوہ حنین میں مقدمۃ الجیش میں تھے، راستہ میں ایک مقام پر ان کی اونٹنی بیٹھ گئی، اس کو مار مار کر اٹھانا چاہتے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ادھر سے گذرے تو روکا، اور جھڑک کر اونٹنی کو اٹھا دیا،[۲]

وفات: بصرہ آباد ہونے کے بعد مدینہ سے یہاں منتقل ہوگئے، وفات کا زمانہ متعین نہیں ہے، مرتے وقت یہ وصیت کی تھی کہ میری قبر پر پانی چھڑک کر قبلہ رو میرے لئے دعا کرنا،[۳]

سرمایہ داری کی مخالفت: اسلام نے ناجائز سرمایہ داری کی سخت مخالفت کی ہے، حکم اس بارہ میں اتنے سخت تھے کہ کبھی روپیہ نہیں جمع کیا، ان کے بھتیجے کا بیان ہے کہ میرے چچا کو دو ہزار وظیفہ ملتا تھا، جب وہ ملتا تو اپنے لڑکے کو حکم دیتے کہ جا کر اسے خرچ کر دو، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جس نے ایک دینار چھوڑا، اس پر ایک داغ ہوگا، اور جس نے دو چھوڑے، اوس پر دو داغ ہوں گے،[۴]

---

[۱] سیرت ابن ہشام ج اول ص ۳۰۳، حاکم نے مناقب بھان میں یہ واقعہ خفیف تغیر کیساتھ لکھا ہے [۲] ابن سعد ج ۷، ص ۲ و ۳ [۳] اصابہ ج ۲ ص ۲۷ [۴] اسد الغابہ ج ۲ ص ۳۱،

۱۳۔ حضرت حکم بن عمرو غفاریؓ

نام و نسب حکم نام، باپ کا نام عمرو تھا، نسب نامہ یہ ہے، حکم بن عمرو بن مجدع بن حذیم بن حارث ابن ثعلبہ بن ملیک بن ضمرہ بن بکر بن مناۃ بن کنانہ،

اسلام ان کے اسلام کا زمانہ متعین نہیں، کسی وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ حق پرست پر مشرف باسلام ہوئے، اور اسلام لانے کے بعد آپ کے دامن سے وابستہ ہوگئے، پھر بصرہ آباد ہونے کے بعد یہاں بود و باش اختیار کر لی،[1]

جنگ صفین سے کنارہ کشی شیخین کے بعد مسلمانوں میں بڑی خانہ جنگیاں ہوئیں، لیکن حکم نے کسی میں حصہ نہ لیا، جنگِ صفین میں حضرت علیؓ نے کہلا بھیجا کہ اس جنگ میں تم پر ہماری امداد کا زیادہ حق ہے، حکم نے جواب دیا کہ میں نے اپنے دوست اور آپ کے ابن عم سے سنا ہے کہ جب ایسا اور اس قسم کا کوئی معاملہ پیش آئے تو لکڑی کی تلوار بنا لینا،[2]

امیر معاویہ کے زمانہ میں زیاد نے ان کو خراسان کا گورنر بنانا چاہا، انھوں نے اس کو قبول کر لیا اور نہایت ایمانداری اور سچائی کے ساتھ اس خدمت کو انجام دینے لگے لیکن جب کبھی اسلامی اصول اور حکومت کے اصول میں تعارض ہو جاتا تو حکم حکومت کے اصول کو ٹھکرا دیتے، خراسان کی گورنری کے زمانہ میں کسی جنگ میں بہت سامالِ غنیمت ہاتھ آیا، زیاد نے لکھ بھیجا کہ امیر المومنین کا فرمان آیا ہے کہ سونا چاندی ان کے لئے محفوظ کر لیا جائے، اس لئے سونا چاندی لوگوں میں تقسیم نہ کرنا، چونکہ یہ حکم اسلامی اصول کے خلاف تھا، اس لئے انھوں نے نہایت صاف جواب لکھا، " السلام علیک، امابعد تمہارا خط جس میں تم نے امیر المومنین کے حکم کا حوالہ دیا ہے، ملا، لیکن

---

[1] ابن سعد ج ۷ ق اول ص ۱۸ [2] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۴۴۲،

امیر المومنین کے مکتوب کے قبل مجھکو اللہ کی کتاب مل چکی ہے (یعنی مال غنیمت مین عام مجاہدین کا بھی حصہ ہے،) خدا کی قسم اگر کسی بندہ کو آسمان وزمین گھیر لین اور وہ خدا سے ڈرتا ہو تو وہ اس کی رہائی کا ضرور کوئی نہ کوئی سامان کردیگا، (یعنی اس عدول حکمی پر جو عین حکم خدا کے مطابق ہے، کہ مجھے کوئی نقصان نہین پہنچا سکتے) یہ جواب لکھکر مجاہدین کو حکم دیا کہ اپنا اپنا حصہ لے لو[1]

گو انھون نے خراسان کی گورنری قبول کرلی تھی، لیکن اس زمانہ کے محدثات سے کبھی متاثر نہ ہوے، بلکہ نالان رہے، خدا سے دعا کرتے رہتے کہ "خدایا اگر تیرے یہان میرے لئے بھلائی ہے تو تو مجھکو بلالے"، ایک مرتبہ کہہ رہے تھے کہ اے طاعون مجھکو اٹھالے، کسی نے کہا ایسی دعا کیون کرتے ہین، جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد موجود ہے کہ ہم لوگون کو کسی مصیبت کی وجہ سے موت کی تمنا نہ کرنی چاہیئے، فرمایا جو کچھ تم نے سنا ہے، وہ مین نے بھی سنا ہے، لیکن مین چاہتا ہون کہ چھ چیزون کے دیکھنے سے پہلے دنیا سے اُٹھ جاؤن، حکم (فیصلہ) کی تجارت، پولیس کی کثرت، نوعمر لڑکون کی حکومت، خون ریزی، قطع رحم، اور ایسی نسل جو قرآن کو مزامیر بنائیگی[2]

وفات۔ خدانے اون کی دعا قبول کی اور ایسے وقت آنے سے پہلے ہی امیر معاویہ کے عہدِ خلافت ۵۰ھ مین خراسان مین وفات پاگئے[3]، آخر عمر مین بال پک گئے تھے، مہندی کا خضاب لگاتے تھے[4]

فضل وکمال۔ فضل وکمال کے اعتبار سے کوئی لائقِ ذکر شخصیت نہ رکھتے تھے، تاہم اون کی روایت سے حدیث کی کتابین بالکل خالی نہین ہین، ابو الشعثاء، اور حسن نے اون سے روایت کی ہے[5]

[1] ابن سعد ج ۷، ق اول ص ۱۸، [2] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۴۴۳، [3] ابن سعد ج ۷، ق اول ۱۸، [4] مسند احمد بن حنبل ج ۵ ص ۶۷، [5] تہذیب الکمال، ص ۸۴،

۳۲- حضرت حکم بن کیسان رضؓ

نام ونسب حکم نام، باپ کا نام کیسان تھا، ابوجہل کے والد مغیرہ کے غلام تھے،

گرفتاری بدر سے واپسی کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے کاروان تجارت کے نقل وحرکت کا پتہ چلانے کے لئے عبداللہ بن جحشؓ کی سرکردگی مین ایک دستہ بھیجا تھا، کھجور کے ایک باغ کے پاس دونون مین مڈبھیڑ ہوئی، حکم قریش کے قافلہ کے ساتھ تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیخدمت مین لے آئے، قریش نے ان کے چھڑانے کے لیے فدیہ بھیجا لیکن حضرت سعد بن ابی وقاصؓ قریش کے ہاتھون مین اسیر تھے، اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فدیہ قبول کرنے سے انکار کردیا، اور حکم سے فرمایا جب تک سعد ابن ابی وقاصؓ واپس نہ آئین گے اس وقت تک تم نہین چھوٹ سکتے،

اسلام اس گفتگو کے دوسرے دن سعد بن ابی وقاصؓ آگئے، اب حکم کی رہائی مین کوئی رکاوٹ باقی نہ تھی، لیکن جب آزادی کا موقع آیا تو اسلام کی غلامی کا طوق گردن مین ڈال کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین رہنے لگے،

شہادت قبولِ اسلام کے بعد جہاد فی سبیل اللہ مین مشغول ہوگئے، اور بیر معونہ کے معرکہ مین جامِ شہادت پیا، [۳]

۳۳- حضرت حمزہ بن عمروؓ

نام ونسب حمزہ نام، ابوصالح کنیت، نسب نامہ یہ ہے: حمزہ بن عمرو بن عویمر بن حارث الاعرج

---

[۱] سیرت ابن ہشام ج اول ص ۳۴۴ [۲] ایضاً ص ۳۴۶ [۳] ابن سعد ج ۴ ق اول، ص ۱۰۱

	ابن سعد بن زرنح بن عدی بن سہل بن مازن بن حارث بن سلامان بن اسلم بن افصی بن حارثہ سلمی[۱]
اسلام	فتح مکہ یا اوس کے بعد مشرف باسلام ہوئے، اسلام لانے کے بعد سب سے اول

غزوۂ تبوک مین شریک ہوئے،[۱]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا جوئی صحابۂ کرام کے لئے سب سے بڑی دولت تھی، وہ نہ صرف اپنے لئے اس دولت کے حصول پر بلکہ دوسرون کے حصولِ سعادت پر بھی فورمسرت سے معمور ہو جاتے تھے، ایک صحابی حضرت کعب رضی بن مالک انصاری غزوۂ تبوک مین نہ شریک ہو سکے تھے، بہت سے منافق بھی جو ہمیشہ ایسے موقع پر پہلوتہی کر جاتے تھے، تبوک مین شریک نہ ہوئے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تبوک سے واپس تشریف لانے کے بعد آپ سے جھوٹی معذرت کرلی، آپ نے اون کی معذرت قبول کرلی، کعب رضی ایک راسخ العقیدہ اور سچے مسلمان تھے، اس لئے وہ اپنی کوتاہی پر حقیقۃً بہت نادم اور شرمسار تھے، انھون نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہو کر صحیح صحیح واقعہ بیان کر دیا، آپ نے اون کی معذرت بھی قبول فرمائی لیکن وحی الہی کا شہادت تک عام مسلمانون کو ان کے ساتھ ملنے جلنے سے منع کر دیا، حتیٰ کہ اون کی بیوی کو بھی ممانعت ہو گئی، اور کعب چند دنون تک نہایت حزن و ملال کی زندگی بسر کرتے رہے، جب اون کی صفائی مین وحی نازل ہوئی تو صحابہ کی جماعت مین مسرت کی ایک لہر دوڑ گئی اور وہ کعب کو یہ مژدہ سنانے کے لئے چارون طرف سے دوڑ پڑے، حمزہ رضی اس قدر مسرور تھے کہ سب سے پہلے اپنی زبان سے برائت کا مژدہ سنانا چاہتے تھے، اس لئے اس پہاڑی پر چڑھ گئے، اور وہین سے چلا کر کعب کو مژدہ سنایا، اور سب سے پہلے اون ہی کی زبان نے کعب کے کانون تک برارت کی خوشخبری پہنچائی تھی، پھر پہاڑی سے اتر کر اطمینان سے کعب کے پاس گئے،

[۱] ابن سعد ج ۴ ق ۲ ص ۵۷،

کعب اس مژدہ پر اس قدر مسرور ہوئے کہ اپنا لباس اتار کر حمزہ کو پہنا دیا[1]

فتوحات شام | عہدِ فاروقی میں شام کی فوج کشی میں شریک ہوئے اجنادین کی فتح کا مژدہ بھی لائے تھے،[2]

وفات | سنہ ۶۱ھ میں ۷۱ سال کی عمر میں وفات پائی،[3]

فضل وکمال | گو علمی حیثیت سے حمزہ کا کوئی خاص درجہ نہیں ہے، تاہم اون سے ۹ حدیثیں مروی ہیں، اون سے روایت کرنے والوں میں اون کے لڑکے محمد اور سلیمان بن یسار قابل ذکر ہیں[4]

روزدن سے شغف | حضرت حمزہ کو روزدن سے غیر معمولی شغف تھا سفر میں بھی افطار کرنا اون کے لئے شاق تھا، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سفر کے روزہ کے بارے میں پوچھا، آپ نے فرمایا تم کو اختیار ہے چاہے رکھو چاہے افطار کرو،[5]

۴۳۔ حضرت حنظلہ بن ربیع رض

نام ونسب | حنظلہ نام، ابوربعی کینت، نسب نامہ یہ ہے، حنظلہ بن ربیع بن صیفی بن رباح بن حارث ابن مخاشن بن معاویہ بن شریف بن جروہ بن اسید بن عمرو بن تمیم تمیمی،

اسلام | ان کے اسلام کا زمانہ متعین طور پر نہیں بتایا جاسکتا، لیکن قیاس یہ ہے کہ آغازِ دعوت اسلام میں اس شرف سے مشرف ہوئے ہوں گے اس لئے کہ اسی زمانہ میں اون کے گھرانے میں اسلام کا اثر ہوا تھا، اون کے چچا اکثم بن صیفی عرب کے مشہور حکیم تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے وہ آپ کے ظہور کی خبر دیتے تھے، بعثتِ نبوی کے وقت اون کی عمر ۹۰ سال کی تھی، جب انھیں بعثت کی اطلاع ہوئی تو انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک خط لکھا، آپ نے اوس کا

[1] فتح الباری کتاب المغازی غزوۂ تبوک حدیث کعب بن مالک رض۔ [2] تہذیب الکمال ص ۹۳ [3] استیعاب ج اول ص ۱۰۵ [4] تہذیب الکمال ص ۹۳، [5] اسد الغابہ ج ۲ ص ۵۰،

جواب مرحمت فرمایا، اکثم اس جواب سے بہت مسرور ہوئے اور اپنے قبیلہ کو جمع کرکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہونے اور آپ پر ایمان لانے کی ترغیب دی، لیکن مالک بن نویرہ نے درمیان مین پڑکر سب کو منتشر کردیا، مگر اکثم نے اپنے لڑکے اور جن جن لوگون نے ان کا کہنا مانا سب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین بھیجا، لیکن سوء اتفاق سے آپ تک کوئی نہ پہنچ سکا،[۱] قیاس یہ ہے کہ اسی زمانہ مین حنظلہ بھی ایمان لائے ہون گے، اسلام کے بعد مراسلات نبویؐ کی کتابت کا عہدہ سپرد ہوا،[۲]

غزوات | کسی خاص غزوہ مین اون کی شرکت کی تصریح نہین ملتی، لیکن اس قدر معلوم ہوتا ہے، کہ جہاد فی سبیل اللہ کے شرف سے محروم نہ رہے تھے، چنانچہ بیان کرتے تھے کہ ہم لوگ بعض غزوات مین شریک ہوئے تھے، اس مین ایک مقتولہ عورت کی طرف سے گذر ہوا لوگ جمع ہوکر دیکھنے لگے، اتنے مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، لوگون نے راستہ چھوڑ دیا، آپ نے لاش دیکھکر فرمایا کہ یہ تو لڑتی نہ تھی، پھر ایک شخص کو خالد بن ولید کے پاس بھیجا کہ جاکر کہدو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بچون اور عورتون کے قتل سے منع کرتے ہین،[۳]

غزوۂ طائف سے قبل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انھین بنی ثقیف کے پاس سفیر بناکر بھیجا کہ وہ لوگ صلح پر آمادہ ہین یا نہین،[۴]

قادسیہ کی جنگ مین شرکت کوفہ کا توطن اور وفات | حضرت عمرؓ کے زمانہ مین قادسیہ کی مشہور جنگ مین شریک ہوئے،[۵] کوفہ آباد ہونے کے بعد یہان بود و باش اختیار کرلی، پھر جنگ جمل کے بعد قرقیسیا مین منتقل ہوگئے، اور یہین امیر معاویہ کے زمانہ مین وفات پائی،[۶]

---

[۱] استیعاب ج اول، ص ۱۰۶ [۲] اسد الغابہ ج ۲ ص ۶۶ [۳] مسند احمد بن حنبل ج ۵ ص ۱۷۸ [۴] اسد الغابہ ج ۲ ص ۶۶ [۵] اصابہ ج ۲ ص ۳۸ [۶] ایضاً

فضل وکمال | آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منشی تھے، آپکے مراسلات وغیرہ لکھا کرتے تھے، اس لئے کاتب ان کے نام کا جزو ہو گیا تھا، ان کی ۸ روایتین حدیث کی کتابون مین موجود ہین، ان رواۃ مین یزید بن شخیر اور ابو عثمان نہدی قابلِ ذکر ہین[1]

صفا قلب اور قوت ایمانی | خنظلہ کی قوتِ ایمانی اور صفائے قلب کا اس واقعہ سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا اور اس طرح جنت و دوزخ کا ذکر فرمایا کہ اس کے مناظر آنکھون کے سامنے پھر گئے، خنظلہ بھی اس خطبہ مین تھے، یہان سے اٹھکر گئے تو فطرت انسانی کے مطابق تھوڑی دیر مین سب مناظر بھول گئے اور بال بچون مین پڑکر ہنسنے بولنے لگے، لیکن پھر فوراً متنبہ ہوا عبرت پذیر دل نے ٹوکا کہ اپنی جلد یہ سبق فراموشی ہو گیا، اسی وقت روتے ہوے حضرت ابوبکرؓ کے پاس گئے، حضرت ابوبکرؓ نے پوچھا خیر ہے، کہا ابوبکر! خنظلہ منافق ہو گیا، ابھی ابھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبہ مین جنت و دوزخ کا منظر دیکھ کر گھر آیا، اور آتے سب کو بھلا کر بیوی بچون اور مال و دولت کی دلچسپیون مین مشغول ہو گیا، حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا، میرا بھی یہی حال ہے، چلو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین چلین، چنانچہ دونون خدمتِ نبوی مین پہنچے، آپ نے دیکھ کر پوچھا خنظلہ کیا ہے عرض کی یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) خنظلہ منافق ہو گیا، آپ نے جسوقت جنت و دوزخ کا ذکر فرمایا، اس وقت معلوم ہوتا کہ دونو نگاہون کے سامنے ہین، خطبہ سنکر گھر گیا تو سب بھلا کر بیوی اور مال و جائداد مین مصروف ہو گیا، یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خنظلہ اگر تم لوگ اسی حالت پر ہمیشہ قائم رہتے جس حالت مین میرے پاس سے اٹھ کر گئے تھے، تو ملائکہ آسمانی تمھارے جلسہ گاہون تمھارے راستون اور تمھارے بستروں پر تم سے مصافحہ کرتے، لیکن خنظلہ ان چیزون کا اثر گھڑی دو گھڑی رہتا ہے،[2]

---

[1] تہذیب الکمال ص ۱۰۷، [2] مسند احمد بن حنبل ج ۵ ص ۲۰، اوسد الغابہ ج ۲ ص ۶۷، دونون کے بیان مین خفیف سا اختلاف ہے،

۳۵- حضرت حویطبؓ بن عبدالعزیٰ

نام و نسب۔ حویطب نام، ابومحمد کنیت، سلسلۂ نسب یہ ہے حویطب بن عبدالعزیٰ بن ابو قیس بن عبدود بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر بن لوئی قرشی،

قبل از اسلام ظہورِ اسلام کے وقت ۶۰ سال کی عمر تھی، دعوتِ اسلام کے آغاز ہی سے حویطب اسلام کی طرف مائل تھے، کئی مرتبہ قبولِ اسلام کا قصد کیا، مگر ہر مرتبہ مشہور دشمنِ اسلام ابوالحکم ابن امیہ نے غیرت دلا کر روکا کہ نیا مذہب قبول کرکے اپنے قومی وقار اور آبائی مذہب سے دستبردار ہو جاؤ گے؟[1]

بدر میں مشرکین کے ساتھ تھے، صلح حدیبیہ کی کارروائی میں شروع سے آخر تک شریک رہے، معاہدۂ حدیبیہ میں شاہد تھے، یہ سب کچھ تھا لیکن حویطب کو اس کا پورا یقین تھا کہ قریش کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں کامیاب نہ ہونگے، صلح حدیبیہ میں اس کا اظہار بھی کیا کہ قریش کو محمد سے برا ہی دیکھنا نصیب ہوگا، عمرۃ القضاء کے موقع پر جب قریش نے حدیبیہ کے معاہدہ کے مطابق ۳ دن کے لئے مکہ خالی کر دیا، اس وقت حویطب اور سہیل بن عمرو مکہ ہی میں رہ گئے تھے، تاکہ تین دن کے بعد مسلمانوں سے مکہ خالی کرالیں، چنانچہ تین دن کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ از روئے معاہدہ تمہارے قیام کی مدت ختم ہو چکی اس لئے اب تمکو مکہ خالی کر دینا چاہئے، ان کے کہنے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا کہ غروب آفتاب تک کوئی مسلمان مکہ میں باقی نہ رہے،

فتح مکہ کے بعد جب مشرکین کی قوتیں ٹوٹ گئیں تو حویطب بہت گھبرائے، اور اپنے اہل و عیال کو محفوظ مقامات میں پہنچا دیا، انھیں پہنچا کر واپس ہو رہے تھے کہ عوف کے

---

[1] اسد الغابہ ج ۲ ص ۷۵، [2] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۴۹۲ و ۴۹۳،

باغ کے پاس ان کے پرانے رفیق اور یار غار مسیح الاسلام حضرت ابو ذرؓ آتے ہوئے دکھائی
دیے، حویطب انھین دیکھکر خوف سے بھاگے، حضرت ابو ذرؓ نے آواز دی، حویطب نے کہا تمھارے
ہی آگئے! حضرت ابو ذرؓ نے فرمایا توکیا ہو؟ حویطب نے کہا خوف وہراس، حضرت ابو ذرؓ نے کہا
خوف دل سے نکال دو، تم خدا کی امان مین ماموں ہو، ان تشفی آمیز کلمات سے حویطب کو اطمینان ہوا
اور ابو ذرؓ کے پاس جاکر اطمینان کے ساتھ سلام کیا، ابو ذرؓ نے کہا، اپنے گھر چلو، حویطب نے کہا گھر تک
پہنچ بھی سکتا ہون، مجھکو ڈر ہے کہ گھر پہنچنے سے پہلے ہی کوئی مسلمان میرا کام تمام کردیگا یا گھر مین گھس کر
مار ڈالیگا، اس وقت میرے اہل وعیال مختلف مقامون پر ہین، ابو ذرؓ نے کہا انھین اکٹھا کر لو مین تم کو
گھر تک پہنچا دون گا، چنانچہ حویطب حضرت ابو ذرؓ کے ساتھ ہوگئے، حضرت ابو ذرؓ اعلان کرتے جاتے
تھے کہ حویطب ماموں ہین، انھین کوئی شخص ستانے کا ارادہ نہ کرے، اسیطرح اعلان کرتے ہوے
حویطب کو بحفاظت تمام ان کے گھر پہنچا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین آئے اور پورا واقعہ
بیان کیا، آپنے فرمایا کہ تم کو یہ نہین معلوم کہ ان چند اشتہاری مجرمون کو چھوڑ کر جن کے قتل کرنے
کا حکم دیا گیا ہے، باقی سب ماموں ہین، اس ارشاد کے بعد حویطب کو پورا اطمینان ہوگیا، اور
اپنے اہل وعیال کو اکٹھا کر کے گھر پہنچا دیا،

حویطب کے اطمینان کے بعد حضرت ابو ذرؓ نے ان سے کہا ابو محمد یہ لیت ولعل کب تک،
تم تمام معاملات مین پیش پیش رہے، بھلائی کے بہت سے مواقع کھو چکے، اب بھی وقت نہین
گیا ہے، بہت کچھ باقی ہے، چلو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہو کر اسلام قبول
کرلو، آپ بڑے نیک، بڑے صلہ رحمی کرنے والے اور بڑے حلیم ہین، ان کا شرف وعزاز عین
تمھارا شرف واعزاز ہے، ابو ذرؓ کے اس وعظ وپند سے متاثر ہو کر حویطب اون کے ساتھ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین بطحا آئے، حضرت ابو بکرؓ وعمرؓ بھی موجود تھے، حویطب نے

ابوذرؓ سے اسلامی سلام کا طریقہ پوچھا، انھون نے بتایا کہ السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ حویطب نے اسی طرح سلام کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب مرحمت فرمایا، سلام وجواب کے بعد حویطب نے کہا اشھد ان لا الہ وانک رسول اللہ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا کا شکر ہے کہ اوس نے تم کو اسلام کی ہدایت دی، آپ ان کے اسلام سے بہت مسرور ہوئے، حویطب مکہ کے رؤسا میں تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے قرض مانگا، انھون نے ۴۰ ہزار درہم قرض دیئے، [1]

غزوات، قبولِ اسلام کے بعد حنین اور طائف کے غزوات مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہوئے، آپ نے حنین کے مالِ غنیمت مین سے سنو اونٹ اون کو مرحمت فرمائے، [2]

عہدِ خلفاء، حضرت عمرؓ نے اپنے عہد خلافت مین انصابِ حرم کی تجدید کے لئے جو جماعت مقرر کی تھی، اس کے رکن حویطب بھی تھے، حضرت عثمانؓ کی شہادت کے دن حرم رسولؐ مین قیامت بپا تھی، مدینہ باغیون کے قبضہ مین تھا، مظلوم خلیفہ کی لاش بے گور وکفن پڑی تھی کسی کو باغیون کے خوف سے دفن کرنے کی ہمت نہ پڑتی تھی، دوسرے دن چند مسلمانون نے جان پر کھیل کر لاش دفن کی، ان بہادرون مین ایک حویطب بھی تھے، [3]

وفات، امیر معاویہ کے عہد خلافت مین مدینہ مین وفات پائی، وفات کے وقت ۱۲۰ سال کی عمر تھی، [4]

معاشی حالت، حویطب مکہ کے رئیس تھے، مدینہ مین بھی اس کے مظاہر نظر آتے تھے، اور یہان اون کے عالیشان محلات تھے، ایک مکان امیر معاویہ کے ہاتھ ۴۰ ہزار مین فروخت کیا تھا، [5]

---

[1] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۴۹۳ [2] ابن سعد ج ۵ ص ۳۳۶، [3] استیعاب ج اول ص ۱۲۸، [4] اسد الغابہ ج ۲ ص ۶۷، [5] ایضاً،

فضل وکمال: فضل وکمال کے لحاظ سے حویطب کا کوئی مرتبہ نہ تھا، گو کتب حدیث مین ان کی روایتین ملتی ہین، لیکن ان مین سے کسی کا سماع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہین ہے، البتہ دوسرے کبار صحابہ سے روایتین کی ہین، اور ان سے ان کے لڑکے ابو سفیان اور عبد اللہ بن بریدہ نے روایت کی ہے[1]

جرأت وبیباکی: حویطب نہایت جری وبے باک تھے، واقعات کے اظہار مین بڑے سے بڑے شخص کی پروا نہ کرتے تھے، امیر معاویہ کے زمانہ مین مروان مدینہ کا گورنر تھا، اوس کی تندخوئی مشہور ہے، ایک مرتبہ حویطب اوس کے پاس گئے، اس نے طنزاً پوچھا بڑے میان تم نے اسلام قبول کرنے مین کیون اتنی تاخیر کی، اس شرف مین نوجوان تم سے بازی لے گئے، انھون نے جواب دیا مین نے بارہا ارادہ کیا لیکن تمہارے باپ (ابوالحکم بن امیہ) نے ہر مرتبہ مجھ کو غیرت دلا کر روکا، یہ سچا جواب سنکر مروان چپ ہوگیا، اور بہت نادم ہوا، لیکن حویطب نے اسی جواب پر بس نہین کیا، بلکہ کہا تم کو بتا نا تمہارے باپ نے عثمان پر اسلام کے جرم مین کیا کیا سختیان کین، اس اظہار حقیقت پر مروان اور زیادہ شرمسار اور رنجیدہ ہوا،[2]

۳۶۔ حضرت خارجہ رضؓ بن حذافہ سہمی

نام ونسب: خارجہ نام، باپ کا نام حذافہ تھا، نسب نامہ یہ ہے، خارجہ بن حذافہ بن غانم بن عامر بن عبد اللہ بن عویج بن عدی بن کعب بن لوئی قرشی عدوی، خارجہ زمانہ جاہلیت کے مشہور شہسوارون مین تھے، اور تنہا ہزار پر بھاری تھے،[3]

اسلام: فتح مکہ مین مشرف باسلام ہوئے،[4]

[1] تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۶۶، [2] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۴۹۲، [3] اسد الغابہ ج ۲ ص ۶۷، [4] اصابہ ج ۲ ص ۸۴،

فتح مصر | عہد فاروقی مین جب مصر پر فوج کشی ہوئی اور اس کی تسخیر مین زیادہ عرصہ لگا، تو عمرو بن العاص نے دار الخلافہ سے مزید امداد طلب کی، حضرت عمرؓ نے خارجہ، زبیر بن عوامؓ اور مقداد بنؓ اسود کو فوج دیکر روانہ کیا[1]، ان مین سے ہر ایک ہزار پر بھاری تھا، ان لوگون کے پہنچنے کے بعد نہایت آسانی کے ساتھ فتح ہوگیا، فتح کے بعد عمرو بن العاصؓ خذیفہ کو مصر کا حاکم بنا کر خود اسکندریہ کی طرف بڑھے[2]، اسکندریہ لینے کے بعد لوٹے تو خذیفہ کو مصر کے عہدۂ قضا پر مامور کیا[3]،

شہادت، | جنگِ صفین وغیرہ کے بعد جب خارجیون نے حضرت علیؓ، امیر معاویہؓ اور عمرو بن العاصؓ کا خاتمہ کرنا چاہا تو تین خارجیون نے تینون کے قتل کرنے کا بیڑا اٹھایا، عمرو بن العاصؓ کا قاتل مصر پہنچا اور پچھلے پہر مسجد مین چھپ کر بیٹھ گیا تاکہ جب عمرو بنؓ العاص نماز پڑھنے کے لئے نکلین تو ان کا کام تمام کردے، مگر اس دن عمرو بن العاصؓ کی طبیعت کچھ ناساز تھی، اس لئے ان کے بجائے خذافہ نماز پڑھانے کے لئے آئے، قاتل کو اندھیرے مین شناخت نہ ہوسکی، اور اس نے خذافہ کو عمرو بن العاص سمجھکر قتل کردیا[4]، یہ واقعہ رمضان ۴۰ھ کا ہے،

فضل وکمال | فضل وکمال کے لئے مصر کے عہدۂ قضا کی سند کافی ہے، عبد اللہ بن ابی مرہ اور عبد اللہ بن جبیر نے ان سے روایت کی ہے[5]،

۳۷۔ حضرت خالدؓ بن عرفطہ

نام ونسب | خالد نام، باپ کا عرفطہ تھا، نسب نامہ یہ ہے، خالد بن عرفطہ بن ابرہہ بن سنان بن صیفی بن ہائلہ بن عبد اللہ بن عیلان بن اسلم بن حزاز بن کاہل بن غدرہ، خالد بنی زہرہ بن کلاب

---

[1] اسد الغابہ ج ۲ ص ۹، [2] فتوح البلدان بلاذری ص ۲۲۳ [3] ابن سعد ج ۴ ق اول ص ۱۳۸، [4] ایضاً

[5] تہذیب الکمال ص ۹۹،

کے حلیف تھے،

اسلام، ان کے اسلام کا زمانہ متعین طور سے نہین بتایا جا سکتا، لیکن اس قدر معلوم ہے کہ قبولِ اسلام کے بعد صحبتِ نبوی سے فیض یاب ہوئے، صحب النبی وروی عنہ،[1]

ایران کی فتوحات مین شرکت، ایران کی فوج کشی مین شریک تھے، قادسیہ کی مشہور جنگ مین سعدؓ بن ابی وقاص نے اون کو امیر بنایا تھا،[2] قادسیہ کی کامیابی کے بعد خالد کو آگے بڑھنے کا حکم دیا، انھون نے آگے بڑھ کر سعد کے آنے سے پہلے ساباط فتح کرلیا،[3]

عہد معاویہ، ۴۱ھ مین جب حضرت حسنؓ امیر معاویہ کے مقابلہ مین خلافت سے دستبردار ہو گئے، اسوقت بہت سے لوگون نے امیر معاویہؓ کی خلافت تسلیم نہین کی، ان مین ایک ابن ابی حوساء تھے، چنانچہ امیر معاویہ جب کوفہ آئے تو ابن ابی حوساء اون کے مقابلہ کو نکلے، امیر معاویہ نے خالد کو اون کے مقابلہ پر مامور کیا، انھون نے ابن ابی حوساء کو قتل کرکے اون کی بغاوت فرو کی،[4]

وفات، کوفہ مین رہتے تھے، باختلافِ روایت ۶۰ھ یا ۶۱ھ مین وفات پائی۔[5]

فضل وکمال، فضل وکمال کے لحاظ سے کوئی رتبہ نہ تھا، تاہم ابو عثمان نہدی، مسلم اور عبداللہ ابن یسار وغیرہ نے ان سے روایتین کی ہین،[6]

۳۰۔ حضرت خریم بن فاتکؓ

نام ونسب، خریم نام، ابو یحییٰ کنیت، نسب نامہ یہ ہے خریم بن فاتک بن اخرم بن عمرو بن فاتک ابن قلیب بن عمرو بن اسد بن خزیمہ اسدی،

---

[1] ابن سعد ج ۴ ق اول ص ۴۷ [2] ایضاً [3] فتوح البلدان بلاذری ص ۲۷۰، [4] استیعاب ج اول ص ۱۶۰

[5] اسد الغابہ ج ۲ ص ۹۶ و [6] تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۱۰۶

اسلام: خریم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ تشریف لیجانے کے بعد ہی مشرف باسلام ہوئے،
ان کے اسلام کا دلچسپ واقعہ خود اون کی زبان سے سنو، وہ بیان کرتے ہین کہ مین ایک مرتبہ
اپنے اونٹون کو لیکر نکلا ان پر عراقہ کی دہشت طاری ہو گئی، مین نے ان کے چھندان ڈال دیا، اور
ایک کے بازو سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا، یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آغاز ظہور (مدینہ مین) کا واقعہ
ہے، پھر مین نے کہا اس وادی کے آسیب سے پناہ مانگتا ہون، زمانہ جاہلیت مین ایسے مواقع پر
ایسا ہی کہا کرتے تھے، اتنے مین ایک آواز نے مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور اور آپ کی
تعلیمات کی اطلاع دی، مین نے یہ آواز سن کر پوچھا خدا تم پر رحمت نازل فرمائے تم کون ہو،
جواب ملا مالک بن مالک، مجھ کو رسول اللہ نے نجد بھیجا تھا، مین نے کہا اگر میرے اونٹون کی
حفاظت کی کوئی ذمہ داری لے لیتا تو مین اس شخص (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جاکر
اس پر ایمان لاتا، مالک نے کہا مین ذمہ دار ہون، ان کو بحفاظت تمھارے گھر پہنچا دون گا، چنانچہ
مین نے ان مین سے ایک اونٹ کھولا اور مدینہ آیا، اور ایسے وقت مدینہ پہنچا جب لوگ نماز
جمعہ مین مشغول تھے، مین نے خیال کیا کہ لوگ نماز سے فارغ ہو جائین تب مین مسجد مین جاؤن
یہ خیال کرکے اپنا اونٹ باندھنے جا رہا تھا کہ ابوذر آئے اور کہا کہ تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
بلاتے ہین، مین مسجد مین داخل ہوا، مجھکو دیکھتے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم کو معلوم
ہے اس شیخ نے جس نے تمھارے اونٹون کو تمھارے گھر پہنچانے کے ذمہ داری لی تھی، کیا کیا،
اوس نے بحفاظت اونٹون کو پہنچا دیا، مین نے کہا خدا اوس پر رحمت نازل فرمائے، آپ نے
فرمایا ہان اون پر خدا رحمت نازل فرمائے، اوس کے بعد خریم کلمۂ شہادت پڑھکر مسلمان ہو گئے[1]

غزوات: غزوات مین بدر و احد کی شرکت کا پتہ چلتا ہے[2]

---

[1] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۶۲۲ [2] اصابہ ج ۲ ص ۱۰۶،

فتوحاتِ شام مین شرکت، | حضرت عمرؓ کے زمانہ مین شام کی فتوحات مین شریک ہوئے،[1]

وفات، | کوفہ آباد ہونے کے بعد یہان رہنے لگے، پھر شام منتقل ہوگئے، اور یہین امیر معاویہ کے زمانہ مین وفات پائی،[2]

خریم نہایت لطیف مزاج اور نفاست پسند تھے، لباس اور وضع قطع مین خوبصورتی اور نفاست کا بہت لحاظ رکھتے تھے، اسلام سے پہلے نیچا ازار پہنتے تھے، اور لمبے لمبے گیسو دوش پر لہرایا کرتے تھے، ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، خریم کیا اچھے آدمی تھے، اگر اتنی لمبی کاکلین نہ رکھتے اور اتنا نیچا ازار نہ پہنتے، یہ ارشاد خریم کے کانون تک پہنچا تو خمدار اور لمبے گیسو کٹ کر صاف ہوگئے اور نیچا ازار نصف ساق تک آگیا،[3]

۳۹۔ حضرت خفاف بن ایماؓ

نام ونسب، | خفاف نام، باپ کا نام ایما تھا، نسب نامہ یہ ہے، خفاف بن ایما بن رحضہ بن حربہ ابن خفاف بن حارثہ بن غفار غفاری، ان کے والد ایما بنی غفار کے سردارون مین تھے،

اسلام، | خفاف کے گھر مین بہت ابتدا مین اسلام کی روشنی پھیلی، چنانچہ ہجرت سے بہت پہلے حضرت ابوذر غفاریؓ کی دعوت پر خفاف اور ان کے والد ایما مشرف باسلام ہوئے، اور وہ غفار کے مسلمانون کی امامت کرتے تھے، مشہور دشمن اسلام ابو سفیان کو خفاف کے اسلام کی خبر ہوئی تو بولا رات بنی کنانہ کا سردار بے دین ہوگیا،[4]

خفاف اور ان کے والد ایما مقام غیقہ مین رہتے تھے، اور قربت کی وجہ سے بکثرت

---

[1] اصابہ ج ۲ ص ۱۰۹ [2] ایضاً [3] ابوداؤد کتاب اللباس باب ما جاء فی اسبال الازار [4] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۶۹۲، [5] اسد الغابہ ج ۲ ص ۱۰۸ [6] ایضاً،

مدینہ آیا جایا کرتے تھے اس لئے خفاف کا شمار مدنی صحابہ مین ہے[1]

سنہ ۶ھ مین جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عمرۃ القضا کے لئے نکلے، اور مقام ابوا مین قیام فرمایا، تو ایمانے خفاف کے ہاتھ سو بکریان اور دو بار شتر دودھ نذر بھیجا، آپنے شکریہ کے ساتھ قبول فرمایا اور برکت کی دعا دی،[2]

بیعت رضوان | اس کے بعد اس سلسلہ کے تمام واقعات مین ساتھ رہے، اور بیعتِ رضوان کے شرف سے مشرف ہوئے،[3]

غزوات | کسی متعین غزوہ مین اون کی شرکت کی تصریح نہین ملتی لیکن اس شرف سے محروم نہ رہے تھے، حضرت عمرؓ نے ایک موقع پر خفاف کی لڑکی کی طرف اشارہ کرکے فرمایا تھا کہ اس عورت کے بھائی اور باپ نے ایک قلعہ کا محاصرہ کیا تھا، اور مدت کے بعد اوس کو فتح کیا،[4]

وفات | حضرت عمرؓ کے زمانہ مین وفات پائی،[5]

اولاد | موت کے بعد ایک لڑکا اور ایک لڑکی یادگار چھوڑی، حضرت عمرؓ خفاف کے خدمات اسلامی کی وجہ سے اون کی اولاد کو بہت مانتے تھے، حضرت عمرؓ کے زمانہ مین خفاف کے داماد کا بھی انتقال ہو گیا، اور اون کی لڑکی سخت مصیبت مین مبتلا ہو گئی، ایک دن حضرت عمرؓ بازار جا رہے تھے، راستہ مین ایک جوان عورت نے اُن سے کہا امیر المومنین! میرا شوہر مر گیا ہے، اور چھوٹے چھوٹے بچے ہین، کھیتی اور مویشی کوئی ذریعۂ معاش نہین ہے، مجھکو ڈر ہے کہ قحط ان بچون کو ختم کر دیگا، مین خفاف بن ایماء کی لڑکی ہون، میرے باپ حدیبیہ مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ تھے، حضرت عمرؓ اوس کی داستانِ غم سن کر ٹھہر گئے اور مرحبا بنسبٍ کہکر

---

[1] اسد الغابہ ج ۲ ص ۱۰۸ [2] فتح الباری [3] اسد الغابہ ص ۱۸۱ [4] بخاری کتاب المغازی باب غزوۂ حدیبیہ
[5] اصابہ ج ۲ ص ۱۳۰ [6] بخاری المغازی باب غزوہ حدیبیہ

اوس کی دلدہی کی، اس کے بعد گھرلیجا کر ایک مضبوط اونٹ لیا اور اوس پر دو گوند بھر کے کپڑا اور سامانِ خورد و نوش بار کر کے اونٹ کی مہار اس عورت کے ہاتھ مین دی اور فرمایا اس کو لیجاؤ، جب تک خدا فارغ البالی نہ عطا کریگا، اس وقت تک یہ ذخیرہ چلے گا، ایک شخص نے اعتراض کیا کہ امیر المومنین! آپ نے ایک عورت کو اتنا دیدیا؟ فرمایا ثکلت امک کیا تجھکو معلوم نہین کہ اس کے بھائی اور باپ نے ایک قلعہ کا محاصرہ کیا تھا، اور ایک مدت کے بعد اس کو فتح کیا،[1]

فضل وکمال، فضل وکمال کے لئے یہ سند کافی ہے کہ اپنے قبیلہ کے خطیب اور امام تھے[2]، ان سے پانچ حدیثیں بھی مروی ہین، ان مین سے ایک مسلم مین ہے،[3]

۸۰۔ حضرت ذویبؓ بن حلحلہ

نام ونسب، ذویب نام، باپ کا نام حلحلہ تھا، نسب نامہ یہ ہے۔ ذویب بن حلحلہ بن عمرو بن کلیب بن اصرم بن عبداللہ بن قمیر بن حبشیہ بن سلول بن کعب بن عمرو بن ربیعہ بن حارثہ بن عمرو بن عامر خزاعی کعبی ذویب قدید مین رہتے تھے۔ لیکن مدینہ مین بھی ایک گھر تھا،

اسلام وغزوات، فتح مکہ سے پہلے مشرف اسلام ہوئے، فتح مکہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھے[4] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قربانی کے جانورون کو مکہ لیجانے کی خدمت ان ہی کے سپرد تھی، اور یہ ہدایت تھی کہ اگر کوئی جانور راستہ مین تھک کر بیٹھ جائے اور آگے جانے کے قابل نہ رہے تو اسے ذبح کر کے لوگون کے لئے چھوڑ دین۔ اس خدمت کی وجہ سے وہ "صاحب بدن رسول اللہ"، یعنی "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قربانی کے جانور والے" کہے جاتے تھے،[5]

---

[1] بخاری کتاب المغازی باب غزوۂ حدیبیہ، [2] استیعاب ج اول ص ۱۶۸، [3] تہذیب الکمال ۱۰۸، [4] اصابہ ج ۲ ص ۱۴۷، [5] ایضاً و ابن سعد ج ۴ ق ۲ ص ۱۵،

وفات | امیر معاویہ کے آخری یا یزید کے ابتدائی عہدِ حکومت مین وفات پائی،[1]

۴۱- حضرت ربیعہ بن کعب اسلمیؓ

نام ونسب، | ربیعہ نام، ابو فراس کنیت، نسب نامہ یہ ہے، ربیعہ بن کعب بن مالک بن لعمیر اسلمی،

اسلام، | ربیعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ تشریف لانے کے بعد مشرف باسلام ہوئے، مفلس ونادار تھے، اس لئے اصحاب صفہ کے مقدس زمرہ مین شامل ہوگئے گو یہ مدینہ کے باشندہ نہ تھے، لیکن یہان مستقل گھر بنا لیا تھا، اور ان کا شمار اہلِ مدینہ مین ہونے لگا تھا،[2]

خدمتِ نبوی، | بیوی بچون کی فکر سے بالکل آزاد تھے، ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا شادی نہ کروگے، عرض کی شادی کا مطلق ارادہ نہین،[3] اس آزادی کی وجہ سے انھین خدمت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی سعادت کا بہت موقع ملتا تھا، چنانچہ ہر وقت آستان نبوی پر پڑے رہتے تھے، حضور کے لئے وضو کا پانی رکھنا مخصوص خدمت تھی، غزوات مین بھی ہمرکاب رہتے تھے،[4]

عطیہ رسول | ان کی تنگدستی کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وجہ معاش کے لئے تھوڑی سی زمین عطا فرمائی تھی، اس کے پاس کچھ کھجور کے درخت تھے ان کے بارہ مین ایک مرتبہ ان مین اور حضرت ابو بکر صدیقؓ مین کچھ اختلاف ہو گیا، ربیعہ کے تمام اہل قبیلہ جمع ہو گئے، مگر انھون نے ان کو روکا اور سمجھایا کہ کسی کی زبان سے کوئی ایسی بات نکلنے نہ پائے جس سے صدیق کو صدمہ پہنچے، اور ان کی ناراضی خدا اور رسول کی ناراضی کا موجب ہو، آخر مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ربیعہ کے موافق فیصلہ فرمایا،[5]

---

[1] استیعاب ج اول ص ۱۳۷، [2] اسد الغابہ ج ۲ ص ۱۷۰، [3] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۵۲۱، [4] ابن سعد ج ۴ ق ۲ ص ۴۴، [5] ایضاً،

نقل مکان، | اٰقا کی زندگی بھر مدینہ میں رہے، آپ کی وفات کے بعد برداشتہ خاطر ہو کر اپنے قبیلہ مین چلے گئے،[1]

وفات، | ایام حرہ کے بعد ۶۳ھ مین وفات پائی،[2]

۴۲۔ حضرت رفاعہ بنؓ زید

نام ونسب، | رفاعہ نام، باپ کا نام زید تھا، نسباً قبیلۂ جذام سے تعلق رکھتے تھے،

اسلام، | خیبر سے کچھ دنون پہلے صلح حدیبیہ کے موقع پر اپنے قبیلہ کے چند آدمیون کے ساتھ مدینہ آکر مشرف باسلام ہوئے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین ایک غلام مدعم پیش کیا، خیبر کے موقع پر شہید ہوئے،[3]

وطن کی واپسی | قبول اسلام کے بعد کچھ دنون تک قرآن کی تعلیم حاصل کرتے رہے،[4] حصول

تبلیغ اور اسلام، | تعلیم کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نامۂ مبارک دیکر انھین ان کے قبیلہ مین تبلیغ کے لئے بھیجا، نامۂ مبارک کا مضمون یہ تھا "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یہ خط محمد رسول اللہ کی جانب سے رفاعہ بن زید کو دیا جاتا ہے، مین ان کو ان کے قبیلہ مین اور جو اس مین داخل ہون ان کی طرف بھیجتا ہون تاکہ وہ انھین خدا اور رسول کی طرف بلائین، جو پیشقدمی کریگا وہ حزب اللہ کا ایک فرد ہوگا، اور جو لوگ پیچھے ہٹینگے ان کے لئے دو مہینہ کی مہلت ہے" رفاعہ یہ خط لیکر وطن پہنچے اور چند دنون مین ان کی کوششون سے ان کا پورا قبیلہ مشرف باسلام ہو گیا،[5]

ابھی ان کا قبیلہ مسلمان ہوا تھا کہ دوسری طرف سے زید بنؓ حارثہ نے جو دوسری مہم پر

---

[1] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۵۲۱ [2] ایضاً، [3] اسد الغابہ ج ۲ ص ۱۸۱، [4] ابن سعد ج ۔ ق ۲ ص ۱۴۸

[5] اسد الغابہ ج ۲ ص ۱۸۲

بھیجے گئے تھے پہنچکر اس پر غلطی سے حملہ کر دیا، کچھ لوگ قتل ہوے اور کچھ گرفتار، رفاعہ اپنے قبیلہ کے وفد کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین فرمایا دے کرآئے اور وہ خط پیش کیا آپ نے فرمایا جو ہونا تھا وہ ہو چکا، اب مقتولین کے بارہ مین کیا کیا جائے ؟ اس وفد کے ایک رکن ابوزید نے کہا قیدیون کو رہائی کا حکم صادر فرمایا جائے. باقی جو لوگ قتل ہوئے ان کا خون معاف کرتے ہین، اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ابوزید کی رائے صائب ہے، اور حضرت علیؓ کو زید بنؓ حارثہ کے پاس بھیجا کہ وہ سب قیدیون کو رہا کر دین، چنانچہ تمام قیدی رہا کر دیئے گئے، اور جس قدر مال لوٹا گیا تھا سب واپس کر دیا گیا[۱]

۴۳۔ حضرت زاہر بنؓ حرام

نام و نسب زاہر نام، باپ کا نام حرام تھا، قبیلۂ بنی اشجع سے نسبی تعلق تھا،

اسلام و غزوات ہجرت کے ابتدائی زمانہ مین مشرف باسلام ہوئے. قبولِ اسلام کے بعد بدرِ عظمیٰ مین شرکت کا شرف حاصل کیا[۲]

آنحضرت صلعم سے محبت و رسم وراہ زاہر اور رسول اکرمؐ مین خاص رسم وراہ تھی، یہ مدینہ کے قریب بادیہ مین رہتے تھے، جب مدینہ آتے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کوئی نہ کوئی دیہاتی تحفہ ساتھ لاتے، آپ فرماتے تھے کہ ہر شہری کا کوئی نہ کوئی دیہاتی ہوتا ہے، آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دیہاتی زاہر ہین[۳]، جب زاہر مدینہ سے گھر واپس جانے لگتے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی کچھ نہ کچھ ساتھ کرتے تھے[۴]

---

[۱] ابن سعد ج ۲، ق ۲ ص ۸۱، [۲] اسد الغابہ ج ۲ ص ۱۹۳، [۳] استیعاب ج اول ص ۲۰۴، [۴] اسد الغابہ ج ۲ صفحہ ۱۹۳،

آپ کو حضرت زاہرؓ کے ساتھ خاص انس و محبت تھی۔ کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یحبہ کبھی کبھی ان سے مزاح بھی فرمایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ زاہر بازار میں کچھ بیچ رہے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اودھر سے گذرے تو زاہر کی پشت سے آکر دونوں ہاتھوں سے ان کی آنکھیں بند کرکے فرمایا اس غلام کو کون خریدتا ہے، زاہر نے پہچان کر عرض کیا یارسول اللہ اس تجارت میں آپ مجھکو کھوٹا مال پائیں گے، فرمایا نہیں خدا کے نزدیک تم سودمند ہو،[۱]

حلیہ، زاہر کو حسنِ ظاہری سے کوئی حصہ نہ ملا تھا، بہت کم رو اور حقیر صورت تھے، لیکن اس روے زیبا کے لئے ظاہری خط و خال اور آب و رنگ کی کیا ضرورت تھی، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب تھا،[۲]

۴۴۔ حضرت زبرقانؓ بن بدر

نام و نسب، حسین نام، ابو عیاش کنیت، زبرقان لقب، نسب نامہ یہ ہے۔ زبرقان بن بدر ابن امرؤ القیس بن خلف بن بہدلہ بن عوف بن کعب بن زید مناۃ بن تمیم تمیمی سعدی، زبرقان تمیم کے شاہی خاندان کے رکن اور اپنے قبیلہ کے سردار تھے، اسلام کے بعد بھی ان کا یہ اعزاز اور مرتبہ برقرار رہا،

اسلام، ۹ھ میں وفد تمیم کے ساتھ مدینہ آئے، وفد کے تمام ارکان شاہی خاندان سے تعلق رکھتے تھے، اس لئے مدینہ بھی جاہلی ٹھاٹھ کے ساتھ آئے، تعلی اور فخاری کے لئے آتش بیان خطیب اور سحر بیان شعرا ساتھ تھے، آستان نبوی پر پہنچکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت مانگی محمد جئناك نفاخرك فاذن لشاعرنا محمد ہم تم سے مفاخرہ کے لئے آئے ہیں،

---

[۱] استیعاب جلد اول ص ۲۰۴، [۲] اصابہ ج ۲ ص ۲،

ہمارے شاعرون کو اجازت دو، آپ سے اجازت لیکر مجلس مفاخرہ منعقد کی، اور بنی تمیم کے شعراء اور خطبا رنے اون کی عالی نسبی، بادشاہی اور اثر و اقتدار کے ترانے گائے، زبرقان بن بدر نے بھی ایک پرزور قصیدہ جو تمامتر نخوت، تعلی، فخاری اور خودستائی پر مشتمل تھا سنایا، طوطی اسلام حضرت حسان بن ثابت نے اسکا جواب دیا، ان کی فصاحت وبلاغت اور شاعرانہ عظمت کو دیکھکر ارکان وفد دنگ رہگئے اور اقراع بن حابس کی تحریک سے سبنے اسلام قبول کرلیا، اقراع بن حابس کے حالات مین اس مجلس مفاخرہ کے تفصیلی حالات لکھے جاچکے ہین[1]،

امارت بنی سعد اور فتنہ ردہ | قبول اسلام کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زبرقان کو بنی سعد کا امیر مقرر فرمایا، آپ کی وفات کے وقت وہ اس عہدہ پر تھے[2]، حضرت ابوبکرؓ کی مسند نشینی کے بعد جب ارتداد کا فتنہ اٹھا، اور بنی تمیم کی بہت سی شاخین مرتد ہوگئین، اور زکوٰۃ دینے سے انکار کردیا، اس وقت زبرقان نے اپنی کوششون سے اپنے قبیلہ بنی سعد کو اس وبا سے بچائے رکھا اور حسب دستور زکوٰۃ وصول کرکے حضرت ابوبکرؓ کی خدمت مین بھیجی[3]، حضرت ابوبکرؓ نے اس خدمت کے صلہ مین انھین ان کے عہدہ پر برقرار رکھا[4]،

عہد فاروقی | حضرت عمرؓ کے زمانہ مین بھی زبرقان اپنی مفوضہ خدمت انجام دیتے رہے، ایک مرتبہ زکوٰۃ کی رقم لئے ہوئے مدینہ آرہے تھے، راستہ مین مشہور شاعر حطیہ سے ملاقات ہوئی، یہ وہ زمانہ تھا کہ عراق فتح ہوچکا تھا، اور عرب بھی دنیاوی تکلفات سے آشنا ہوچلے تھے، اور یہان کے خوش باش عیش پرست عرب کے خشک اور بنجر علاقہ سے تبدیل آب وہوا اور عیش پرستی کے لئے عراق پہنچتے تھے، خطیہ بھی اسی مقصد سے عراق جارہا تھا، زبرقان عہد رسالت کی سادگی کی جگہ

---

[1] سیرۃ ابن ہشام نے نہایت تفصیل سے اس مفاخرہ کو لکھا ہے، ہم نے صرف بقدر ضرورت نقل کیا ہے، ج ۲ ص ۵۵۳ تا ۵۶۰، [2] ابن سعد ج ۷ ق اول ص ۲۷، [3] اسد الغابہ ج اول ص ۱۹۴، [4] ایضاً،

اس قسم کے تعیش کو ناپسند کرتے تھے، چنانچہ انھون نے خطیہ کو اس راہ سے روک کر اپنے گھر واپس کر دیا، اور کہا کہ وہ ان کی واپسی تک ان کا مہمان رہے، حطیہ اس وقت تو لوٹ گیا، لیکن زبرقان نے اس کے شاعرانہ جذبات کو ٹھیس لگائی تھی اس لئے زبرقان کی ایک ہجو کہہ ڈالی، انھون نے حضرت عمرؓ سے اس کی شکایت کی، آپ نے استادِ فن حضرت حسان بن ثابتؓ سے رائے طلب کی کہ حطیہ کے اشعار ہجو مین آتے ہین یا نہین؟ انھون نے فیصلہ کیا کہ ہجو ہے، اثباتِ جرم کے بعد حضرت عمرؓ نے حطیہ کو قید کر دیا، لیکن پھر کچھ دنون کے بعد حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ اور زبیر بن عوامؓ کی سفارش پر ایذا کے لئے توبہ کرا کے رہا کر دیا،[۱]

اظہار حق مین جرأت، | زبرقان اظہارِ حق مین بڑے جری اور بے باک تھے، حق پر ٹوکنے مین کسی کی پروا نہ کرتے تھے، زیاد کا جور و ستم مشہور ہے، اس کے پاس جا کر کہا کہ خلقِ خدا تمھارے جور و ظلم پر خندہ زن ہے

وفات | ان کے وفات کا صحیح زمانہ متعین نہین کیا جا سکتا، امیر معاویہ کے عہد تک ان کی زندگی کا پتہ چلتا ہے،

حلیہ | باپ کا نام بدر تھا، زبرقان اسی بدر کے لڑکے تھے اور اپنے غیر معمولی حسن و جمال کی وجہ سے "ماہ نجد" کہے جاتے تھے، مکہ جاتے تھے تو فتنہ کے خیال سے چہرہ پر ڈھاٹا باندھ لیتے تاکہ صورت پر کسی کی نظر نہ پڑنے پائے[۲]

۵۴۔ حضرت زید بن خالد جہنیؓ

نام و نسب، | زید نام، ابو عبدالرحمن کنیت، باپ کا نام زید تھا قبیلہ جہینہ سے نسبی تعلق تھا،

اسلام، | حدیبیہ کے پہلے مشرف باسلام ہوئے اور مدینہ ہی مین مستقل بود و باش اختیار کر لی[۳]

غزوات، | سب سے اول غزوۂ حدیبیہ مین شریک ہوئے فتح مکہ مین اپنے قبیلہ کے ساتھ تھے، فتح مکہ مین

---

[۱] استیعاب ج اول ص ۲۱۱، [۲] اصابہ ج ۲ ص ۴، [۳] اسد الغابہ ج ۲ ص ۱۹۴ [۴] ایضاً ص ۲۲۸،

اور مسلمان قبائل کی طرح ان کا قبیلہ بھی پرچم لہراتا ہوا داخل ہوا تھا،[۱]

وفات، | زید کا سنہ وفات اور جائے وفات دونوں مین سخت اختلاف ہے، لیکن بروایت صحیح ۸ھ مین دیار محبوب مین وفات پائی، وفات کے وقت پچاسی برس کی عمر تھی،[۲]

۴۶- حضرت زید بن مہلہل

نام ونسب، | زید نام، خیر لقب، نسب نامہ یہ ہے، زید بن مہلہل بن زید بن منہب بن عبد رضا بن مختلس ابن ثوب بن کنانہ بن مالک بن نائل بن نبہان بن عمرو بن غوث الطائی نبہانی،

اسلام، | ۹ھ مین طے کے وفد کے ساتھ مدینہ آئے، اور خدمتِ نبوی مین حاضر ہو کر عرض کی یا رسول اللہ مین نو دن کی دشوار گذار مسافت سے آیا ہون اس سفر مین میری سواری تھک گئی، میری راتین آنکھون مین گئین میرے دن تشنہ لبی مین بسر ہوے، اور یہ ساری مشقت صرف دو باتین پوچھنے کے لئے اٹھائی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تمھارا نام کیا ہے، عرض کی زید الخیل، فرمایا نہین تم زید الخیر ہو، پوچھا کیا پوچھنا چاہتے ہو، عرض کی جو شخص خدا کو چاہتا ہے اور جو نہین چاہتا ہے، دونون مین کیا علامت ہوتی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم کیسے زندگی بسر کرتے تھے، عرض کی خیر اہل خیر اور عامل خیر کو دوست رکھتا تھا، اگر مین اس پر عمل کرتا تھا تو اس کا ثواب ملتا تھا، اور جب یہ عمل چھوٹ جاتا تھا تو رنجیدہ ہوتا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو خدا کو چاہتا ہے، اور جو نہین چاہتا اس کی یہی علامت ہے، اگر خدا اس کے خلاف تمھارے لئے کچھ چاہتا تم کو اس کے لئے تیار کرتا، اور پھر اس کو اس کی پروا نہ ہوتی، کہ تم کس وادی مین ہلاک ہو گئے،[۳]

---

[۱] اصابہ ج ۳ ص ۶۷ [۲] ابن سعد ج ۴ ق ۲ ص ۶۶ [۳] اسد الغابہ ج ۲ ص ۲۴۲،

وفات | مشرف باسلام ہونے کے بعد وطن لوٹے، راستہ میں بخار آیا اور گھر پہنچکر واصل بحق ہوگئے،
اس طرح دنیا سے بالکل پاک وصاف اٹھے، اور اسلام کے بعد دنیا میں آلودہ ہونے کا موقع ہی نہ ملا،
بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں وفات پائی[1]
وفات کے بعد دو لڑکے مکنف اور حریث یادگار چھوڑے، یہ دونوں خالد بن ولیدؓ کے ساتھ فتنۂ ردہ کو فرو کرنے میں شریک تھے[2]

فضل وکمال | زید کا مذہبی علوم میں کوئی پایہ نہ تھا، لیکن اس عہد کے مروجہ علوم میں وہ کمال رکھتے تھے
صاحب اسد الغابہ لکھتے ہیں کہ زید خوش گو شاعر اور زبان آور خطیب تھے[3]

۷۴ حضرت سراقہ بن مالکؓ

نام ونسب | سراقہ نام، ابوسفیان کنیت، نسب نامہ یہ ہے، سراقہ بن مالک بن جعشم بن مالک بن عمرو بن تیم بن مدلج ابن مرہ بن عبد مناۃ بن علی بن کنانہ مدلجی کنانی،

قبل از اسلام | ہجرت میں مدینہ سے نکلنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تعاقب انھیں نے کیا تھا، شب ہجرت میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مشرکین کو غافل پاکر مدینہ سے نکل گئے اور مشرکین کو اپنے مقصد میں ناکامی ہوئی، تو انھوں نے اعلان کیا کہ جو شخص محمدؐ اور ابوبکرؓ کو قتل کردیگا یا انھیں زندہ پکڑ لائیگا اس کو گراں قدر انعام دیا جائیگا، سراقہ اپنے قبیلہ بنی مدلج کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص نے آکر ان سے کہا کہ میں نے ابھی ساحل کی طرف کچھ سیاہی دیکھی ہے، میرا خیال ہے کہ وہ محمدؐ اور ان کے ساتھی تھے، سراقہ کو یقین ہوگیا، لیکن انعام کی طمع میں انھوں نے تردید کی کہ نہیں وہ لوگ نہیں ہیں تم نے فلاں فلاں شخص کو دیکھا ہوگا جو ابھی ہمارے سامنے گئے ہیں، تھوڑی دیر کے بعد سراقہ اٹھ کر گھر گئے، اور لونڈی سے کہا کہ وہ گھوڑا تیار کرکے انھیں آگے ایک مقام پر دے، اور

[1] استیعاب ج اول ص ۱۹۹، [2] استیعاب ج اول ص ۱۹۹ [3] اسد الغابہ ج ۲ ص ۱۴۱

نیزہ سنبھال کر چپکے سے گھر کی پشت سے نکلے، لونڈی سے گھوڑا لیا، اور لوگون کی نظر بچا کر نکل گئے اور گھوڑا دوڑاتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گئے، جیسے ہی قریب پہونچے گھوڑے نے ٹھوکر لی اور یہ نیچے گر گئے، اسے انھون نے بدشگونی پر محمول کیا، استخارہ کے تیر ساتھ تھے، فوراً انھون نے ترکش سے نکال کر استخارہ دیکھا کہ وہ رسول اللہ کو گزند پہنچا سکتے ہیں یا نہیں استخارہ خلاف نکلا، لیکن انعام کی طمع مین انھون نے استخارہ کی پرواہ نہ کی اور گھوڑے پر سوار ہو کر پھر آگے بڑھے، اب اتنے قریب پہنچ گئے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاوت کی آواز انھین سنائی دینے لگی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمہ تن تلاوت مین مصروف تھے لیکن حضرت ابوبکرؓ بار بار مڑ مڑ کے دیکھتے جاتے تھے، اتنے مین سراقہ کے گھوڑے کے اگلے پاؤن گھٹنون تک زمین مین دھنس گئے، اور وہ گر پڑے، پھر گھوڑے کو ڈانٹ کر اٹھایا، جب اوس نے اپنے پاؤن زمین سے نکالے تو بڑا غبار بلند ہوا، اس دوسری بدشگونی پر انھون نے پھر تیرون سے استخارہ کیا، اس مرتبہ بھی مخالف جواب ملا، اب انھین اپنی ناکامی کا پورا یقین ہو گیا، اور اون کے دل مین بیٹھ گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرور کامیابی ہوگی، چنانچہ انھون نے آواز دیکر روکا۔ آپ رک گئے، اور سراقہ نے پاس جاکر کہا کہ آپ کی قوم نے آپ کی گرفتاری پر انعام مقرر کیا ہے، اور ان کے ارادون سے آپ کو خبردار کیا، اور جو کچھ زادراہ ساتھ تھا اسے آپ کے سامنے پیش کیا، آپنے اسے قبول نہین فرمایا، البتہ یہ خواہش کی کہ وہ کسی کو آپ کی اطلاع نہ دین، اس کے بعد سراقہ نے درخواست کی کہ انھین، ایک امان نامہ مرحمت فرمایا جائے، آپ نے عامر بن فہیرہ کو حکم دیا، انھون نے چمڑے کے ٹکڑے پر امان نامہ لکھ دیا، اور سراقہ لوٹ گئے،[2]

اسلام، اس واقعہ کے آٹھ سال بعد جب مکہ فتح ہو چکا اور مشرکین کی قوتین ٹوٹ چلین اور

---

[1] استیعاب ج ۱ ص ۱۹۹ [2] بخاری ج اول باب بنیان الکعبۃ باب ہجرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ الی المدینۃ ملخصاً

حنین وطائف کی لڑائیاں ختم ہولین، اس وقت سراقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جب کہ آپ حنین اور طائف کے معرکون سے واپس آرہے تھے، راستہ مین مقام جعرانہ مین ملے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عطا کیا ہوا امان نامہ پیش کرکے اپنا تعارف کرایا، کہ یہ تحریر آپنے مجھے دی تھی، اور مین سراقہ بن جعشم ہون، آپنے ارشاد فرمایا آج ایفاے عہد اور نیکی کا دن ہے، سراقہ اسی وقت مشرف با سلام ہو گئے[1] ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ فتح مکہ مین اس شرف سے مشرف ہوئے، لیکن پہلی روایت زیادہ مستند ہے،

ذات نبوی سے استفادہ۔ سراقہ بہت آخر مین اسلام لائے، اس لیے انھین صحبتِ نبوی سے استفادہ کا بہت کم موقع ملا، لیکن قبولِ اسلام کے بعد زیادہ تر مدینہ مین رہے، اس لئے تلافی مافات کا کچھ نہ کچھ موقع مل گیا تھا اور اس موقع سے انھون نے پورا فائدہ اٹھایا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود انھین تعلیم و تربیت دیا کرتے تھے، ایک مرتبہ آپنے فرمایا سراقہ مین تمھین جنتیون اور دوزخیون کی پہچان بتاؤن؟ عرض کی ہان، ارشاد فرمایا تند خو، اترا کر چلنے والا، اور متکبر دوزخی ہے، اور زیردست، ضعیف اور ناتوان جنتی ہے،[2]

سراقہ خود بھی پوچھ پوچھ کر استفادہ کیا کرتے تھے، آخری سوال انھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض الموت مین کیا، پوچھا یا رسول اللہ اگر کوئی بھٹکا ہوا اونٹ میرے اونٹ کے حوض پر آئے جسے مین نے خاص اپنے اونٹ کیلئے بھرا ہو اور مین اس مین بھٹکے ہوئے اونٹ کو پانی پلادون تو کیا مجھکو اس کا کوئی اجر ملے گا، فرمایا کیون نہین ہر جاندار کو پانی پلانے مین ثواب ہے،[3]

حجۃ الوداع۔ حجۃ الوداع مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، چنانچہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مقام عسفان مین پہنچے، تو سراقہ نے سوال کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو اس

---

[1] اسد الغابہ ج ۲ ص ۲۶۵، [2] مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۱۷۵، [3] ایضاً،

نومولود قوم کی طرح تعلیم دیجئے جو گویا ابھی ظہور مین آئی ہے، ہمارا یہ عمرہ اسی سال کے لئے ہے، یا ہمیشہ کے لئے، فرمایا نہین ہمیشہ کے لئے[1]

ایک پیشین گوئی کی تصدیق۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ اون سے فرمایا تھا کہ سراقہ اس وقت تمھارا کیا حال ہوگا جب تم کسریٰ کے کنگن پہنوگے، چنانچہ حضرت عمرؓ کے زمانہ مین جب مدائن فتح ہوا اور کسریٰ کا خزانہ مسلمانون کے قبضہ مین آیا اور کسریٰ کے ملبوسات حضرت عمرؓ کے سامنے پیش ہوئے تو آپ نے سراقہ کو بلا کر کسریٰ کا تاج ان کے سر پر رکھا، اور اس کے کنگن پہنا کر اس کا پٹکا ان کی کمر مین باندھا[2]

وفات۔ حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت مین ۲۴ھ مین وفات پائی[3]

فضل وکمال۔ گو سراقہ کو ذات نبوی سے استفادہ کا بہت کم موقع ملا، تاہم ان سے انیس ۱۹ حدیثین مروی ہین، جابر، ابن عمر، ابن مسیب، مجاہد اور محمد بن سراقہ نے ان سے روایت کی ہے[4]

شاعر بھی تھے، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تعاقب مین جو واقعات پیش آئے ان کی داستان ابوجہل کو نظم مین سنائی تھی،

۸۴۔ حضرت سبرہؓ بن معبد

نام ونسب۔ سبرہ نام، ابوربیع یا ابوثریہ کنیت، نسب نامہ یہ ہے سبرہ بن معبد بن عوسجہ بن حرملہ ابن عوسجہ جہنی،

اسلام وغزوات۔ اون کے زمانہ اسلام کی صحیح تعیین نہین کیجا سکتی، بعض روایتون سے معلوم ہوتا ہے کہ ۵ھ مین مشرف باسلام ہو چکے تھے، چنانچہ غزوۂ خندق مین شریک تھے[5]

---

[1] مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۱۷۵، [2] اصابہ ج ۳ ص ۹۷، [3] ایضاً، [4] تہذیب الکمال ص ۱۳۱، [5] اصابہ ج ۳ ص ۴۷

فتح مکہ میں بھی ہمرکاب تھے، چنانچہ بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے سال جب ہم مکہ میں داخل ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعہ کی اجازت دیدی، لیکن پھر مکہ سے نکلنے کے بعد اس کی ممانعت فرمادی[1] حجۃ الوداع میں ساتھ تھے، چنانچہ اس کا ایک واقعہ بھی بیان کرتے ہیں[2]

وفات: ان کا مکان مدینہ میں جہینہ کے محلہ میں تھا، آخر عمر میں ذی المروہ میں منتقل ہو گئے تھے اور یہیں امیر معاویہ کے عہد خلافت میں وفات پائی[3]، وفات کے بعد ایک لڑکا ربیع یادگار چھوڑا،

فضل و کمال: مدینہ میں گھر تھا اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال سننے کا کافی موقع ملتا تھا، حدیث کی کتابیں اون کی مرویات سے خالی نہیں ہیں، مسلم میں بھی اون کی ایک روایت موجود ہے[4]

۹۳۔ حضرت سعدؓ بن خولی

نام و نسب: سعد نام، باپ کا نام خولی تھا، نسب نامہ یہ ہے، سعد بن خولی بن سبرہ بن رہم بن مالک ابن عمیرہ بن عامر بن بکر بن عامر الاکبر بن عذرہ بن رفیدہ بن ثور بن کلب،

سبرہ کسی طرح گرفتار ہو کر مشہور بدری صحابی حضرت حاطبؓ بن ابی بلتعہ کی غلامی میں آگئے تھے، حضرت حاطبؓ اون کے ساتھ نہایت شفقت اور مہربانی سے پیش آتے تھے،

اسلام: ان کے زمانۂ اسلام کی تصریح نہیں ملتی، اغلب یہ ہے کہ آپنے آقا حضرت حاطبؓ کیساتھ آغاز دعوت اسلام میں مشرف باسلام ہوئے ہوں گے،

غزوات و شہادت: قبول اسلام کے بعد سب سے پہلے غزوۂ بدر میں شریک ہو کر بدری ہونے کا شرف حاصل کیا، اس کے بعد احد میں شریک ہوئے اور اسی میں شہادت پائی،

---

[1] مسلم ج اول ص ۴۲۰ ۔ [2] مسند احمد بن حنبل ج ۳ ص ۲۵ ۔ [3] ابن سعد ج ۴ ق ۲ ص ۹۹ ۔ [4] تہذیب الکمال ص ۱۳۳

اولاد، شہادت کے بعد ایک لڑکا عبداللہ یادگار چھوڑا، حضرت عمرؓ نے باپ کے خدمات کے صلہ مین انصار کیساتھ ان کا وظیفہ مقرر فرمایا،

۵۰۔ حضرت سعدؓ الاسود

نام ونسب، سعد نام تھا، بہت سیاہ اور کم رو تھے اس لئے "اسود" سیاہ کہلاتے تھے، لیکن نسباً بنی سہم کے ممتاز رکن تھے،

اسلام، ان کے اسلام کا زمانہ متعین نہین، اسلام کا واقعہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا میری سیاہ روئی اور بدصورتی مجھکو جنت کے داخلہ سے روکیگی فرمایا اوس ذات کی قسم جس کے ہاتھ مین میری جان ہے نہین روکے گی، بشرطیکہ خدا سے ڈرو، اور اس چیز پر جسے رسول اللہ لائے ہین ایمان لاؤ، یہ خوشخبری سنکر انھون نے کہا اشھدان لاالٰہ الا اللہ واشھدان محمداً عبدہٗ ورسولہٗ، کلمۂ شہادت پڑھکر پوچھا میرے کیا حقوق ہین فرمایا تمھارے وہی حقوق ہین جو اور مسلمانون کے ہین اور تم پر وہی فرائض ہین جو دوسرے مسلمانون پر ہین، اور تم اون کے بھائی ہو،

شادی، ظاہری شکل وصورت سے محروم تھے، اس لئے کوئی شخص اون کے ساتھ عقدِ مناکحت پر تیار نہ ہوتا تھا، قبولِ اسلام کے بعد رسول اللہ صلعم سے عرض کیا جو لوگ یہان موجود ہین اور جو نہین ہین مین نے سب کو شادی کا پیام دیا، لیکن میری سیاہی اور بدروئی کی وجہ سے کوئی اس رشتہ پر آمادہ نہین ہوتا، گو سعد ظاہری آب ورنگ سے محروم تھے، لیکن دل نور ایمان سے منور ہو چکا تھا، اس کے بعد ظاہری حسن وجمال کی ضرورت نہ تھی، اس لئے اون کی درخواست پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عمر یا عمرو بن وہب (عمرو بن وہب قبیلہ ثقیف کے ایک درشت مزاج نو مسلم تھے) کے پاس جاکر اون کا دروازہ کھٹکھٹاؤ، اور اسلام کے بعد اون سے کہو کہ اللہ کے نبی

نے تمھاری لڑکی میرے ساتھ بیاہ دی، عمرو بن وہب کے نوخیز، حسین وجمیل اور دگی دذہین لڑکی
تھی، سعد نے ان کے گھر جاکر دروازہ کھٹکھٹایا، گھر والون نے دروازہ کھولا تو سعد نے انھین رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کا فرمان سنایا، ان لوگون نے سعد کی صورت دیکھکر انھین سختی سے واپس کردیا، اتنے مین لڑکی
آواز سنکر خود نکل آئی، اور سعد کو آواز دی کہ بندۂ خدا لوٹ آؤ، اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمھارے
ساتھ میری شادی کردی ہے، تو مین اسے منظور کرتی ہون اور اس چیز پر رضامند ہون جس سے خدا
اور اس کا رسول راضی ہے، پھر اپنے باپ سے کہا کہ قبل اس کے کہ وحی الٰہی آپ کو رسوا کرے،
آپ اپنی نجات کی کوشش کیجیے، یہ فوراً دوڑے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین گئے
آپ نے پوچھا تم ہی نے میرے فرستادہ کو لوٹایا تھا؟ عرض کی ہان، لیکن یہ غلطی لاعلمی مین ہوئی، ہم کو
اس شخص کی بات کا اعتبار نہ تھا، اب آپ سے مغفرت چاہتے ہین، ہم نے لڑکی بیاہ دی،

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد سے فرمایا اب اپنی بیوی کے پاس جاؤ وہ یہان سے اٹھکر بیوی
کے واسطے تحائف خریدنے کے لئے بازار گئے، یہان انھون نے ایک منادی کی آواز سنی یاخیل
اللہ ارکبی وبالجنۃ البشری خدا کے شہسوارو جہاد کے لئے سوار ہوجاؤ اور جنت کی بشارت
لو، اس آواز کا سننا تھا کہ سارے ولولے اور جذبات سرد پڑ گئے اور جہاد فی سبیل اللہ کا خون رگ رگ
مین دوڑنے لگا، تو عروس کے لئے تحائف کا خیال چھوڑ دیا، اور جہاد کے لئے تلوار، نیزہ اور گھوڑا خریدا
اور عمامہ باندھ کر مہاجرین کی جماعت مین پہنچے، کسی نے ان کو نہ پہچانا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
بھی دیکھا مگر نہ پہچان سکے، میدانِ جنگ مین نہایت جوش خروش سے لڑے، گھوڑا اڑا تو پیدل
آستین چڑھا کر لڑنے لگے، اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھون کی سیاہی سے پہچان کر آواز
دی، سعد! مگر یہ وارفتگی کے عالم مین تھے کوئی خبر نہ ہوئی اور لڑتے لڑتے شہید ہوگئے اور نوعروس کے
آغوش کے بجائے تیغ عروس کے گلے مل کر ابدی وسرمدی زندگی حاصل کی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کو خبر ہوئی تو اون کی لاش کے پاس تشریف لاکر ان کا سر گود مین رکھ لیا، اور ان کے اسلحہ اور گھوڑا، ان کی بیوہ نو عروس کے پاس بھجوا دیا، اور اون کی سسرال والون کے پاس کہلا بھیجا کہ خدا نے تمھاری لڑکیون سے بہتر لڑکی کے ساتھ ان کی شادی کر دی[۱]

۵۔ حضرت سعدؓ بن عائذ

نام ونسب۔ سعد نام، قرظ لقب، باپ کا نام عائذ تھا، مشہور صحابی حضرت عمارؓ بن یاسر کے غلام تھے[۲]

اسلام۔ ان کے اسلام کا زمانہ متعین طور سے نہین بتایا جا سکتا، قیاس یہ ہے کہ اپنے آقا کے ساتھ دعوت اسلام کے آغاز مین مشرف باسلام ہوئے ہون گے،

مسجد قبا کی موذنی۔ حضرت سعدؓ ان صحابہ مین ہین جن کے سر پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دست شفقت پھیر کر برکت کی دعا دی، اور مسجد قبا کا موذن اور مسجد نبوی مین حضرت بلالؓ کا نائب مقرر کیا، چنانچہ مسجد قبا مین مستقل اور مسجد نبوی مین حضرت بلالؓ کی غیر حاضری مین اذان دیتے تھے[۳]

مسجد نبوی کی موذنی۔ آقائے مدینہ کی وفات کے بعد جب حضرت بلالؓ نے شکستہ دل ہو کر اذان دینا چھوڑ دی تو حضرت ابو بکرؓ نے سعد کو مسجد نبویؐ کا مستقل موذن بنا دیا اور وہ اس خدمت جلیلہ کو زندگی بھر انجام دیتے رہے[۴]

وفات۔ حجاج کے زمانہ تک زندہ تھے، [۵] مین وفات پائی[۶] وفات کے بعد دو لڑکے عمار و عمر یادگار چھوڑے[۷] امام مالک کے زمانہ بلکہ اون کے بعد تک مسجد نبویؐ کی موذنی کا عہدہ سعد کی اولاد مین رہا[۸]

---

[۱] اسد الغابہ ج اول ص ۶۶۰ [۲] ایضاً ج ۲ ص ۲۰۳، [۳] استیعاب ج ۲ ص ۵۷۰، [۴] تهذیب الکمال ص ۱۳۳، [۵] اصابہ ج ۳ ص ۸۰ [۶] استیعاب ج ۲ ص ۵۷۰،

ذریعہ معاش | سعد ابتدا مین تنگدست تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تنگدستی کی شکایت کی آپ نے تجارت کرنے کا مشورہ دیا، چنانچہ انھون نے ایک خاص پتے کی جسے عرب مین قرظ کہتے تھے اور کھال پکانے مین کام آتا تھا تجارت شروع کی، اس تجارت مین بڑی برکت ہوئی، سعد اس کے مستقل تاجر ہوگئے، اور اسی سبب سے قرظ کہلانے لگے[1]،

فضل وکمال | فضل وکمال کی سند کے لئے مسجد نبوی کی موذنی کافی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیثین بھی روایت کی ہین[2]،

۵۲۔ حضرت سعیدؓ بن العاص

نام ونسب | سنہ ھ مین پیدا ہوئے، سعید نام رکھا گیا، نسب نامہ یہ ہے سعید بن عاص بن سعید بن عاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف قرشی اموی، امان کا نام ام کلثوم تھا، نانہالی شجرہ یہ ہے، ام کلثوم بنت عمرو بن عبد اللہ بن ابوقیس بن عبدود بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر بن لوی، بنی امیہ کے گھرانے مین سعید کے آبا واجداد بڑے دبدبہ وشکوہ کے رئیس تھے، ان کے والد عاص بدر مین حضرت علیؓ کے ہاتھ سے مارے گئے، ان کے دادا سعید ابواحیحہ ذوالتاج تاج والے کہلاتے تھے، یہ جس رنگ کا عمامہ باندھتے تھے، اس رنگ کا مکہ مین دوسرا نہ باندھ سکتا تھا[3]،

فتح مکہ کے بعد قریش کا کوئی گھرانا اسلام سے خالی نہ رہگیا تھا، اس وقت سعید کی عمر ۸، ۹ سال کی ہوگی، اس لئے ہوش سنبھالتے ہی انھون نے اپنے گردوپیش اسلام کو پرتو فگن دیکھا، عہد نبوی اور عہد صدیقی مین بالکل بچہ تھے، عہد فاروقی کے آخر مین عنفوان شباب تھا، اس لئے ان تینون زمانون کا کوئی واقعہ قابل ذکر نہین ہے،

---

[1] اسد الغابہ ج ۲ ص ۲۸۳۔ [2] تہذیب الکمال ص ۸۰۔ [3] اسد الغابہ ج ۲ ص ۳۰۹،

جرجان اور طبرستان کی فتح،

حضرت عثمانؓ کے زمانہ مین پورے جوان ہو چکے تھے، چنانچہ اسی عہد سے ان کے کارنامون کا آغاز ہوتا ہے، ان کا گھرانا ریاست وحکومت مین ممتاز تھا، اس لئے حضرت عثمانؓ نے انھین اس کام کے لئے منتخب کیا، اور ۲۹ھ مین ولید بن عقبہ کی جگہ کوفہ کا گورنر مقرر کیا، شجاعت وبہادری ورثہ مین ملی تھی، اس لئے کوفہ پر تقرر کے ساتھ ہی ۲۹ھ مین جرجان اور طبرستان پر فوج کشی کی دکلو دوسری طرف سے عبداللہ ابن عامر والی بصرہ بڑھا، سعید کے ساتھ حضرت حسنؓ حسینؓ، عبداللہ بن عباس، ابن عمرؓ اور ابن زبیرؓ وغیرہ تمام نوجوانان قریش تھے[1]، ان لوگون نے عبداللہ بن عامر کے پہنچنے کے قبل طبرستان پر حملہ کر کے طمیسہ، نامنہ، رویان اور دباوند فتح کر لیا اور جرجان کے فرمانروا نے دولاکھ پر صلح کرلی، کوہستانی علاقہ والون نے بھی صلح کرلی[2]، طبرستان اور جرجان کے بعد آذربیجان کی بغاوت فرو کی،

معزولی اور عہد معاویہ،

۳۴ھ مین اہل کوفہ کی شکایت پر حضرت عثمانؓ نے معزول کر دیا[3]، ۳۵ھ مین حضرت عثمانؓ کی شہادت کا واقعہ پیش آیا، اس کے نتائج مین جمل اور صفین کی خون ریز لڑائیان ہوئین، لیکن سعید ان مین خانہ نشین رہے، اور حضرت علیؓ اور معاویہ کسی کا ساتھ نہ دیا، استقرار حکومت کے بعد امیر معاویہ نے اون کو مدینہ کا عامل بنایا، لیکن پھر کچھ دنون کے بعد معزول کر کے ان کی جگہ مروان کو مقرر کیا[4]،

وفات

۵۹ھ مین وفات پائی، وفات کے بعد سات لڑکے یادگار چھوڑے، عمر، محمد، عبداللہ، یحیی، عثمان عنبسہ اور آبان، سعید کئی بھائی تھے، لیکن عاص کی نسل ان ہی کی اولاد سے چلی[5]،

فضل وکمال،

حضرت عثمانؓ نے مصاحف کی کتابت کے لئے جو جماعت منتخب کی تھی ان مین ایک

---

[1] ابن اثیر ج ۳ ص ۸۴ [2] فتوح البلدان بلاذری ص ۳۴۲ [3] استیعاب ج ۲ ص ۵۵۶، [4] ایضاً

[5] استیعاب ج ۲ ص ۵۵۶

سعید بھی تھے[1]، اور قرآن مجید کی کتابت مین صرف ونحو اور زبان کی صحت کی نگرانی ان ہی کے متعلق تھی[2]،
ان سے حدیثین بھی مروی ہین، لیکن چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین بچہ تھے، اس لیے براہ راست
مرفوع حدیثین نہین ہین بلکہ حضرت عمرؓ وعثمانؓ اور عائشہؓ سے روایتین کی ہین[3]،

سعید نہایت عاقل وفرزانہ تھے، اور اون کے بہت سے حکیمانہ مقولے ضرب المثل ہوگئے تھے،
کہا کرتے تھے کہ: شریف سے مذاق نہ کرو کہ وہ تم سے جلنے لگے گا، اور کمینہ سے مذاق نہ کرو کہ وہ جری ہوجائیگا،
راے ظاہر کرنے مین بہت محتاط تھے، کسی چیز کے متعلق پسندیدگی اور ناپسندیدگی کا اظہار نہ ہونے دیتے
تھے، کہا کرتے تھے کہ دل بدلتا رہتا ہے، اس لئے انسان کو اظہار راے مین احتیاط کرنی چاہئے، اور
ایسا نہ کرنا چاہئے کہ آج ایک چیز کی تعریف وتوصیف مین رطب اللسان ہو اور کل اوس کی مذمت
شروع کردے[4]،

فیاضی | شجاعت وشہامت کے ساتھ فیاضی اور دریادلی بھی خمیر مین داخل تھی، ہفتہ مین ایک دن اپنے
بھائی بھتیجون کو ساتھ کھلاتے تھے، اس کے علاوہ سبکو کپڑے دیتے، نقدی سلوک کرتے تھے، اور اون کے
گھرون پر سازوسامان بھجواتے تھے[5]، یہ فیاضی محض اعزہ کے ساتھ مخصوص نہ تھی بلکہ اغیار بھی
بہت فیاضی سے صرف کرتے تھے، ہر شب جمعہ کو کوفہ کی مسجد مین غلام کے ہاتھ دینار سے بھری ہوئی
تھیلیان نمازیون مین تقسیم کراتے تھے، اس معمول کی وجہ سے شب جمعہ کو مسجد مین نمازیون کا بڑا ہجوم
ہوتا تھا[6]،
کبھی کوئی سائل دروازہ سے ناکام واپس نہ ہوتا تھا، اگر روپیہ پاس نہ ہوتا تو ایک تحریری یادداشت
بطور ہنڈی کے دیدیتے کہ جب روپیہ آجائے تو سائل وصول کرلے[7]، اس فیاضی کی وجہ سے لوگ

---

[1] اسد الغابہ ج ۲ ص ۳۱۱ [2] تہذیب الکمال ص ۱۳۵ [3] ایضاً [4] اصابہ ج ۲ ص ۹۸ [5] اسد الغابہ ج ۲ ص ۳۱۱ [6] اسد الغابہ ج ۲ ص ۳۱۰ [7] استیعاب ج ۲ ص ۵۵۷،

ان کے ساتھ لگے رہتے تھے، اور کوئی نہ کوئی ہر وقت ساتھ رہتا تھا، مدینہ کی معزولی کے زمانہ مین ایک دن مسجد سے آرہے تھے، ایک آدمی ساتھ ہولیا، سعید نے پوچھا کوئی کام ہے، اس نے کہا نہین آپ کو تنہا دیکھ کر ساتھ ہو گیا، کہا کاغذ دوات لاؤ، اور میرے فلان غلام کو لیتے آؤ، اس آدمی نے فوراً حکم کی تعمیل کی، سعد نے بیس[۲] ہزار کا سرخط لکھدیا اور کہا جب ہمارا وظیفہ ملے گا تو یہ رقم تم کو مل جائے گی، لیکن ادائگی کے پہلے ان کا انتقال ہوگیا، ان کے انتقال کے بعد وہ سرخط اس شخص نے ان کے لڑکے عمرو کو دیا، انھون نے اس کی رقم ادا کی[۱]

شریف اہلِ حاجت کو بلا سوال دیتے تھے، اور شرفا پروری کی وجہ سے بہت مقروض ہو گئے تھے، وفات کے وقت اسی ہزار قرض تھا، وفات سے پہلے لڑکون کو بلا کر پوچھا تم مین سے کون میری وصیت قبول کرتا ہے، بڑے لڑکے نے اپنے کو پیش کیا، سعید نے کہا اگر میری وصیت قبول کرتے ہو تو میرا قرض بھی چکانا ہوگا، لڑکے نے پوچھا کتنا ہے کہا اسی ہزار دینار، لڑکے نے کہا اتنا قرض کس طرح ہو گیا، کہا بیٹا ان شریفون اور غیرت مند لوگون کی حاجت پوری کرنے مین جو میرے پاس حاجت لیکر آتے تھے، اور فرطِ خجالت سے ان کے چہرہ کا خون خشک ہوا جاتا تھا، مین سوال کے قبل ہی ایسے لوگون کی حاجت پوری کر دیتا تھا،[۲]

حق پسندی بنی امیہ مین خاندانی عصبیت بہت زیادہ تھی اور ان مین بہتیرے ایسے تھے کہ مدتین گذر جانے کے بعد بھی اون کے دلون سے اموی مقتولین بدر و احد کے قاتلون کی نفرت نہ مٹی تھی، لیکن سعید کی ذات اس کینہ پروری سے مستثنیٰ تھی، اور اون کے دل مین خلافِ حق کبھی کوئی عصبیت کا جذبہ پیدا نہ ہوا، اون کے والد عاص جنگ بدر مین حضرت علیؓ کے ہاتھ سے مارے گئے تھے، حضرت عمرؓ عاص کے ہمنام، اپنے ماموں کو قتل کیا تھا، اس لئے اشتراک نام کی وجہ سے دھوکا ہوتا تھا کہ حضرت

---

[۱] استیعاب ج ۲ ص ۵۵۶ [۲] اسد الغابہ ج ۲ ص ۳۱۱

عمرؓ نے سعید کے والد کو قتل کیا، ایک موقع پر حضرت عمرؓ نے اس غلط فہمی کو رفع کرنے کے لئے فرمایا کہ مین نے تمھارے والد کو نہین بلکہ اپنے ماموں عاص کو قتل کیا تھا، یہ سنکر سعید نے جواب دیا کہ اگر آپ میرے ماموں کو بھی قتل کئے ہوتے تو کیا برا کیا تھا، آپ حق پر تھے اور وہ باطل پر. حضرت عمرؓ کو اس حق پسندی پر بڑی حیرت ہوئی، [1]

خود پسندی، | لیکن ان تمام خوبیون کے ساتھ خاندانی اثر کی وجہ سے نخوت اور خود پسندی کی بو تھی،

۵۳۔ حضرت سعیدؓ بن یربوع

نام ونسب | جاہلی نام صرم تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بدل کر سعید رکھا، ابو ہود کنیت، نسب نامہ یہ ہے سعید بن یربوع بن عنکثہ بن عامر بن مخزوم قرشی عامری،

اسلام وغزوات | باختلاف روایت فتح مکہ سے کچھ پہلے یا فتح مکہ مین مشرف باسلام ہوئے، پہلی روایت کی رو سے غزوۂ فتح مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے،[2] فتح مکہ کے بعد جنگ حنین مین شریک ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حنین کے مالِ غنیمت سے پچاس اونٹ مرحمت فرمائے،[3]

عہد فاروقی، | حضرت عمرؓ کے زمانہ مین آنکھون کی بصارت جاتی رہی، حضرت عمرؓ اظہار ہمدردی کے لئے آئے اور کہا کہ مسجد نبویؐ مین جمعہ اور نماز جماعت نہ چھوڑنا سعید نے کہا میرے پاس کوئی رہنما نہین ہے، اس عذر پر انہین حضرت عمرؓ نے ایک رہنما دیا،[4] چنانچہ نابینا ہونے کے بعد بھی اس آدمی کی مدد سے مسجد آتے تھے اور جماعت اور جمعہ ناغہ ہوتا تھا،

وفات | امیر معاویہ کے زمانہ ۵۴ھ مین وفات پائی، وفات کے وقت ۱۲۴ سال کی عمر تھی،[5]

فضل وکمال | فضل وکمال کے لحاظ سے کوئی قابلِ ذکر شخصیت نہین رکھتے ہین تاہم ان کی روایت سے حدیث کی کتابین خالی نہین ہین،[6]

[1] اسد الغابہ ج ۲ ص ۳۱۱، [2] اسد الغابہ ج ۲ ص ۳۱۱، [3] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۴۹۰، [4] اسد الغابہ ج ۲ ص ۳۱۴، [5] الضاً [6] تہذیب الکمال ص ۱۳۴

احترام رسول، | سعید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اتنا احترام کرتے تھے کہ رسول اللہ کے مقابلہ مین کسی بڑائی کو اپنی طرف منسوب کرنا پسند نہ کرتے تھے، گو عمر مین سعید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت بڑے تھے، لیکن اس تفاوت کا اظہار بھی وہ بڑائی کے لفظ سے پسند نہ کرتے تھے، ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا ہم مین تم مین کون بڑا ہے، گو سعید عمر مین بڑے تھے، لیکن پاس ادب سے اس کا اظہار اس طرح کیا کہ آپ مجھ سے بلند اور بہتر ہین، البتہ مین آپ سے پہلے پیدا ہوا ہون[۱]

۵۴۔ حضرت سفینہ رضؓ

نام ونسب | سفینہ کے نام مین بڑا اختلاف ہے، بعض مہران، بعض رومان اور بعض عبس بتاتے ہین، ابو عبدالرحمن کنیت اور سفینہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عطا کردہ لقب ہے، نسب کے لئے یہ شرف کافی ہے کہ سرکار دو عالمؐ کے غلام تھے،

اسلام، | سفینہ کے اسلام کا زمانہ متعین طور سے نہین بتایا جاسکتا، لیکن قیاس یہ ہے کہ بہت ابتدا مین اس شرف سے مشرف ہوئے ہون گے، اس لئے کہ باختلاف روایت حضرت ام سلمہؓ یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام تھے اور خود حضورؐ نے بلا شرط یا حضرت ام سلمہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت گذاری کی شرط پر آزاد کر دیا تھا[۲]،

چنانچہ آزادی کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت گذاری مین رہتے تھے، اس لئے سفر مین بھی مشایعت کا شرف حاصل ہوتا تھا، ایک مرتبہ کسی سفر مین ہمرکاب تھے، راستہ مین جو جو ہمراہی تھکتے جاتے تھے وہ اپنے اسلحہ، ڈھال، تلوار اور نیزہ وغیرہ ان پر لادتے جاتے تھے اس لئے ان پر بڑا بار لد گیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھ کر فرمایا تم "سفینہ" کشتی ہو اس وقت سے

---

[۱] استیعاب ج ۲ ص ۵۵۷ [۲] اسد الغابہ ج ۲ ص ۳۲۴،

سفینہ ان کا لقب ہوگیا، یہ بھی اس لقب کو اس قدر محبوب رکھتے تھے کہ اس کے مقابلہ مین اپنا نام چھوڑ دیا تھا، اسی لئے انکا صحیح نام متعین نہین، اگر کوئی نام پوچھتا تو کہتے نہ بتاؤنگا، حضورؐ نے سفینہ نام رکھا ہے، اور یہی میرے لئے بس ہے، حدیث[۱]

الخلافة فی امتی ثلثون سنة ثم ملك بعد ذلك — خلافت میری امت مین تین برس تک رہیگی اسکے بعد بادشاہی ہوگی

ان ہی سے مروی ہے، یہ بنی امیہ کے زمانہ تک زندہ رہے، مذکورۂ بالا روایت کو پیش نظر رکھکر حساب لگانے سے خلافت راشدہ کے اختتام پر یہ مدت پوری ہو جاتی ہے، لیکن بنی امیہ بھی اپنے کو خلیفہ ہی جانتے تھے، سعید بن جمہان نے سفینہ سے کہا کہ بنی امیہ بھی اپنے کو خلیفہ کہتے ہین، انھون نے کہا زرقا کی اولاد جھوٹ کہتی ہے، یہ لوگ بادشاہ اور بڑے بادشاہ ہین،[۲]

وفات | حجاج کے زمانہ مین وفات پائی،[۳]

فضل وکمال | سفینہ حضورؐ کے غلام تھے، خدمت کی تقریب سے بیشتر حضوری کا شرف اور آپ کے ارشادات سننے کا موقع ملتا تھا، چنانچہ انھون نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، آپ کے علاوہ حضرت ام سلمہؓ اور حضرت علیؓ سے روایتین کی ہین، ان کی روایات کی مجموعی تعداد ۱۴ ہے، ان مین سے ایک مسلم مین بھی ہے،[۴]

۵۵ حضرت سلیمانؓ بن صرد

نام ونسب | سلیمان نام، ابو مطرف کنیت، نسب نامہ یہ ہے، سلیمان بن صرد بن جون بن ابی الجون بن منقذ بن ربیعہ بن اصرم بن خبیس بن حرام بن حبشیہ بن سلول بن کعب بن عمرو بن ربیعہ خزاعی،

---

[۱] اسد الغابہ ج ۲ ص ۳۲۴ و استیعاب ج ۲ ص ۶۰۱ [۲] اسد الغابہ ج ۲ ص ۳۲۴ [۳] استیعاب ج ۲ ص ۶۰۱

[۴] تہذیب الکمال ص ۱۶۲،

اسلام، فتح مکہ سے پہلے مشرف باسلام ہوئے، جاہلی نام یسار تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بدلکر سلیمان رکھا، قبولِ اسلام کے بعد صحبتِ نبوی سے بھی مستفید ہوئے،[1] اسلم وصحب النبی صلی اللہ علیہ وسلم،

جنگ صفین حضرت علیؓ کے پرجوش حامیون مین تھے، جنگِ صفین مین انھون نے بڑے کارنامے دکھائے، شامی فوج کے مشہور بہادر حوشب ذی ظلیم کوانہی نے مارا تھا،[2] اس جنگ مین سلیمان بہت زخمی ہوئے، لیکن کوئی زخم پشت پر نہ تھا، سب دار رخ پر تھے، صلحنامہ کی کتابت کے بعد حضرت علیؓ سے کہا امیر المومنین اگر اس وقت کوئی مددگار ہوتا تو ہم ہرگز یہ معاہدہ منظور نہ کرتے،[3]

حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد آپ کی اولاد امجاد کے بھی اسی طرح ہوا خواہ رہے، حضرت حسنؓ نے صرف چند مہینہ خلافت کرکے چھوڑ دی، آپ کی وفات کے بعد جب کوفہ مین حضرت حسینؓ کے حامیون کی جماعت بنی تو اس کے ایک سرگرم ممبر سلیمان تھے، ان کا گھر حامیان حسین کا مرکز تھا، یہین سے حضرت حسینؓ کے پاس بلانے کے خطوط جاتے تھے،[4]

لیکن یہ عجیب اتفاق ہے کہ جب حضرت حسینؓ تشریف لائے تو سلیمان ان کی کوئی مدد نہ کرسکے، اور کربلا کا واقعۂ ہائلہ پیش آگیا، اس واقعہ پر ان لوگون کو سخت قلق ہوا جو آپ کی مدد نہ کرسکے تھے چنانچہ سلیمان بن صرد اور ان کے دوسرے ساتھی مسیب بن نخبہ بہت نادم اور شرمسار ہوئے، اور انھون نے طے کیا کہ حضرت حسینؓ کے خون کا انتقام لے کر گذشتہ فروگذاشت کی تلافی کرنی چاہیے، چنانچہ سلیمان چار ہزار آدمیون کو لیکر خونِ حسین کے انتقام کے لئے نکلے، یہ جماعت "توابین" کہلاتی تھی، اس جماعت نے پہلا پڑاؤ ربیع الاول ۶۵ھ مین مقام نخیلہ مین کیا، یہان سے قرقیسیا کے قریب عین الوردہ پہنچے، عین الوردہ مین شامی لشکر کا مقابلہ ہوا، سلیمان نہایت بہادری سے لڑے اور حصین بن نمیر تمامی کے ہاتھون مارے گئے، فرش زمین

---

[1] ابن سعد ج ۴ ق ۲ ص ۳۰۔ [2] اخبار الطوال ص ۱۹۸ [3] ایضاً [4] ایضاً

کرتے وقت یہ الفاظ زبان پر تھے، فزت برب الکعبۃ فزت برب الکعبۃ رب کعبہ کی قسم مین کامیاب ہوا
رب کعبہ کی قسم مین کامیاب ہوا، اس طرح ابن رسول اللہ کے خون کے انتقام مین جان دیکر گزشتہ
غلطی کی تلافی کی، اور حسینؓ کی محبت کے جرم مین اُن کا سر کاٹ کر مروان بن الحکم کے پاس بھیجا گیا،[1]
مقتول ہونے کے وقت ۹۳ سال کی عمر تھی،[2]

عام حالات | سلیمان بن صرد کوفہ مین رہتے تھے، خزیمہ کے محلہ مین مکان تھا، اعزاز و شرف
مین ممتاز حیثیت رکھتے تھے، کان لہ سن عالیۃ و شرف و قدر و کلمۃ فی قومہ یعنی وہ سن
رسیدہ صاحب مرتبہ و شرف اور اپنے قوم مین با اثر تھے، نیکی، فضل و کمال اور عبادت و ریاضت
مین بھی بلند مرتبہ تھے،[3]

۵۷ حضرت سواد بن قاربؓ

نام و نسب | سواد نام، باپ کا نام قارب تھا، یمن کے مشہور قبیلہ دوس سے نسبی تعلق تھا، زمانۂ جاہلیت
مین کہانت کا پیشہ کرتے تھے،

اسلام | ہجرتِ مدینہ کے زمانہ مین خواب مین ظہورِ نبوی کی بشارت ملی، رویاے صادقہ دل
مین اتر کر گیا، فوراً وطن سے مکہ روانہ ہو گئے، راستہ مین خبر ملی کہ جس گوہر مقصود کی تلاش مین نکلے
ہین، وہ مدینہ جا چکا، یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما چکے، یہ خبر سنکر راستہ ہی سے
مدینہ لوٹ پڑے، وہان پہنچکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پوچھا، معلوم ہوا مسجد مین تشریف
فرما ہین، اونٹ بٹھا کر مسجد پہنچے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد صحابہ کا مجمع تھا، عرض کی یا رسول
کچھ میری داستان بھی سنی جائے، حضرت ابو بکرؓ نے کہا قریب آکر بیان کرو، چنانچہ پاس جاکر

---

[1] ابن سعد ج ۴ ق ۲ ص ۲۳ [2] استیعاب ج اول ص ۲۴۷ [3] ایضاً

انھون نے پوری سرگذشت سنائی، اور اسی وقت خلعتِ اسلام سے سرفراز ہوگئے، ان کے اسلام سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام کو اتنی مسرت ہوئی کہ اون کے چہرون پر خوشی کا رنگ دوڑ گیا، اس غیر معمولی مسرت کا سبب یہ تھا کہ عربون مین کاہنون کی بڑی وقعت تھی اور انھین ایک طرح کی مذہبی سیادت حاصل تھی، اس لئے عوام پر ان کے اسلام کا اثر بہت اچھا پڑتا تھا،

حضرت عمرؓ ان کا خواب بڑے ذوق شوق سے سنا کرتے تھے، ایک مرتبہ یہ حضرت عمرؓ کے پاس گئے، آپ نے پوچھا اب بھی تم کو کہانت مین کچھ دخل ہے، چونکہ اسلام کہانت کا مخالف تھا اور سواد کے زنگِ کہانت کو اسلام کے صیقل نے بالکل صاف کردیا تھا، اس لئے اس سوال سے قدرۃً سواد کو تکلیف ہوئی، برہم ہوکر جواب دیا سبحان اللہ! خدا کی قسم اس وقت جس طرح آپ نے میرا استقبال کیا ویسا میرے کسی ساتھی نے نہ کیا تھا، حضرت عمرؓ نے اس برہمی پر فرمایا سبحان اللہ جس کفر و شرک مین ہم مبتلا تھے، وہ تمھاری کہانت سے کہین بڑھکر تھا (یعنی ہماری اسلام کے قبل کی حالت تم سے بھی بدتر تھی، اس لئے تم کو اس سوال پر بگڑنا نہ چاہیے) مین نے تمھارا واقعہ سنا ہے، وہ مجھکو بہت عجیب و غریب معلوم ہوا، اس لئے مین اس کو خود تمھاری زبان سے سننا چاہتا ہون، حضرت عمرؓ کی خواہش پر انھون نے پورا واقعہ سنایا،[۱]

وفات وفات کے بارہ مین اربابِ سیر خاموش ہین،

حلیہ صورۃً نہایت حسین و جمیل تھے،

فضل و کمال مذہبی حیثیت سے ان کا کوئی پایہ نہ تھا لیکن زمانۂ جاہلیت مین بہت ممتاز حیثیت رکھتے تھے، کہانت جو زمانۂ جاہلیت کا بڑا معزز علم تھا، ید طولیٰ رکھتے تھے، شاعر بھی تھے،[۲]

---

[۱] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۶۰۹ و ۶۱۰ مین یہ واقعہ نہایت تفصیل سے لکھا ہے، ہم نے صرف خلاصہ نقل کیا ہے۔ [۲] اسد الغابہ ج ۲ ص ۳۷۵،

چنانچہ حضرت عمرؓ کو خواب کی داستان نظم ہی میں سنائی تھی؎

حضرت سہیلؓ بن عمرو

نام ونسب سہیل نام، ابو یزید کنیت، نسب نامہ یہ ہے، سہیل بن عمرو بن عبد شمس بن عبد ود بن نصر ابن مالک بن حسل بن عامر بن لوی قرشی عامری،

اسلام سے پہلے سہیل روسائے قریش میں سے تھے، اس لئے دوسرے رؤسا کی طرح اسلام اور پیغمبر اسلام علیہ السلام کے سخت دشمن تھے، لیکن قدرت کی کرشمہ سازی دیکھو کہ اسی دشمنِ اسلام کے گھر میں عبد اللہ بن سہیل اور ابو جندل بن سہیل جیسے اسلام فدائی پیدا ہوئے، یہ دونوں دعوتِ اسلام کے آغاز ہی میں مشرف باسلام ہوئے، اور اسلام کے جرم میں باپ کے ہاتھوں طرح طرح کی سختیاں جھیلتے رہے، عبد اللہ موقع پاکر حبشہ ہجرت کر گئے تھے، لیکن وہاں سے واپسی کے بعد پھر ظالم باپ کے پنجہ میں اسیر ہو گئے، اور جنگِ بدر کے موقع پر رہائی پائی، دوسرے بھائی ابو جندل، حدیبیہ کے زمانہ تک مشق ستم رہے،

سہیل اسلام کے ان دشمنوں میں تھے جو دوسروں کا اسلام گوارا نہ کر سکتے تھے، تو گھر میں یہ بدعت کس طرح دیکھ سکتے تھے، چنانچہ اشاعتِ اسلام نے انھیں اسلام کا اور زیادہ دشمن بنادیا، اور وہ اس کی بیخ کنی میں ہر امکانی کوشش کرنے لگے، عام مجمعوں میں اسلام کے خلاف تقریریں کرتے اور رسول اکرمؐ کے خلاف زہر اگلتے، شیدایانِ اسلام یہ معاندانہ رویہ برداشت نہ کر سکے، حضرت عمرؓ کا غصہ قابو سے باہر ہو گیا انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت مانگی کہ ارشاد ہو تو سہیل کے دو نچلے دانت توڑ ڈالوں تاکہ آپ کے خلاف تقریر نہ کر سکے، لیکن رحمتِ عالم

؎ حاکم نے مستدرک میں یہ اشعار نقل کئے ہیں،

جواب دیا جائے تو ممکن ہے کبھی وہ خوش بھی کر دیں[1]

اسلام کی ہر مخالفت میں سہیل پیش پیش رہتے تھے، چنانچہ غزوۂ بدر میں بھی آگے آگے تھے، لیکن جب شکست ہوئی تو مالک بن وخشم نے گرفتار کر لیا، لیکن پھر فدیہ دیکر آزاد ہو گئے[2]

صلح حدیبیہ میں قریش کی طرف سے معاہدہ لکھانے کی خدمت ان ہی کے سپرد ہوئی تھی چنانچہ معاہدہ کی کتابت کے وقت جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلامی طرز تحریر کے مطابق بسم اللہ لکھنا چاہا تو سہیل نے اعتراض کیا کہ ہم اسے نہیں جانتے ہمارے دستور کے مطابق باسمک اللھم لکھو مسلمانوں نے کہا ہم یہ نہیں لکھ سکتے، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا کہنا مان لیا اور معاہدہ کا مضمون شروع ہوا، جب ۔ ھذا ما قاضی علیہ محمد رسول اللہ" لکھا گیا، تو سہیل نے اعتراض کیا کہ اگر ہم محمدؐ کو رسول مانتے تو یہ جھگڑا ہی کاہے کو ہوتا اور ان کو خانۂ کعبہ سے روکنے اور ان کے لڑنے کی نوبت کیوں آتی، محمد رسول اللہ کے بجائے محمد بن عبداللہ لکھو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گو تم مجھے جھٹلا رہے ہو لیکن میں خدا کا رسول ہوں، پھر حضرت علیؓ سے فرمایا کہ رسول اللہ مٹا کر میرا نام لکھدو، حضرت علیؓ نے عرض کیا میں اپنے ہاتھ سے نہیں مٹا سکتا اس عذر پر آپ نے خود اپنے دست مبارک سے مٹا کر " محمد بن عبداللہ" لکھدیا، اس مرحلہ کے بعد پھر کتابت شروع ہوئی کہ" قریش مسلمانوں سے خانۂ کعبہ کے طواف میں تعرض نہ کریں گے اور مسلمان اطمینان کے ساتھ طواف کریں گے" سہیل نے پھر اعتراض کیا کہ یہ معاہدہ اس سال کے لئے نہیں ہے، ورنہ عرب کہیں گے کہ ہمکو ہماری مرضی کے خلاف مجبور کیا گیا، البتہ آیندہ سال طواف کی اجازت ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی مان لیا، سہیل نے ایک شرط پیش کی کہ قریش کا کوئی شخص خواہ وہ مسلمان ہی کیوں نہ ہو۔ اگر مسلمانوں کے پاس

[1] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۲۸۲ ۔ [2] استیعاب ج ۲ ص ۵۹۲،

بھاگ جائیگا، تو مسلمانون کو اسے واپس کرنا پڑے گا، مسلمانون نے کہا ہم یہ شرط ہرگز نہین مان سکتے
کہ ایک مسلمان مشرک کے حوالہ کردیا جائے" ابھی یہ دفعہ زیر بحث تھی کہ سہیل کے لڑکے ابوجندل جو سہیل
کے ہاتھون مین گرفتار تھے کسی طرح بھاگ کر آگئے، ان کے پیرون مین بیڑیان پڑی ہوئی تھین،
انھین دیکھکر سہیل نے کہا محمد شرط پوری کرنے کا یہ پہلا موقع ہے، آپنے فرمایا، مگر ابھی یہ دفعہ تسلیم نہین
ہوئی ہے، سہیل نے کہا اگر تم ابوجندل کو حوالہ نہ کروگے تو ہم کسی شرط پر صلح نہ کرین گے، آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت اصرار کیا، مگر سہیل کسی طرح نہ مانے، صحابہ نے ابوجندل کو حوالہ کرنے کی
بہت مخالفت کی، لیکن درحقیقت یہ صلح آئندہ کامیابیون کا دیباچہ تھی اس لئے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے سہیل کی شرط مان لی اور ابوجندل اسی طرح پابجولان واپس کردیئے گئے اور عہدنامہ
مکمل ہوگیا،[1]

سنہ ۸ھ مین جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ پر چڑھائی کی تو کسی خونریزی کی نوبت نہین
آئی لیکن چند متعصب قریشیون نے خالد بن ولید کی مزاحمت کی، ان مزاحمت کرنے والون
مین سہیل بھی تھے،[2] اس مزاحمت مین کچھ آدمی مارے گئے اور مکہ فتح ہوگیا،

فتح مکہ کے بعد صنادید قریش کی قوتین پارہ پارہ ہوگئین اور ان کے لئے دامنِ رحمت کے
علاوہ کوئی جائے پناہ باقی نہ رہی، اس وقت وہی سہیل جنھون نے دو سال پیشتر حدیبیہ مین مانی
اور فاتحانہ شرائط پر صلح کی تھی بے بس اور لاچار ہوکر گھر کے اندر کنواڑے بند کرکے چھپ رہے، اور
اپنے لڑکے ابوجندل کے پاس جن پر اسلام کے جرم مین طرح طرح کی سختیان کی تھین پیام کہلا
بھیجا کہ "مارے جانے سے پہلے میری جان بخشی کراؤ" ابوجندل لاکھ مشقِ ستم رہ چکے تھے پھر بھی

---

[1] یہ تمام تفصیلات بخاری کتاب الشروط فی الجہاد والمصالحہ مع اہل الحرب سے ماخوذ ہین "رسول اللہ"
مٹانے کا واقعہ بخاری باب عمرۃ القضا سے لیا گیا ہے، [2] ابن سعد حصہ مغازی غزوۂ فتح و سیرۃ ابن ہشام ج ۲ ص ۲۳۸

بیٹے تھے اور اسلام نے اس مقدس رشتے کی اہمیت اور زیادہ کردی تھی، اس لئے بلا تامل اس حکم کی تعمیل کے لیے سرگرم کر دیا اور خدمتِ نبویؐ میں حاضر ہو کر عرض کیا رسول اللہ! والد کو امان مرحمت فرمائیے، ان کی سفارش پر رحمتِ عالمؐ نے سہیل کی تمام خطاؤں سے درگذر فرمایا اور ارشاد ہوا کہ وہ خدا کی امان میں مامون ہیں، بلا خوف و خطر گھر سے نکلیں، اور گرد و پیش کے لوگوں کو ہدایت فرمائی کہ جو شخص سہیل سے ملے خبردار وہ ان کی طرف نہ لپکے، میری عمر کی قسم، سہیل صاحبِ عقل و شرف ہیں، ان کے جیسا شخص اسلام سے ناواقف نہیں رہ سکتا۔ بیٹے نے جا کر باپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد سنایا یہ شانِ کرم دیکھ کر سہیل کی زبان سے بے اختیار یہ کلمات نکل گئے کہ واللہ وہ بچپن میں بھی نیک تھے اور بڑی عمر میں بھی نیک ہیں[1]

اسلام،	بالآخر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عفو کرم نے یہ معجزہ دکھایا کہ سہیل حنین کی

واپسی کے وقت آپ کے ساتھ ہوگئے اور مقام جعرانہ پہنچ کر خلعتِ اسلام سے سرفراز ہوئے[2]، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ازراہِ مرحمت حنین کے مالِ غنیمت میں سے سو اونٹ عطا فرمائے، گو فتح مکہ کے بعد کے مسلمانوں کا شمار مؤلفۃ القلوب میں ہے، لیکن سہیل اس زمرہ میں اس حیثیت سے ممتاز ہیں کہ اسلام کے بعد ان سے کوئی بات اسلام کے خلاف ظہور پذیر نہیں ہوئی حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں، کان محمودا لاسلام من حین اسلم[3]

فتنۂ ردہ کی مساعی	چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جب ارتداد کا فتنہ اٹھا تو بہت سے

مؤلفۃ القلوب ڈگمگا گئے، لیکن سہیل کے ایمان میں ذرہ برابر بھی تذبذب نہ پیدا ہوا، اور انھوں نے قبائل مکہ کو اسلام پر قائم رکھنے کی بڑی کوشش کی، چنانچہ جب انھوں نے قبائلِ مکہ میں اسلام سے برگشتگی کے آثار دیکھے تو تمام قبیلہ والوں کو جمع کر کے تقریر کی کہ

---

[1] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۲۸۱ [2] ایضاً [3] اصابہ ج ۳ ص ۱۴۷

"برادران اسلام! اگر تم لوگ محمدؐ کی پرستش کرتے تھے تو وہ دوسرے عالم کو سدھار گئے، اور اگر محمدؐ کے خدا کی پرستش کرتے تھے، تو وہ حی و قیوم اور موت کی گرفت سے بالا ہے، برادرانِ قریش! تم سب سے اخیر مین اسلام لائے ہو، اسلئے سب سے پہلے اسکو چھوڑنے والے نہ بنو، محمدؐ کی موت سے اسلام کو کوئی صدمہ نہین پہنچ سکتا، بلکہ وہ اور زیادہ قوی ہوگا، مجھکو یقین کامل ہے کہ اسلام آفتاب و ماہتاب کی طرح ساری دنیا مین پھیلے گا، اور سارے عالم کو منور کریگا، یاد رکھو جس شخص نے دائرۂ اسلام سے باہر قدم رکھنے کا ارادہ کیا اوس کی گردن اڑا دونگا"[1]

سہیل کی اس موثر، دلپذیر اور پرجوش تقریر نے مذبذبین کے دلون مین پھر اسلام پر راسخ کردیا، اور مرکز اسلام (مکہ) فتنۂ ارتداد کی وبا سے بچ گیا، اس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پیشینگوئی کی تصدیق ہوگئی کہ ممکن ہے سہیل سے کبھی پسندیدہ فعل کا ظہور ہو،

فتنۂ ارتداد کے فرو کرنے مین ان کے گھر بھرنے بلیغ کوشش کی، چنانچہ یمامہ کی مشہور جنگ مین سہیل کے بڑے صاحبزادے عبد اللہ شہید ہوے، حضرت ابوبکرؓ جب حج کے لئے تشریف لے گئے تو سہیل کے پاس تعزیت کے لئے ان کے گھر گئے، انھون نے کہا مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ شہید اپنے ستر اہلِ خاندان کی شفاعت کریگا، مجھکو امید ہے کہ میری سب سے پہلے شفاعت کیجائیگی،[2]

شام کی فوج کشی شام کی فوج کشی کے سلسلہ مین جب حضرت عمرؓ نے تمام ممتاز افراد کو جمع کیا تو شیوخِ قریش بھی آئے، حضرت عمرؓ سب کو درجہ بدرجہ بلاتے تھے، اور گفتگو کرتے تھے، چنانچہ سب سے اول متقدمین فی الاسلام مہاجرین اولین کو بلایا اور صہیبؓ، بلالؓ، عمار بن یاسرؓ کو اور دوسرے بدری صحابہ کو شرفِ باریابی بخشا، ابوسفیان کی رعونت پر یہ تقدم بہت گران گذرا،

---

[1] یہ تقریر سیرت کی کتابون مین کسی قدر طویل ہے، ہم نے محض خلاصہ نقل کیا ہو [2] اسد الغابہ ج ۲ ص ۳۷۲،

انھون نے کہا، آج تک کبھی ایسا نہین ہوا، ان غلامون کو اندر بلایا جاتا ہے اور ہم لوگ دروازہ پر بیٹھے ہوئے ہین، ہماری طرف کوئی توجہ نہین کیجاتی، ابوسفیان کی اس بے جا نخوت پر سہیل کی حق پسند زبان نے طنزاً کہا، تملوگ بھی کس قدر عقلمند ہو! تمھارے چہرون پر یہ برہمی کے آثار کیون ہین؟ اگر تم کو غصہ کرنا ہے تو خود اپنے اوپر کرو انکو اور ہماری قوم کو اسلام کی یکسان دعوت دیگئی، ان لوگون نے اس کے قبول کرنے مین سبقت کی اور تم نے تاخیر کی، خدا کی قسم جس فضل مین وہ تم سے بازی لے گئے وہ باریابی مین تقدم سے جس کے لئے تم بگڑ رہے ہو کہین زیادہ تمھارے لئے سخت اور تکلیف دہ ہونا چاہئے، تمکو معلوم ہے کہ یہ لوگ تم پر سبقت لیگئے، اور اب اس کی تلافی کی تمھارے لئے کوئی سبیل باقی نہین ہے، اس لئے اب تم کو جہاد کا یہ موقعہ نہ کھونا چاہئے، اس مین شریک ہو شاید خدا تم کو جہاد کی شرکت اور شہادت کا شرف عطا فرمائے، یہ سچی اور حقیقت آمیز باتین کہکر دامن جھاڑا اور جہاد مین شریک ہو گئے[1]، اس سلسلہ کی مشہور جنگ یرموک مین فوج کے ایک دستہ کے افسر تھے[2]۔

وفات سعد بن فضالہ جو شام کے جہاد مین سہیل کے ساتھ تھے بیان کرتے ہین کہ ایکمرتبہ سہیل نے کہا کہ مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ خدا کی راہ مین ایک گھڑی صرف کرنا گھر کے تمام عمر کے اعمال سے بہتر ہے، اس لئے اب مین شام کا جہاد چھوڑ کر گھر نہ جاؤنگا، اور یہین جان دونگا، اس عہد پر اس سختی سے قائم رہے کہ طاعون عمواس مین بھی نہ ہٹے، اور ۱۸ھ مین اسی وبا مین شام کے غربت کدہ مین جان دی[3]،

تلافی مافات جیساکہ ناظرین کو سہیل کے ابتدائی حالات سے اندازہ ہوا ہوگا کہ ان کی قبول اسلام سے پہلے کی زندگی کا پورا صفحہ سواد معصیت سے سیاہ تھے، اسلام کی مخالفت، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ناپاک حملے، مسلمانون کی ایذا رسانی وغیرہ کوئی ایسا عناد نہ تھا جو انھون نے اسلام کے خلاف

---

[1] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۲۸۱ [2] طبری ص ۲۰۹۰ [3] اصابہ ج ۳ ص ۱۴۷

نہ ظاہر کیا ہو، اس لیے قبولِ اسلام کے بعد ہمہ تن تلافی مافات مین منہمک ہوگئے، چنانچہ جس قدر مال و دولت وہ مشرکین کی حمایت اور اسلام کی مخالفت مین صرف کرچکے تھے، اسی قدر اسلام کی راہ مین صرف کیا، اور جس قدر لڑائیان کفر کی حمایت مین لڑی تھین اتنے ہی جہاد خدا کی راہ مین کئے، پھر اپنے پورے گھر کو لیکر شام کے جہاد مین شریک ہوے اور لڑکی اور ایک پوتی کے علاوہ تمام اولادون کو اسلام پر فدا کردیا[1]

یہ حسن تلافی کا ایک منظر (جہاد فی سبیل اللہ) ہے، اسیطرح سہیل کی پیشانی مدتون اصنامِ مکہ کے سامنے سجدہ ریز رہ چکی تھی اس کی تلافی کے لیے خداے قدوس کے آستانہ پر اسیقدر جبین سائی کرنی تھی، چنانچہ قبولِ اسلام کے بعد وہ ہمہ تن عبادت و ریاضت کی طرف متوجہ ہوگئے، علامہ ابن عبد البر لکھتے ہین کہ سہیل بن عمرو اسلام کے بعد بکثرت نمازین پڑھتے تھے، روزے رکھتے تھے، اور صدقات دیتے تھے[2]، صاحب اسد الغابہ کا بیان ہے کہ رؤساے قریش مین جو بالکل آخر یعنی فتح مکہ مین مشرف باسلام ہوے، سہیل بن عمرو سے زیادہ نمازین پڑھنے والا، روزہ رکھنے والا صدقہ دینے والا اور آخرت کے دوسرے اعمال مین مذہبی کرنے والا کوئی نہ تھا، شدت ریاضت سے سوکھ کر کانٹا ہوگئے تھے، رنگ روپ بدل گیا تھا، اکثر رویا کرتے تھے، بالخصوص قرآن کی تلاوت کے وقت بہت گریہ طاری رہتا تھا، مشہور فاضل صحابی حضرت معاذ بن جبلؓ سے قرآن کی تعلیم حاصل کرنے جاتے تھے اور آنکھون سے آنسوؤن کا دریا بہتا رہتا تھا[3]

جاہلی عصبیت سے نفرت جاہلیت کے تمام جذبات بالکل فنا ہوگئے تھے، اون کے دورانِ تعلیم مین حضرت معاذ بن جبلؓ مکہ سے چلے گئے، لیکن انھون نے تعلیم کا سلسلہ ترک نہ کیا اور معاذ کے پاس جاکر پڑھتے تھے، ایک دن ضرار بن ازور نے کہا تم اس خزرجی کے پاس کیون قرآن پڑھنے جاتے ہو،

[1] اصابہ ج ۳ ص ۱۴۸ [2] استیعاب ج ۲ ص ۵۹۳ [3] ایضاً [4] اسد الغابہ ج ۲ ص ۳۷۲

اپنے خاندان کے کسی آدمی سے کیون نہین پڑھتے، یہ متعصبانہ اعتراض سنکر سہیلؓ نے جواب دیا، خدا ہی تعصب نے ہماری یہ گت بنائی ہے اور دوسرے ہم سے کتنا بڑھ گئے، خدا کی قسم مین ضرور معاذ کے پاس جایا کرونگا، اسلام نے جاہلیت کے تمام تعصبات اور امتیازات مٹا دیئے اور اسلام کے شرف کی وجہ سے خدا نے ان قبائل کو جو جاہلیت مین بالکل ہیچ تھے بلند مرتبہ کر دیا، کاش ہم نے ان کا ساتھ دیا ہوتا، تو آج ہم بھی آگے ہوتے، مین تو اپنے گھرانے کے مردون، عورتون بلکہ اپنے غلام عمیرؓ بن عوف تک کے تقدم فی الاسلام کے شرف پر خوش ہوتا ہون، اور خدا کا شکر ادا کرتا ہون، اور یقین رکھتا ہون کہ ان ہی لوگون کی دعاؤن نے مجھے فائدہ پہنچایا، ورنہ مین بھی اپنے دوسرے ہمعصرون کیطرح جو اسلام کے خلاف لڑائیون مین مارے گئے ہلاک ہو گیا ہوتا، مین بدر، احد اور خندق مین معاندانہ شریک ہوا، معاہدۂ حدیبیہ مین نے ہی لکھوایا تھا، غرض جب مین حدیبیہ کے معاہدہ مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو بار بار رد کرنے اور باطل پر اڑنے کو یاد کرتا ہون تو مجھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شرم معلوم ہوتی ہے[۱]،

۵۲ حضرت شیبہ بن عتبہ رضؓ

نام و نسب شیبہ نام، ابوہاشم کنیت، نسب نامہ یہ ہے، شیبہ بن عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی قرشی عبشمی، شیبہ کے والد عتبہ اور بہنوئی ابوسفیان اسلام کے بڑے دشمن تھے، عتبہ جنگ بدر مین قریشی فوج کے سپہ سالار تھے،

اسلام گو شیبہ کا گھرانا اسلام کی دشمنی سے تیرہ و تار ہو رہا تھا، لیکن فتح مکہ کے بعد جب روسائے قریش کے لئے کوئی جائے پناہ باقی نہ رہی تو شیبہ بھی مسلمان ہو گئے[۲]،

---

[۱] اسد الغابہ ج ۲ ص ۳۷۲، [۲] ابن سعد ج ۵ ق اول ص ۱۲۸

جنگ یرموک | عہدِ نبوی اور عہدِ صدیقی میں کہیں ان کا پتہ نہیں چلتا، عہدِ فاروقی میں میدانِ جہاد میں قدم رکھا اور شام کی مشہور جنگ قادسیہ میں ایک آنکھ شہید ہوئی،[1]

وفات | شام کی فتح کے بعد یہیں مستقل سکونت اختیار کر لی اور یہیں عہدِ عثمانی میں وفات پائی[2] بعض روایتوں سے امیر معاویہ کے زمانہ میں وفات کا پتہ چلتا ہے،

فضل و کمال | فضل و کمال کے اعتبار سے ممتاز شخصیت رکھتے تھے، ارباب سیر انھیں فاضل صحابہ میں شمار کرتے ہیں،[3] ابو وائل اور ابو ہاشم اوسی نے اون سے روایت کی ہے،[4]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بہت بے باک تھے اور کبار صحابہ انھیں "رجل صالح" بھلے آدمی کے لقب سے یاد کرتے تھے، کہیل بن حرملہ روایت کرتے ہیں کہ ابو ہریرہ دمشق آئے اور ابو کلثوم سدوسی کے مہمان ہوئے، ہم لوگ ان سے ملنے کیلئے گئے، باتوں باتوں میں "صلوٰۃ وسطیٰ" کا ذکر آیا، اس کی تعیین میں اختلاف پیدا ہوا، ابو ہریرہؓ نے کہا اس مسئلہ میں تم میں بھی اختلاف ہے، جس میں ہم لوگوں میں مقام قبا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کے پاس اختلاف ہوا تھا، ہم میں ایک رجل صالح ابو ہاشم بن عتبہ بن ربیعہ تھے، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بہت بیباک تھے، وہ فوراً آپ کی خدمت میں گئے اور دریافت کرکے واپس آکر بتایا کہ صلوٰۃ وسطیٰ عصر ہے،[5]

دنیاوی ابتلا پر تاسف | عہدِ نبوی کے بعد مسلمانوں کی زندگیاں بہت بدل گئی تھیں، شیبہ اسے دیکھ کر روتے تھے، ایکمرتبہ شیبہ بیمار ہوئے، ان کے بھانجے امیر معاویہ عیادت کے لئے آئے، شیبہ رونے لگے، معاویہ نے پوچھا آپ روتے کیوں ہیں، مرض کی تکلیف ہے یا دنیا چھوڑنے

[1] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۶۳۸ [2] استیعاب ج ۲ ص ۷۱۹ [3] ایضاً [4] تہذیب الکمال ص ۴۶۲ [5] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۶۳۸،

کا غم ہے، کہا یہ کچھ نہین ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے یہ عہد کیا تھا کہ "ابو ہاشم ممکن ہے تم اس زمانہ تک زندہ رہو جب مسلمانون مین مال کی کثرت ہوگی، ایسے وقت مین تمہارے لئے ایک خادم اور جہاد فی سبیل اللہ کے لئے ایک سواری کافی ہے، اس ارشاد کے مقابلہ مین اتنا کچھ جمع کر رکھا ہے[1]

۵۹۔ حضرت شیبہ بن عثمانؓ

نام و نسب | شیبہ نام، ابو عثمان کنیت، نسب نامہ یہ ہے، شیبہ بن عثمان بن ابی طلحہ بن عبد العزیٰ ابن عثمان بن عبد دار بن قصی قرشی عبدری حجبی، خانۂ کعبہ کی کلید برداری ان ہی کے گھر مین تھی، ان کے والد عثمان جنگ احد مین حضرت علیؓ کے ہاتھون مارے گئے،

اسلام | ان کے اسلام کے بارہ مین دو روایتین ہین، ایک یہ کہ فتح مکہ مین مشرف باسلام ہوئے دوسری یہ کہ غزوۂ حنین مین، لیکن پہلی روایت زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے، اس کی تائید اس واقعہ سے بھی ہوتی ہے کہ خانہ کعبہ کی تطہیر کے بعد، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی کنجی عثمان بن طلحہ اور شیبہ کو واپس کی اور فرمایا کہ یہ کنجی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے قیامت تک تمھارے پاس رہیگی، جو شخص اس کو تم سے چھینے گا وہ ظالم ہوگا،[2]

غزوۂ حنین مین اسلام والی روایت کا واقعہ یہ ہے کہ شیبہ بھی اپنے اہل خاندان کی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سخت دشمن تھے، حنین کے دن یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بدنیتی سے نکلے، اور آپ کو غافل پاکر قتل کرنا چاہا، آپ ہوشیار ہوگئے، اور انھین قریب بلایا، اس واقعہ سے شیبہ بہت مرعوب اور خوف زدہ ہوگئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] استیعاب ج ۲ ص ۶۱۵ [2] استیعاب ج اول ص ۲۰۶

نے ان کے سینہ پر ہاتھ مار کر فرمایا اب تم سے شیطان دور ہو گیا، اسلام کی صداقت کے لئے یہ واقعہ کافی تھا، کہ ایک شخص جان لینے کے لئے بڑھتا ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی نیت تاڑ جاتے ہین، اور نرم الفاظ مین مخاطب فرماتے ہین، چنانچہ شیبہ اسی وقت مشرف باسلام ہو گئے[1]

غزوۂ حنین: بہرحال حنین مین شیبہ اسلام کی حالت مین شریک ہوئے اور بڑے ثبات واستقلال سے لڑے، جب مسلمانون کی عارضی شکست مین ان کے پاؤن اکھڑ گئے تو اس وقت بھی شیبہ کے پائے ثبات مین لغزش نہ آئی،[2]

حضرت عمرؓ کے زمانہ مین ایک مرتبہ وہ اور شیبہ خانہ کعبہ مین بیٹھے ہوئے تھے، حضرت عمرؓ نے خانہ کعبہ کی طرف اشارہ کرکے کہا کہ اس گھر مین جس قدر سونا اور چاندی ہے، سب کو مسلمانون مین تقسیم کردون گا، انھون نے کہا تم کو اس کا کیا حق ہے جب کہ تمھارے دونو ساتھیون (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ) نے ایسا نہین کیا، ان کے استدلال پر حضرت عمرؓ نے فرمایا مین ان ہی دونون کی اقتدا کرتا ہون،[3]

امارتِ حج: شیبہ بہت دنون تک زندہ رہے، لیکن کسی سلسلہ مین نظر نہین آتے، حضرت علیؓ اور امیر معاویہ کے زمانہ کا یہ واقعہ ملتا ہے کہ ۳۹ھ مین جب ان دونون مین کشمکش جاری تھی تو حضرت علیؓ نے قثم بن عباس کو اپنی جانب سے امیر الحج بنا کر بھیجا اور امیر معاویہ نے یزید بن شجرہ کو[4] مکہ مین، دونون مین امارت کے بارہ مین اختلاف ہوا، اسوقت شیبہ موجود تھے، حضرت ابوسعید خدری نے جھگڑا چکانے کے لئے ان کو امیر بنایا، ان کی امارت پر فریقین متفق ہو گئے، چنانچہ ۳۹ھ کا حج انہی کی امارت مین ہوا،[5]

وفات: امیر معاویہ کے آخر عہدِ خلافت ۵۹ھ مین وفات پائی، دو لڑکے مصعب اور عبد اللہ

---

[1] اسد الغابہ ج ۳ ص، [2] استیعاب ج ۲ ص ۹۰، [3] بخاری باب الاقتدا بسنن رسول اللہ [4] اصابہ ج ۲ ص ۲۱۶،

یادگار چھوڑے[1]،

فضل وکمال | فضل وکمال کے لحاظ سے شیبہ کا کوئی خاص پایہ نہین ہے، تاہم حدیث کی کتابین ان کی مرویات سے خالی نہین ہین، ان سے مصعب بن شیبہ نافع بن مصعب ابو وائل، عکرمہ اور عبدالرحمن بن زجاج وغیرہ نے روایتین کی ہین، علامہ ابن عبدالبر انھین فضلاے مؤلفۃ القلوب مین لکھتے ہین[2]،

حضرت صعصعہ بن ناجیہ رض،

نام ونسب | صعصعہ نام، باپ کا نام ناجیہ تھا، نسب نامہ یہ ہے، صعصعہ بن ناجیہ بن عقال ابن محمد بن سفیان بن مجاشع بن دارم بن مالک بن زید مناۃ بن تمیم تمیمی،

اسلام سے پہلے | صعصعہ کی فطرت ابتدا سے سلیم تھی، چنانچہ زمانۂ جاہلیت مین جبکہ سارے عرب مین دختر کشی عام تھی اور لوگ لڑکیون کو ننگِ قرابت سے بچنے کے لئے زندہ دفن کر دیا کرتے تھے شیبہ کی آغوشِ محبت لڑکیون کی پرورش کیلئے کھلی تھی اور وہ دوسرون کی لڑکیون کو خرید خرید کر پالتے تھے،

اسلام | وفد تمیم کے ساتھ مدینہ آئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام پیش کیا، صعصعہ سلیم الفطرت تھے، اس لئے بلا تامل قبول کر لیا، قبول اسلام کے بعد آپ سے کچھ آیات قرآنی حاصل کین، پھر پوچھا یا رسول اللہ مین نے جاہلیت مین جو اچھے کام کئے ہین وہ قبول ہون گے اور مجھکو ان کا اجر ملے گا؟ فرمایا کون سے اعمال کئے ہین، عرض کیا ایک مرتبہ میری دس ماہ کی دو حاملہ اونٹنیان گم ہوگئین، مین ایک اونٹ پر سوار ہو کر ان کی تلاش مین نکلا، راستہ مین دو مکان

---

[1] تہذیب الکمال ص ۱۶۸ [2] استیعاب ج ۲ ص ۶،۹،۷

دکھائی دیئے، مین ان مین گیا، ایک مکان مین ایک پیر مرد نظر آیا، اس سے مجھ سے باتین ہونے لگین، اتنے مین گھر سے آواز آئی کہ اس کے گھر مین ولادت ہوئی، اس نے پوچھا کون بچہ ہوا، معلوم ہوا لڑکی، اس نے کہا اس کو دفن کردو، مین نے کہا دفن نہ کرو مین اس کو خرید تا ہون، چنانچہ مین نے اس کو دو اونٹنیان بچون سمیت اور اپنی سواری کا اونٹ دیکر لڑکی لے لی، اس طریقہ سے ظہور اسلام تک مین نے تین سو ساٹھ دفن ہونے والی لڑکیون کو فی لڑکی دس دس مہینہ کی دو دو حاملہ اونٹنیان اور ایک ایک اونٹ دیکر خریدا، اس کا مجھے کوئی اجر ملے گا؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا نے اسلام کے شرف سے سرفراز کیا ہے، اس لئے ان تمام نیکیون کا اجر ملے گا[۱]۔

صعصعہ کے اعمال حسنہ محض لڑکیون کو بچانے تک محدود نہ تھے، بلکہ وہ غربا پرور بھی تھے، اور غریبون اور محتاجون کے لئے ان کا دست کرم ہمیشہ دراز رہتا تھا، ضروریات سے جو کچھ بچتا تھا، اس کو پڑوسیون اور مسافرون مین تقسیم کردیتے تھے، ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ میرے پاس ضروریات سے جو کچھ بچتا ہے اس کو مین پڑوسیون اور مسافرون کے لئے رکھ چھوڑتا ہون، فرمایا پہلے مان، باپ بھائی بہن اور قریبی رشتہ دارون کو دیا کرو[۲]۔

وفات وفات کے زمانہ کے بارہ مین ارباب سیر خاموش مین،

اولاد مشہور شاعر فرزدق ان کا پوتا تھا، چنانچہ اس نے اس فخریہ شعر

وجدی الذی منع الوائدات فاحیا الوئید فلم توأد

مین صعصعہ ہی کے کارنامہ کی طرف اشارہ کیا ہے،

[۱] اسد الغابہ ج ۳ ص ۲۱۔ [۲] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۶۶۰،

۶۱۔ حضرت صفوان بن امیہؓ

نام ونسب۔ صفوان نام، ابو وہب کنیت، نسب نامہ یہ ہے، صفوان بن امیہ بن خلف بن وہب ابن جمح قرشی، زمانۂ جاہلیت میں صفوان کا خاندان نہایت معزز اور مفتخر تھا، ایسار یعنی تیروں سے پانسہ ڈالنے کا عہدہ ان ہی کے گھر میں تھا، کوئی پبلک کام اس وقت تک نہ ہوسکتا تھا، جب تک پانسے سے اس کا فیصلہ نہ ہوجائے،

قریش کے دوسرے معززین کی طرح صفوان کا باپ امیہ بھی اسلام کا سخت مخالف تھا، حضرت بلالؓ اسی کی غلامی میں تھے، جن کو وہ اسلام سے برگشتہ کرنے کے لئے بڑی عبرت انگیز سزائیں دیتا تھا، بدر میں اس کا سارا کنبہ مسلمانوں کے استیصال کے ارادہ سے نکلا، حضرت عبدالرحمٰن ابن عوفؓ نے امیہ کی حفاظت کا ذمہ لیا تھا، لیکن میدان جنگ میں حضرت بلالؓ کی نظر اس پر پڑ گئی، یہ چلائے کہ دشمن اسلام امیہ کو لینا ان کی آواز پر مسلمان چاروں طرف سے امیہ پر ٹوٹ پڑے، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ بچانے کے لئے امیہ کے اوپر لیٹ گئے، لیکن بلالؓ کی فریاد کے سامنے ان کی کسی نے نہ سنی اور تیروں سے چھید چھید کر امیہ کا کام تمام کردیا، اس کی مدافعت میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ بھی زخمی ہوئے۔[۱]

بدر میں مشرکین کی شکست اور باپ کے قتل نے صفوان کو بہت زیادہ مشتعل کردیا، ایک دن یہ اور عمیر بن وہب بیٹھے ہوئے بدر کے واقعات کا تذکرہ کر رہے تھے، صفوان نے کہا مقتولین بدر کے بعد زندگی کا مزہ جاتا رہا، عمیر نے جواب دیا سچ کہتے ہو کہیں اگر قرض کا بار نہ ہوتا اور بال بچوں کے مستقبل کی فکر نہ ہوتی تو محمدؐ کو قتل کرکے یہ قصہ ہی ختم کردیتا، صفوان باپ کے خون کے

---

[۱] بخاری کتاب الوکالہ

انتقام کے لئے بیتاب تھے، بولے یہ کون بڑی بات ہے، مین ابھی تمھارا قرض چکائے دیتا ہون، رہا اہل وعیال کا معاملہ تو ان کے متعلق بھی یقین دلاتا ہون کہ تمھارے بعد اپنے بال بچون کی طرح ان کی کفالت اور خبر گیری کرون گا، چنانچہ عمیر کو آمادہ کرکے انھین ایک زہر مین بجھی ہوئی تلوار دیکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قصہ چکانے کے لئے مدینہ بھیجا، مگر مدینہ پہنچنے کے بعد جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے تو یہ راز فاش ہوگیا، اور عمیر مسلمان ہوگئے،[۱]

اس سازش کی ناکامی کے بعد صفوان نے جن جن کے اعزہ بدر مین مارے گئے تھے، انھین ساتھ لیکر ابوسفیان کو بدلہ لینے پر آمادہ کیا، اس کا نتیجہ احد کی صورت مین ظاہر ہوا، ابوسفیان مسلمانون کی عارضی شکست کے بعد مکہ واپس ہو رہا تھا، مگر پھر یہ خیال کرکے کہ اس وقت مسلمان کمزور ہین ان سے پورا بدلہ لینا چاہا، لیکن صفوان نے کہا کہ اس مرتبہ ہم کامیاب ہوگئے ہین، ممکن ہے آیندہ خلاف نتیجہ نکلے، اس لئے لوٹنا مناسب نہین ہے، ان کے سمجھانے پر ابوسفیان لوٹ آیا،[۲]

۳ھ مین بعض نو مسلم قبائل کی درخواست پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تعلیم کیلئے قاری صحابہ کی ایک جماعت بھیجی تھی، راستہ مین بنی لحیان نے ان پر حملہ کر دیا، اس حملہ مین چند صحابہ شہید ہوئے، اور چند زندہ گرفتار کئے گئے، گرفتار ہونے والون مین ایک صحابی زید بن دسنہ تھے، انھین بیچنے کے لئے مکہ لایا گیا، صفوان نے خرید کر اپنے باپ کے بدلہ مین قتل کیا،[۳]

اس کے بعد صفوان کو اسلام سے پہلی سی پرخاش باقی نہ رہی، بلکہ اندرونی طور پر دہ متاثر ہونے لگے، چنانچہ ۸ھ مین جب غزوۂ خیبر پیش آیا تو دوسرے آلات حرب تو مسلمانون کو مہیا ہوگئے، لیکن زرہین نہ تھین، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صفوان سے مانگ بھیجین، انھون نے

[۱] طبقات ابن سعد تذکرۂ عمیر بن وہب [۲] سیرۃ ابن ہشام ج ۲ ص ۱۱، [۳] سیرۃ ابن ہشام ج ۲ ص ۶۱،

کہا عاریۃً یا غصبًا، فرمایا عاریۃً، چنانچہ صفوان نے چند زرہیں عاریۃً دیں، یہ پہلا موقع تھا کہ ان کے جیسے دشمنِ اسلام کی جانب سے اس کی امداد کا کوئی کام ہوا، ان زرہوں میں سے غزوۂ خیبر میں چند ضائع ہو گئیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تاوان دینا چاہا، لیکن صفوان نے قبول نہ کیا اور کہا یا رسول اللہ آج اسلام کیجانب میرا میلان ہو رہا ہے[۱] لیکن قومی عصبیت نے اس میلان کو دبا دیا، اور فتح مکہ میں مسلمانوں سے مزاحم ہوئے[۲]

فتح مکہ کے بعد جب رؤسائے قریش کا شیرازہ بکھر گیا اور ان کے لئے کوئی جائے پناہ باقی نہ رہگئی تو ان میں سے اکثر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لطف و کرم اور عفو و درگذر کو دیکھکر مشرف باسلام ہو گئے، اور بعضوں نے اپنی گذشتہ کرتوتوں کے خوف اور بعضوں نے تعصب کیوجہ سے راہ فرار اختیار کی، صفوان نے بھی جدہ کا راستہ لیا، ان کے عزیز اور قدیم رفیق عمیر بن وہب نے جو بدر کے بعد ہی مشرف باسلام ہو گئے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، یا رسول اللہ سردار قوم صفوان بن امیہ آپکے خوف سے بھاگ گئے ہیں، آپنے فرمایا وہ مامون ہیں عمیر نے کہا یا رسول اللہ جان بخشی کی کوئی نشانی مرحمت ہو، آپنے ردائے مبارک دی، کہ وہ اسے دکھا کر صفوان کو اسلام کی دعوت دیں اور انھیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بلا لائیں، اگر وہ اسلام قبول کرلیں تو فبہا ورنہ انھیں غور کرنے کے لئے دو مہینہ کی مہلت دیجائے، عمیر ردائے مبارک لیکر صفوان کی تلاش میں نکلے، اور انھیں ردا دکھا کر مدینہ واپس لے آئے، اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مجمع عام میں بلند آواز سے آپ سے پوچھا محمد، عمیر بن وہب نے مجھ سے تمہاری چادر دکھا کر کہا ہے کہ تم نے مجھکو بلایا ہے، اور مجھے اختیار دیا ہے کہ اگر میں پسند کروں تو اسلام قبول کرلوں ورنہ دو مہینہ کی مہلت ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابو وہب سواری

---

[۱] مسند احمد بن حنبل ج ۳ ص ۴۰۱ [۲] سیرۃ ابن ہشام ج ۲ ص ۲۳۸

اترو، انھون نے کہا جب تک صاف نہ بتاؤگے نہ اترونگا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو ۲ مہینے کے بجائے تمکو چار مہینہ کی مہلت ہے[1]،

اس عفو ودرگذر اور نرمی وملاطفت کے بعد بھی صفوان اپنے مذہب پر قائم رہے، لیکن اسلام کے ساتھ کوئی پرخاش باقی نہین رہی، چنانچہ اس کے بعد ہی جنگ حنین اور طائف ہوئی، اس مین بھی انھون نے اسلحہ سے مسلمانون کی مدد کی اور خود بھی دونون لڑائیون مین شریک ہوئے[2]، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حنین کے مال غنیمت مین سے سو اونٹ انھین مرحمت فرمائے، یہ لطف ومرحمت دیکھکر صفوان نے کہا ایسی فیاضی نبی ہی کر سکتا ہے[3]، ان کی بیوی ان سے پہلے مشرف باسلام ہو چکی تھین لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دونون مین تفریق نہین کی[4]

اسلام	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس طرز عمل سے متاثر ہو کر غزوۂ طائف کے چند دنون بعد

مشرف اسلام ہوگئے، اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کی تجدید نہین فرمائی[5]،

مدینہ کی ہجرت اور واپسی	صفوان تا خیر اسلام کیوجہ سے ہجرت کا شرف حاصل نہ کر سکے تھے، کسی نے ان سے

کہا جو ہجرت کے شرف سے محروم رہا وہ ہلاک ہوگیا، صفوان یہ سنکر ہجرت کرکے مدینہ چلے آئے[6] اور حضرت عباسؓ کے یہان اترے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی ہجرت کی خبر ہوئی تو فرمایا فتح کے بعد ہجرت نہین ہے، اور صفوان سے پوچھا کس کے یہان اترے ہو، عرض کی عباس کے یہان، فرمایا، ایسے قریش کے ہان جو قریش کو بہت زیادہ محبوب رکھتا ہے، پھر انھین مکہ واپس جانے کا حکم دیا، اس حکم پر صفوان مکہ واپس گئے اور بقیہ زندگی مکہ ہی مین بسر کی[8]،

جنگ یرموک	حضرت عمرؓ کے زمانہ مین شام کی فوج کشی مین مجاہدانہ شریک ہوئے اور اس

[1] سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۲۴۷ و موطا امام مالک ص ۱۷، [2] موطا امام مالک ص ۱۱۷، [3] سیرۃ ابن ہشام ج ۲ ص ۳۰۰ و استیعاب ج اول ص ۳۲۸، [4] موطا امام مالک ص ۱۷، [5] ایضاً، [6] ایضاً، [7] استیعاب ج اول ص ۳۲۸، [8] ایضاً

اس سلسلہ کی مشہور جنگ یرموک میں ایک دستہ کے افسر تھے،[۱]

وفات | امیر معاویہ کے عہدِ خلافت میں وفات پائی،[۲] وفات کے بعد دو لڑکے امیہ اور عبداللہ یادگار چھوڑے،

فضل وکمال | فضل وکمال کے لحاظ سے کوئی خاص مرتبہ نہ تھا، تاہم احادیث سے انکا دامنِ علم یکسر خالی نہیں ہے، امیہ، عبداللہ، صفوان بن عبداللہ، حمید بن حجیر، سعید بن مسیب، عطار طاؤس، عکرمہ اور طارق بن مرقع وغیرہ نے ان سے روائتیں کی ہیں،[۳] البتہ اس عہد کے دوسرے ممتاز علوم میں کمال رکھتے تھے، چنانچہ خطابت، فصاحت وبلاغت میں جو اس عہد کے کمالات تھے، صفوان کا شمار بلغائے عرب میں تھا،[۴]

عام حالات | فیاضی اور سیرچشمی ان کی فطرت میں تھی، زمانۂ جاہلیت ہی سے وہ قریش کے فیاضی اور عالی حوصلہ لوگوں میں تھے اور انکا دسترخوان لوگوں کیلئے صلائے عام تھا،[۵]

۶۲ - حضرت صفوانؓ بن معطل

نام ونسب | صفوان نام، ابو عمر کنیت، نسب نامہ یہ ہے، صفوان بن معطل بن رخصہ بن خزاعی بن محارب بن مرہ بن فالج بن ذکوان بن ثعلبہ بن بجثہ بن سلیم بن منصور سلمی،

اسلام | ۵ھ میں مشرف باسلام ہوئے،[۶]

غزوات | قبولِ اسلام کے بعد سب سے اول غزوۂ مریسیع میں شریک ہوئے، خندق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھے، سریۂ عزنیین میں بھی پیش پیش تھے،[۷] غزوات میں عموماً "ساقہ"

---

[۱] طبری ص ۳۰۹۲ [۲] استیعاب ج ۲ ص ۳۲۹ [۳] تہذیب التہذیب ج ۴ ص ۴۲۴ [۴] اصابہ ج ۳ ص ۲۳۷،

[۵] استیعاب ج ۲ ص ۳۲۹ [۶] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۵۱۸، [۷] ایضاً

یعنی فوج کے اس حصہ پر مامور ہوتے تھے جو فوج کے پیچھے پیچھے چلتا ہے، تاکہ فوج کے بھولے بھٹکے ہوے آدمیون اور گری پڑی ہوئی چیزون کو ساتھ لیتا چلے، غزوۂ بنی مصطلق مین بھی صفوان اس خدمت پر مامور تھے، اس غزوہ مین حضرت عائشہؓ چھوٹ گئی تھین، چنانچہ صفوان انھین ساتھ لیتے آئے" منافقین نے اس کو بہت مکروہ صورت مین مشتہر کیا، لیکن کلام پاک نے اس افترا پردازی کا پردہ چاک کردیا، اس موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صفوان کے متعلق یہ راے ظاہر فرمائی تھی، ماعلمت منہ الاخیراً مین ان مین بھلائی کے سوا کچھ نہین جانتا، [1]

بعض صحابہ جن مین حسان بن ثابتؓ بھی تھے منافقون کے فریب مین آگئے، صفوان نہایت باحمیت تھے اور پھر ام المومنین کا معاملہ تھا، اس لئے قدرۃً انھین تکلیف پہنچی اور جوش حمیت مین انھون نے حسان پر تلوار چلادی، حسان نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی شکایت کی، آپنے اس کے معاوضہ مین حسان کو کھجور کا ایک باغ دلوایا، [2]

عہدِ خلفاء۔ حضرت عمرؓ کے عہدِ خلافت ۱۹ھ مین آرمینیہ کی فوج کشی مین شریک ہوئے، بعض روایتون سے معلوم ہوتا ہے کہ اسی معرکہ مین جام شہادت پیا اور بعض سے معلوم ہوتا ہی، امیر معاویہ کے زمانہ تک زندہ تھے، اور روم کی معرکہ آرائیون مین شریک ہوئے، ان ہی مین سے کسی معرکہ مین ران کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی، [3]

وفات۔ غرض باختلاف روایت ۱۹ھ یا ۵۸ھ مین وفات پائی،

فضل وکمال، صفوان کو مذہبی معلومات کی بڑی تلاش وجستجو رہتی تھی، جن چیزون سے ناواقف ہوتے تھے، اسے براہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ لیتے تھے، ایک مرتبہ آپ سے عرض کیا

---

[1] بخاری کتاب التفسیر باب قولہ عزوجل ان الذین جاؤا بالافک عصبۃ منکم الخ [2] اسد الغابہ ج ۳ ص ۲۶ [3] ایضاً واستیعاب ج اول ص ۳۲۹،

یارسول اللہ! آپ سے ایسے مسائل پوچھنا چاہتا ہون جن سے آپ واقف ہین، مگر مین ناواقف ہون فرمایا، پوچھو، عرض کی شب و روز مین کوئی وقت ایسا بھی ہے جس مین نماز مکروہ ہو، اس استفسار پر آپ نے تینون مکروہ اوقات مفصل بتائے[۱]،

گو صفوان سے بہت کم روایتین ہین تاہم وہ فضل و کمال کے لحاظ سے صحابہ کی جماعت مین ممتاز شمار کئے جاتے تھے، علامہ ابن عبد البر لکھتے ہین کان خیراً فاضلاً[۲]، شاعر بھی تھے، مگر عام طور سے شاعری نہین کرتے تھے، جب کوئی خاص موقع آتا تھا تو اشعار موزون ہو جاتے تھے، حسان بن ثابت پر وار کرتے وقت بھی دو شعر کہے تھے[۳]

شجاعت | شجاعت و بہادری مین بہت ممتاز تھے اور اس زمانہ کے مشہور بہادرون مین شمار تھا[۴]

حضرت ضحاک بن سفیان

نام و نسب | ضحاک نام، ابوسعید کنیت، "سیاف رسول" لقب، نسب نامہ یہ ہے، ضحاک بن سفیان ابن عوف بن کعب بن ابی بکر بن کلاب بن ربیعہ بن عامر بن صعصعہ عامری کلابی، مدینہ کے قریب بادیہ مین رہتے تھے،

اسلام و غزوات | فتح مکہ سے پہلے مشرف باسلام ہوئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انھین ان کے قبیلہ کے مسلمون کا امیر بنایا، فتح مکہ مین جب تمام مسلم قبائل جمع ہوئے تو ان کا قبیلہ بھی نوسو جمعیت کے ساتھ آیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ والون سے مخاطب ہو کر

---

[۱] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۱۸۵ [۲] استیعاب ج اول ص ۳۲۹ [۳] اسد الغابہ ج ۳ ص ۲۶

[۴] استیعاب ج اص ۳۲۹

فرمایا تم میں کوئی ایسا شخص ہے جو تمہاری جماعت کو ہزار کے برابر کردے، یہ کہکر ضحاک کو شرفِ امارت عطا فرمایا[۱]،

سریۂ بنی کلاب | ضحاک نہایت شجاع وبہادر تھے، اس لئے اہم امور کے لئے انکا انتخاب ہوتا تھا، چنانچہ ۹ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوتِ اسلام کے سلسلہ میں ان کے قبیلہ بنی کلاب کی طرف جو سریہ روانہ فرمایا تھا وہ ضحاک ہی کی ماتحتی میں گیا تھا[۲]،

غزوات کے علاوہ بھی وہ ذات نبوی کی حفاظت کی خدمت انجام دیا کرتے تھے، اور بعض مواقع پر وہ شمشیر برہنہ آپ کی پشت پر کھڑے ہوتے تھے، اس صلہ میں بارگاہِ رسالت سے "سیافِ رسول اللہ" کا معزز لقب ملا تھا[۳]،

فضل وکمال، | فضل وکمال میں کوئی خاص پایہ نہ تھا، ان سے صرف چار حدیثیں مروی ہیں، ابن مسیب اور حسن بصری نے ان سے روایت کی ہے[۴]، حضرت عمرؓ ان کے معلومات پر فیصلہ کردیا کرتے تھے، حضرت عمرؓ کا خیال تھا کہ مقتول کی دیت میں اس کی بیوی کا کوئی حصہ نہیں لیکن ضحاک کی شہادت پر یہ راے بدل دی[۵]،

حضرت ضرار بن ازورؓ

نام ونسب | ضرار نام، ابو ازور کنیت، نسب نامہ یہ ہے، ضرار بن مالک (ازور) بن اوس بن خذیمہ بن ربیعہ بن مالک بن ثعلبہ بن دودان بن اسد بن خزیمہ اسدی،

اسلام | ضرار اپنے قبیلہ کے اصحاب ثروت میں تھے، عرب میں سب سے بڑی دولت

---

[۱] اسد الغابہ ج ۳ ص ۳۶ [۲] ابن سعد حصہ مغازی ص ۱۱۷ [۳] استیعاب ج اول ص ۲۹۳
[۴] تہذیب الکمال ص ۱۷۶ [۵] استیعاب واسد الغابہ ج ۳ ص ۳۶

اونٹ کے گلے تھے، ضرار کے پاس ہزار اونٹون کا گلہ تھا، اسلام کے جذب دولولے مین تمام مال و دولت چھوڑ کر خالی ہاتھ آستانِ نبوی پر پہنچے اور عرض کی،[۱]

ترکت الخمور وضرب القداح	واللھو تعللۃ وابتھالا
فیارب لا تغبنن صفقتی	فقد بعت اھلی ومالی مدکلا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمھاری تجارت گھاٹے مین نہین رہی،[۲]

قبولِ اسلام کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی صیدا اور بنی ہذیل کی طرف بھیجا،[۳]

فتنۂ ارتداد عہد صدیقی مین فتنۂ ارتداد کے فرو کرنے مین بڑی سرگرمی سے حصہ لیا، بنی تمیم کا مشہور مرتد سرغنہ مالک بن نویرہ ان ہی کے ہاتھون مارا گیا،[۴] اس سلسلہ کی مشہور جنگ یمامہ مین بڑی شجاعت سے لڑے، واقدی کے بیان کے مطابق اس بے جگری سے لڑے کہ دونون پاؤن پنڈلیون سے کٹ گئے، مگر تلوار ہاتھ سے نہ چھوٹی، گھٹنون کے بل گھسٹ گھسٹ کر لڑتے رہے اور گھوڑون کی ٹاپون سے مسل کر شہید ہوئے،[۵]

شہادت مگر یہ بیان بہت مبالغہ آمیز معلوم ہوتا ہے، اس حد تک واقعہ صحیح ہے کہ ضرار یمامہ کی جنگ مین نہایت سخت زخمی ہوئے تھے، مگر شہادت کے بارہ مین روایات مختلف ہین، بعض یمامہ مین بتاتی ہین، بعض اجنادین مین اور بعض روایتون سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ تک زندہ تھے اور شام کی فتوحات مین شرکت کی، لیکن موسیٰ بن عقبہ کی روایت کی رو سے اجنادین کے معرکہ مین شہادت پائی، یہ روایت زیادہ مستند ہے،[۶]

۱؎ اسد الغابہ ج ۳ ص ۳۹ ۲؎ استیعاب ج اول ص ۳۳۳ ۳؎ ایضاً ۴؎ ایضاً ۵؎ اسد الغابہ ج ۳ ص ۴۰ ۶؎ اصابہ ج ۳ ص ۲۷۶

۶۵۔ حضرت ضماد بن ثعلبہؓ

نام ونسب ضماد نام، باپ کا نام ثعلبہ تھا، قبیلہ ازد شنوءہ سے خاندانی تعلق تھا، طبابت اور جھاڑ پھونک پیشہ تھا، زمانۂ جاہلیت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دوست تھے[۱]،

اسلام جب مکہ میں اول اول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے توحید الٰہی کی صدا بلند کی تو اس کے جواب میں ہر طرف سے جنون اور دیوانگی کا فتویٰ صادر ہوا، اتفاق سے ان ہی دنوں ضماد کسی کام سے مکہ آئے، انھوں نے بھی سنا کہ (نعوذ باللہ) محمد مجنون ہوگئے، طبابت اور جھاڑ پھونک پیشہ تھا اس لئے گذشتہ تعلقات اور مراسم نے تقاضا کیا کہ محمد کو ضرور دیکھنا چاہئے، ممکن ہے میرے ہاتھوں سے شفا مقدر ہو، چنانچہ خدمت نبوی میں جا کر کہا محمد میں آسیب کا علاج کرتا ہوں خدا نے میرے ہاتھوں سے بہتوں کو شفا بخشی ہے اس لئے میں تمہارا بھی علاج کرنا چاہتا ہوں، اس ہمدردی کے جواب میں آپ نے یہ آیتیں تلاوت فرمائیں،

الحمد للّٰہ نحمدہ ونستعینہ من یھدہ اللّٰہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ، واشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ واشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ،	تمام تعریفیں خدا ہی کے لئے ہیں ہم اسکی حمد کرتے ہیں اور اس سے استعانت چاہتے ہیں، جس کو خدا ہدایت دے اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اور جسکو وہ گمراہ کردے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں، میں گواہی دیتا ہوں خدا کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور محمد اس کے بندے اور رسول ہیں،

یہ آیتیں تلاوت کرکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کچھ اور فرمانا چاہتے تھے کہ ضماد نے دوبارہ پڑھنے کی

---

[۱] اسد الغابہ ج ۳ ص ۴۲

فرمائش کی، آپ نے تین مرتبہ پڑھکر سنایا، ضماد نہایت غور و تامل کے ساتھ سنتے جاتے تھے، اور ہر مرتبہ دل متاثر ہوتا جاتا تھا، جب سن چکے تو کہا میں نے کاہنوں کا سجع سنا ہے، ساحروں کی سحربیانی سنی ہے، شعراء کا کلام سنا ہے، لیکن یہ تو کچھ اور ہی چیز ہے، جو بات اس میں ہے، وہ کسی میں نہیں پائی، اس کا عمق تو سمندر کی گہرائیوں کی تھاہ لاتا ہے، ہاتھ بڑھاؤ اور مجھے اسلام کی غلامی میں داخل کرو، اس طریقہ سے عرب کا وہ مشہور طبیب جو جنون کا علاج کرنے آیا تھا، خود اسلام کا دیوانہ بن گیا،[۱]

ضماد گو بہت ابتدا میں مشرف باسلام ہوئے تھے، لیکن اسلام کے بعد پھر کہیں انکا تذکرہ نہیں ملتا، صرف ایک موقع پر ان کا نام آتا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سریہ کسی سمت روانہ فرمایا تھا، وہ ضماد کے قبیلہ کی طرف سے گذرا تو یہاں سے ایک مطہرہ ملا، امیر سریہ نے پوچھا کہ اس قبیلہ سے کچھ ہاتھ لگا، ایک شخص نے کہا ایک مطہرہ ملا ہے، امیر نے کہا اسے واپس کردو، یہ ضماد کا قبیلہ ہے،[۲] اس کے بعد پھر کہیں ان کا پتہ نہیں چلتا،

۲۴ حضرت ضمامؓ بن ثعلبہ

نام و نسب ضمام نام، باپ کا نام ثعلبہ تھا، قبیلہ بنی سعد سے نسبی تعلق تھا،

اسلام سے پہلے ضمام فطرۃً سلیم الطبع تھے، چنانچہ زمانۂ جاہلیت میں بھی جب سارا عرب طرح طرح کے فواحش میں مبتلا تھا ضماد کا دامن اخلاق ان سے محفوظ رہا،[۳]

اسلام سنہ ۵ھ میں جب اسلام کا چرچا سارے عرب میں پھیل گیا، اور دور دور کے قبائل مدینہ آنے لگے تو ضمام کے قبیلہ نے انھیں تحقیق حال کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا

---

[۱] مسلم کتاب الجمعہ قولہ ناعوس، [۲] ایضاً۔ [۳] اصابہ ج ۳ ص ۲۴۱

جس وقت یہ پہنچے، اس وقت آپ مسجد مین تشریف فرما تھے، ضمام مسجد کے دروازہ پر اونٹ باندھکر اندر داخل ہوئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد صحابہ کا مجمع تھا، ضمام سیدھے آپکے پاس پہنچے، اور پوچھا تم مین عبد المطلب کا پوتا کون ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مین ہون، ضمام نے کہا محمد! فرمایا ہان، اس کے بعد ضمام نے کہا اے ابن عبد المطلب! مین تم سے سختی کے ساتھ چند سوالات کرونگا، تم آزردہ نہ ہونا، فرمایا نہین آزردہ نہ ہون گا جو پوچھنا چاہتے ہو پوچھو، کہا مین تم سے اس خدا کا واسطہ دلاکر پوچھتا ہون جو تمھارا معبود، تمھارے اگلون کا معبود اور تمھارے بعد آنے والون کا معبود ہے، کیا خدا نے تم کو ہمارا رسول بناکر بھیجا ہے، فرمایا خدا کی قسم ہان، کہا مین تم سے اس خدا کا واسطہ دلاکر پوچھتا ہون جو تمھارا معبود تمھارے اگلون کا معبود اور تمھارے پچھلون کا معبود ہے، کیا خدا نے تم کو یہ حکم دیا ہے کہ بلا کسی کو شریک کئے ہوئے صرف اسی کی پرستش کرکرین اور اس کے علاوہ ان بتون کو چھوڑدین جن کی ہمارے آباو اجداد پرستش کرتے چلے آئے ہین، فرمایا خدا کی قسم ہان، پوچھا مین تم سے اس خدا کا واسطہ دلاکر پوچھتا ہون جو تمھارے تمھارے اگلون کا اور تمھارے پچھلون کا معبود ہے، کیا تم کو خدا نے یہ حکم دیا ہے کہ ہم پانچ وقت کی نمازین پڑھین، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکا جواب بھی اثبات مین دیا، ضمام نے اسی طرح روزہ، حج، اور زکوٰۃ اسلام کے تمام ارکان کے متعلق قسم دلادلاکر سوالات کئے اور آپ اثبات مین جواب دیتے رہے، یہ سوالات کرنے کے بعد ضمام نے کہا مین شہادت دیتا ہون کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہین، اور محمد اس کے بندے اور رسول ہین، اور مین عنقریب ان تمام فرائض کو پورا کرون گا، اور جن جن چیزون سے آپ نے منع کیا ہے انھین چھوڑ دونگا، اور اس مین کسی قسم کی کمی اور زیادتی نہ کرونگا، اس اقرار کے بعد یہ لوٹ گئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگون سے فرمایا کہ اگر اس گیسوؤن والے نے سچ کہا ہے تو جنت مین جائیگا۔[1]

[1] مسند دارمی کتاب الصلوٰۃ باب فرض الوضوء والصلوٰۃ

اپنے قبیلہ مین تبلیغ

ضمام بدرِ فطرت سے طبع سلیم رکھتے تھے، زمانۂ جاہلیت مین بھی ان کا دامن آلودگیون سے پاک رہا، اسلام نے اس مین اور جلا دیدی، چنانچہ مدینہ سے واپسی کے بعد انھین اپنے گمراہ قبیلہ کے اسلام کی فکر ہوئی، اور وہ سیدھے بنی سعد پہنچے، اہل قبیلہ ان کی آمد کی خبر سنکر جوق جوق حالات سننے کے لئے جمع ہوئے، یہ لوگ اس خیال مین تھے کہ ضمام کوئی اچھا اثر لے کر نہ آئے ہون گے، مگر اپنی امیدون کے برخلاف ضمام کی زبان سے پہلا جملہ یہ سنا "لات و عزیٰ کا برا ہو" محترم دیوتاؤن کی شان مین اس گستاخی پر ہر طرف سے "ضمام خاموش" "ضمام خاموش" تم کو خوف نہین معلوم ہوتا کہ اس گستاخی کی پاداش مین تم کو جنون، برص یا جذام نہ ہو جائے، کی صدائین اٹھین، ضمام نے ان تمام کا یہ جواب دیا، تم لوگون کی حالت پر بڑا افسوس ہے، لات و عزیٰ کسی قسم کا نقصان نہین پہنچا سکتے، خدا نے محمد کو رسول بنا کر بھیجا ہے، اور ان پر ایسی کتاب اتاری ہے جو اس (گمراہی) سے نجات دلائیگی جس مین ابتک تم گھرے ہوئے ہو مین شہادت دیتا ہون کہ محمد خدا کے بندے اور اس کے رسول ہین، مین محمد کے پاس سے تمہارے لئے ایسا پیام لایا ہون جس مین انھون نے بعض چیزون کے کرنے کا حکم دیا ہے اور بعض چیزون سے منع کیا ہے" ان کی اس پر جوش تقریر کا یہ اثر ہوا کہ شام تک پورا قبیلہ اسلام کے نور سے منور ہو گیا[۱]

فضل و کمال

مذہبی علوم مین ضمام کو کوئی خاص کمال نہ تھا، لیکن فہم و فراست، انداز گفتگو اور نمایندگی مین بڑا ملکہ تھا، خود زبانِ وحی والہام نے انھین سمجھداری کی سند عطا فرمائی تھی، چنانچہ ایک موقع پر آپ نے ان کے متعلق ارشاد فرمایا تھا کہ ضمام سمجھدار آدمی ہین، حضرت عمرؓ فرماتے تھے کہ مین ضمام سے بہتر اور مختصر الفاظ مین سوال کرنے والا نہین دیکھا، حضرت ابن عباسؓ فرماتے تھے کہ

[۱] مسند دارمی کتاب الصلوٰۃ باب فرض الوضوء والصلوٰۃ وسیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۳۶۴ و ۳۶۵

[۲] اصابہ ج ۳ ص ۲۱۱

مین نے کسی قوم مین ضماد سے بہتر کوئی فرد نہین پایا۔[1]

۶۷ حضرت عامر بن اکوع رض

نام ونسب: عامر نام، باپ کا نام سنان ہے، دادا کی نسبت سے عامر بن اکوع مشہور ہوئے نسب نامہ یہ ہے: عامر بن سنان بن اکوع بن عبداللہ بن قشیر بن خزیمہ بن مالک بن سلامان بن اسلم اسلمی،

اسلام: ان کے اسلام کا زمانہ متعین طور سے نہین بتایا جاسکتا، مگر اس قدر معلوم ہے کہ خیبر سے پہلے مشرف باسلام ہوچکے تھے، اور اس مین وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھے، عامر خوش گلو تھے، کسی نے حدی سنانے کی فرمایش کی، یہ سواری سے اتر کر سنانے لگے،

اللھم لولا انت ما اھتدینا   لا تصدقنا ولا صلینا

اے خدا اگر تو ہدایت نہ کرتا تو ہم ہدایت نہ پاتے، نہ ہم صدقہ کرتے نہ نماز پڑھتے،

فاغفر فداءً لک ما ابقینا   وثبت الاقدام ان لاقینا

جبتک ہم زندہ ہین تجھپر فدا ہون ہماری مغفرت فرما اور جب ہم دشمنون کے مقابلہ مین آئین تو ہمین ثابت قدم رکھ،

والقین سکینۃ علینا   انا اذا صیح بنا اتینا

"اور ہم پر تسلی نازل کر جب ہم فریاد مین پکارے جاتے ہین تو ہم پہنچ جاتے ہین،

وبالصیاح عولوا علینا

لوگون نے پکار کر ہم سے استغاثہ چاہا ہے"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آواز سنکر پوچھا یہ سایق کون ہے، لوگون نے کہا عامر بن اکوع، فرمایا خدا ان پر رحم کرے یہ دعا سنکر کسی نے کہا اب ان پر جنت واجب ہو گئی، یا نبی اللہ

[1] اصابہ ج ۱ ص ۴۰۴

ابھی ان کی بہادری سے فائدہ اٹھانے کا موقع کیون نہ دیا گیا؟[1]

شہادت — خیبر پہنچکر جب لڑائی کا آغاز ہوا تو عامر نے ایک یہودی کی پنڈلی پر تلوار کا وار کیا، تلوار چھوٹی تھی یہودی کے نہ لگی اور زور مین گھوم کر اس کا سرا خود ان کے گھٹنے پر لگ گیا، اس کے صدمہ سے وہ شہید ہو گئے۔ اس طرح کی موت پر لوگون نے یہ غلط راے قائم کی کہ یہ خود کشی ہے، اس لئے عامر کے تمام افعال برباد ہو گئے، غزوۂ خیبر سے واپسی کے بعد ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عامر کے بھتیجے سلمہ کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے، سلمہ اس عام شہرت سے بہت متاثر تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا خیر ہے، عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، لوگون کا خیال ہے کہ عامر کے تمام اعمال باطل ہو گئے فرمایا جو شخص ایسا کہتا ہے وہ جھوٹا ہے، ان کو دوہرا اجر ملے گا،[2]

۷۰۔ حضرت عائذ بن عمرو رضی اللہ عنہ

نام و نسب — عائذ نام، ابو ہبیرہ کنیت، نسب نامہ یہ ہے، عائذ بن عمرو بن ہلال بن عبید بن یزید بن رواحہ بن ربیعہ بن عدی بن عامر بن ثعلبہ بن ثور بن ہدمہ بن لاطم بن عثمان بن عمرو بن اد بن طابخہ بن الیاس بن مضر مزنی،

اسلام — ہجرت کے ابتدائی سنون مین مشرف باسلام ہوئے، صلح حدیبیہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھے، رضوان کے شرف سے بھی مشرف ہوئے[3]، لیکن اس کے بعد کسی غزوہ

---

[1] آنحضرت صلعم جسے رحمت کی دعا دیتے تھے وہ بہت جلد خلعت شہادت سے سرفراز ہو جاتا تھا، اس لیے کہنے والے (روایت مسلم یہ حضرت عمر تھے) کو اس کا یقین ہو گیا کہ عامر اسی لڑائی مین شہید ہو جائینگے اس لیے اس نے کہا کہ ہم کو ان کی بہادری سے استفادہ کا موقع کیون نہ دیا گیا [2] بخاری کتاب المغازی باب غزوۂ خیبر [3] اسد الغابہ ج ۳ ص ۱۰۰ و بخاری کتاب المغازی باب غزوہ حدیبیہ

ہیں ان کا پتہ نہیں چلتا،

بصرہ کا قیام بصرہ آباد ہونے کے بعد یہاں گھر بنا لیا اور گوشۂ عزلت میں زندگی بسر کرنے لگے کہیں آتے جاتے نہ تھے،[1] اور بغیر کسی مجبوری اور خاص ضرورت کے کسی سے ملتے جلتے نہ تھے جب عبید اللہ ابن زیاد کی سخت گیریوں سے اہل بصرہ گھبرا گئے تو عائذ کو مجبوراً اسے یہ فرمان رسول سنانے کے لئے نکلنا پڑا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ بدترین گلہ بان وہ ہے جو گلہ کے لیے بیدرد اور درشت ہو اس لئے تم کو ان میں سے نہونا چاہیئے،[2]

وفات یزید کے عہد حکومت میں بصرہ میں وفات پائی، ان کی وفات کے زمانہ میں عبید اللہ بصرہ کا گورنر تھا، دستور تھا کہ ممتاز اشخاص کی نماز جنازہ والی پڑھایا کرتے تھے، عائذ کو اس کا نماز جنازہ پڑھانا منظور نہ تھا اس لئے وہ ایک صحابی حضرت ابوبرزہؓ کو نماز پڑھانے کی وصیت کرتے گئے تھے اس کی وفات کے بعد عبید اللہ حسب دستور نماز پڑھانے کے لئے نکلا تو راستہ میں اس کو عائذ کی وصیت معلوم ہوئی، اس لئے کچھ دور جنازہ کی مشایعت کرکے لوٹ گیا،[3]

فضل و کمال عائذ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ممتاز صحابہ میں تھے، علامہ ابن عبد البر لکھتے ہیں کان من صالحی الصحابۃ[4] ان سے سات حدیثیں مروی ہیں، ان میں سے ایک متفق علیہ ہے،[5] ان کے رواۃ میں معاویہ ابن قرہ، ابو عمران جونی، عامر الاحول، ابوجمرہ ضبعی، حشرج وغیرہ قابل ذکر ہیں، ان کے معاصرین ان کے مذہبی معلومات سے استفادہ حاصل کرتے تھے، ایک مرتبہ ابوجمرہ کو وتر کے متعلق کچھ پوچھنے کی ضرورت پیش آئی تو انھوں نے عائذ سے سوال کیا، عائذ نے ان کے سوال کا تشفی بخش جواب دیا،[6]

---

[1] اصابہ ج ۴ ص ۱۸۱ [2] مسلم کتاب الامارۃ باب فضیلۃ الامام العادل و عقوبۃ الجائر الخ [3] ابن سعد ج ۷ ق اول ص ۲۰ [4] استیعاب ج ۲ ص ۵۰۲ [5] تہذیب الکمال ص ۱۸۶ [6] بخاری کتاب المغازی باب غزوۂ حدیبیہ،

۷۹۔ حضرت عباس بنؓ مرداس

نام ونسب عباس نام، ابوالفضل کنیت، نسب نامہ یہ ہے:۔ عباس بن مرداس بن ابی عامر بن حارثہ بن عبد بن عبس بن رفاعہ بن حارث بن حی بن حارث بن بہثہ بن منصور اسلمی، عباس اپنے قبیلہ کے سردار تھے۔

اسلام سے پہلے عباس کی فطرت ابتدا ہی سے سلیم واقع ہوئی تھی، چنانچہ زمانۂ جاہلیت مین بھی جبکہ سارے عرب مین بادہ وساغر کا دور چلتا تھا، ان کی زبان بادۂ ناب کے ذائقہ سے آشنا نہ ہوئی، لوگون نے پوچھا شراب کیون نہین پیتے اس سے جرأت وقوت پیدا ہوتی ہے، کہا مین قوم کا سردار ہوکر بے عقل بننا نہین پسند کرتا، خدا کی قسم میرے پیٹ مین کبھی وہ چیز نہین جاسکتی جو عقل وخرد سے بیگانہ بنادے[1]

اسلام عباس کے اسلام کا واقعہ غیبی تلقین کا ایک نمونہ ہے، ان کے والد ضمار نام ایک بت کی پرستش کرتے تھے، ان سے کہا تم بھی اسے پوجا کرو، یہ تمھارے نفع اور نقصان کا مالک ہے، چنانچہ باپ کے حکم کے مطابق یہ بھی ضمار کو پوجنے لگے، ایک دن دوران پرستش مین ایک منادی کی کی آواز سنی، جو ضمار کی بربادی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی منادی کر رہی تھی، عباس سلیم الفطرت تھے، اتنا واقعہ تنبیہ کے لیے کافی تھا، چنانچہ فوراً پتھر کو آگ مین جھونک دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوگئے[2]

غزوات اسلام لانے کے کچھ دنون بعد اپنے قبیلہ کے نوسو مسلح آدمیون کو لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امداد کے لئے آگئے پھر فتح مکہ کی مسرت مین انھون نے ایک پُر زور قصیدہ کہا[3]

---

[1] اسدالغابہ ج ۳ ص ۱۰۳۔ [2] سیرۃ ابن ہشام ج ۲ ص ۲۵۳ [3] ابن سعد ج ۴ ق ۲ ص ۱۵،

فتح مکہ کے بعد حنین مین شریک ہوئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حنین کے غنیمت مین سے سو اونٹ مرحمت فرمائے[۱]، حنین کے بعد طائف اور اوطاس کے غزوات مین بھی ساتھ تھے، ہر جنگ کے خاتمہ پر پُر زور قصائد کہتے تھے، ابن ہشام نے سیرۃ مین یہ قصائد نقل کئے ہین، ان لڑائیون کے علاوہ غزوات مین بھی شریک ہوئے، جنگ کے زمانہ مین آتے تھے اور اختتام جنگ کے بعد پھر لوٹ جاتے تھے،[۲]

وفات | ان کے زمانۂ وفات کی تعیین مین ارباب سیر خاموش ہین، بصرہ کے صحرا مین قیام تھا، اکثر شہر آیا جایا کرتے تھے،

فضل وکمال | فضل وکمال کے اعتبار سے کوئی لائق ذکر شخصیت نہین رکھتے تھے تاہم ان کی روایا سے حدیث کی کتابین بالکل خالی نہین ہین، ان کے لڑکے کنانہ نے ان سے روایت کی ہے،[۳]

شاعری مین البتہ ممتاز حیثیت رکھتے تھے، غزوات کے سلسلہ مین بڑے پرزور قصائد لکھتے تھے، ان کی شاعری مین جوش شجاعت کے ساتھ نورِ ہدایت کی بھی جھلک ہوتی تھی، اشعارِ ذیل اس کا ثبوت ہین،

یا خاتم النبآء انک مرسل ۔۔۔ بالحق کل ھدی السبیل ھداک

اے خاتم المرسلین! تم حق کے ساتھ بھیجے گئے ہو، خدا نے تمکو ہدایت کے تمام راستون کی راہ دکھادی ہے

ان الالہ بنی علیک محبۃ ۔۔۔ فی خلقہ ومحمداً اسماکا

خدا نے تم کو اپنی مخلوق کی محبت کی بنیاد قرار دیا ہے، اور تمھارا نام محمد رکھا ہے"

۱؎ اسد الغابہ ج ۳ ص ۱۱۳ ۲؎ ابن سعد ج ۴ ص ۱۷ ۳؎ تہذیب الکمال ص ۱۹۰

۷۰ حضرت عبداللہ بن ارقمؓ

نام ونسب عبداللہ نام، باپ کا نام ارقم تھا، نسب نامہ یہ ہے، عبداللہ بن ارقم بن عبد یغوث ابن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب بن مرہ قرشی، ام النبی حضرت آمنہؓ ان کے والد ارقم کی پھوپھی تھیں،

اسلام فتح مکہ میں مشرف باسلام ہوئے،

ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کسی کا خط آیا، آپ نے فرمایا اس کا جواب کون لکھے گا، ارقم نے اس خدمت کے لئے اپنے کو پیش کیا ان کا لکھا ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت پسند آیا، حضرت عمرؓ بھی موجود تھے، انھوں نے بھی پسندیدگی ظاہر کی، اس دن سے عبداللہ مراسلات کی کتابت کی خدمت پر مامور ہوگئے[1] چنانچہ سلاطین اور امراء کے نام یہی خطوط لکھتے تھے اور جواب بھی یہی دیتے تھے، اور اس دیانت کیساتھ اس فرض کو انجام دیتے تھے کہ پوشیدہ سے پوشیدہ مراسلات ان کی تحویل میں رہتے تھے، مگر یہ کبھی کھول کر نہ دیکھتے تھے،[2]

عہدِ خلفاء حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ میں بھی اس خدمت پر رہے،[3] حضرت عمرؓ نے اپنے زمانہ میں اس عہدہ کے علاوہ متعدد خدمتیں ارقم کے سپرد کیں، وہ حضرت عمرؓ کے خاص مشیروں میں تھے،[4] بیت المال کی نگرانی بھی ان کے سپرد تھی،[5] حضرت عمرؓ ان کا بہت لحاظ کرتے تھے ایکمرتبہ بطور اظہار خوشنودی فرمایا اگر تم کو تقدم فی الاسلام کا شرف حاصل ہوتا تو میں کسی کو تمھارے اوپر ترجیح نہ دیتا،[6] حضرت عثمانؓ کے ابتدائی عہد میں بھی وہ اپنے قدیم عہدہ پر مامور رہے لیکن پھر کچھ دنوں کے بعد مستعفی ہوگئے،[7]

---

[1] استیعاب ج اول ص ۳۴۴ [2] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۳۳۵ [3] ایضاً [4] ایضاً [5] اسد الغابہ ج ۳ ص ۱۱۵ [6] ایضاً ص ۱۱۶ [7] ایضاً

وفات، | ۵۳ھ میں وفات پائی، آخر عمر میں آنکھوں سے معذور ہوگئے تھے[1]،

فضل وکمال | ان سے چند حدیثیں مروی ہیں، اسلم عدوی اور عروہ نے ان سے روایت کی ہے[2]،

خشیتِ الٰہی | خشیتِ الٰہی مذہب کی روح ہے، عبداللہ میں جس حد تک یہ روح ساری تھی اس کا اندازہ حضرت عمرؓ کے ان الفاظ سے کیا جاسکتا ہے، آپ فرماتے تھے کہ میں نے عبداللہ سے زیادہ خدا سے ڈرنے والا نہیں دیکھا[3]،

قومی کام حسبۃً للہ اور بلا معاوضہ انجام دیتے تھے، اور اس پر کسی قسم کا صلہ اور انعام لینا نہیں پسند کرتے تھے، حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں جب خزانچی کے عہدہ سے استعفا دیا، تو حضرت عثمانؓ نے تیس ہزار اور ایک روایت کی رو سے ۳ لاکھ درہم کی رقم بطور معاوضہ پیش کی، عبداللہ نے اس کے قبول کرنے سے انکار کردیا، اور کہا میں نے یہ کام حسبۃً للہ کیا ہے وہی مجھ کو اس کا اجر دیگا،

حضرت عبداللہ بن ابی امیہؓ

نام ونسب | عبداللہ نام، باپ کا نام حذیفہ تھا، نسب نامہ یہ ہے، عبداللہ بن ابی امیہ (حذیفہ) ابن مغیرہ بن عبداللہ بن عمرؓ بن مخزوم مخزومی، ماں کا نام عاتکہ تھا، عاتکہ عبدالمطلب کی لڑکی تھیں اس رشتہ سے عبداللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھیرے بھائی ہوئے، اس کے علاوہ ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کے ماں جائے بھائی تھے، غرض عبداللہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ متعدد قرابتوں کا شرف حاصل تھا،

اسلام سے پہلے | عبداللہ کا گھرانہ زمانۂ جاہلیت میں بہت معزز مانا جاتا تھا، ان کے والد ابو امیہ قریش کے متقدر رئیس تھے، فیاضی اور سیر چشمی ان کا خاندانی شعار تھا، سفر میں اپنے تمام ہمراہیوں

[1] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۳۳۴ [2] تہذیب الکمال ص ۱۹۱ [3] اسد الغابہ ج ۳ ص ۱۱۶ [4] اسد الغابہ ج ۳ ص ۱۱۶

کے اخراجات کا بار خود اٹھاتے تھے، اسی لئے "زاد الراکب" مسافر کا توشہ ان کا لقب ہوگیا تھا۔[1]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اسلام کی دعوت دی تو سب سے زیادہ مخالفت روسائے قریش کی جانب سے ہوئی، ابو امیہ بھی روسائے قریش میں تھے، اس لئے وہ اور ان کے لڑکے عبد اللہ نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی مخالفت کی، عبد اللہ رسول اکرمؐ اور مسلمانوں سے سخت عناد رکھتے تھے، کان عبد اللہ بن ابی امیہ شدیداً علی المسلمین مخالفاً مبغضاً وکان شدید العداوۃ لرسول اللہ صلعم،[2] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنے چچا ابو طالب کی وفات کے وقت ان سے کلمۂ شہادت پڑھنے کی درخواست کی تو عبد اللہ ہی نے یہ کہہ کر روکا کہ کیا آخر وقت عبد المطلب کی ملت سے پھر جاؤگے؟[3]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بطور استہزا اور استحالہ کہا کرتے تھے کہ میں اس وقت تک تمہارے اوپر ایمان نہیں لاسکتا، جب تک تمہارے لئے زمین سے کوئی چشمہ نہ پھوٹے یا تمہارے لئے کوئی زرنگار محل نہ تیار ہو جائے،[4] سعید روایت کرتے ہیں کہ کلام اللہ کی یہ آیت

لن نؤمن لک حتی تفجر لنا من	ہم اس وقت تک ہرگز تمہارے اوپر ایمان نہیں لاسکتے
الارض ینبوعا،	جب تک ہمارے لیے زمین سے کوئی چشمہ نہ پھوٹے،

عبد اللہ ہی کے بارہ میں نازل ہوئی تھی،[5]

اسلام | لیکن بالآخر اسلام کی قوت تاثیر نے انہیں بھی کھینچ لیا، یا وہ بغض و عناد تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کا مضحکہ اڑایا کرتے تھے، یا فتح مکہ سے کچھ دنوں پہلے خود بخود بلا کسی تحریک کے آستان نبوی کی طرف چلے، مکہ اور مدینہ کے درمیان مقام ثنیۃ العقاب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

[1] اسد الغابہ ج ۳ ص ۱۸۱ [2] استیعاب ج اول ص ۳۴۸ [3] بخاری باب الجنائز [4] استیعاب ج اول ص ۳۴۸ [5] تفسیر ابن جریر طبری ج ۱۵ ص ۱۰۴،

سے ملاقات ہوئی، عبداللہ کے جرائم ان کی نگاہوں کے سامنے تھے، اس لئے بلا وسیلہ سامنے جانے کی ہمت نہ ہوتی تھی، اپنی بہن حضرت ام سلمہؓ کو درمیان میں ڈال کر باریابی کی اجازت چاہی، ان کی فرد عصیان کا ایک ایک جرم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہوں کے سامنے آگیا، اس لئے آپ نے ملنے سے انکار کردیا، حضرت ام سلمہؓ نے سفارش کی کہ کچھ بھی ہو بہرحال وہ آپ کے پھوپھی زاد بھائی اور سسرالی عزیز بھی ہیں، فرمایا، انھوں نے مکہ میں میرے لئے کیا اٹھا رکھا، اس مایوس کن جواب کے بعد عبداللہ نے عالم ناامیدی میں کہا اگر عفو ودرگذر کا دروازہ قطعی بند ہوچکا ہے تو دربدر پھر کر بھوک اور پیاس سے تڑپ تڑپ کر جان دیدینگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس عزم کی خبر ہوئی تو رحم وکرم کی موجوں نے غیظ وغضب کی گرمی کو ٹھنڈا کردیا، اور عبداللہ کو باریابی کی اجازت مل گئی اور وہ خلعت اسلام سے سرفراز ہوگئے،[1]

غزوات وشہادت قبول اسلام کے بعد تلافی مافات کے لئے جہاد فی سبیل اللہ کے میدان میں قدم رکھا، اور فتح مکہ حنین اور طائف میں مجاہدانہ شریک ہوئے، غزوۂ طائف میں داد شجاعت دیتے ہوئے ایک تیر لگا، یہ تیر تیر قضا ثابت ہوا، اور عبداللہ شہادت سے سرفراز ہوگئے،[2]

حضرت عبداللہ بن بجینہؓ

نام ونسب عبداللہ نام، ابو محمد کنیت، نسب نامہ یہ ہے، عبداللہ بن مالک قشب بن نضلہ بن عبداللہ بن رافع بن محضب بن مبشر بن صعب بن دھمان بن نصر بن زہران بن کعب بن حارث بن عبداللہ بن نصر بن ازد ازدی،

عبداللہ کے والد مالک کسی بات پر ناراض ہوکر اپنا قبیلہ چھوڑ کر مکہ چلے آئے تھے اور

[1] سیرۃ ابن ہشام ج ۲ ص ۲۳۲ [2] اسد الغابہ ج ۳ ص ۱۱۸،

مطلب بن عبد مناف کے حلیف بن کر یہین بود و باش اختیار کرلی تھی، مطلب کی پوتی بجینہ سے شادی کرلی تھی، اسی کے بطن سے عبد اللہ پیدا ہوئے اور مان کی نسبت سے عبد اللہ بن بجینہ مشہور ہوئے[۱]،

اسلام ابن سعد نے مسلمین قبل الفتح کے زمرہ مین لکھا ہے، قبولِ اسلام کے بعد کسی وقت مکہ سے ترکِ سکونت کرکے مدینہ سے تیس میل کی مسافت پر مقام بطن ریم مین متوطن ہوگئے[۲]،

وفات یہین مروان بن الحکم کے آخری زمانہ مین وفات پائی[۳]،

فضائل وکمالات عبد اللہ فضلائے صحابہ مین تھے، زہد و عبادت ان کا مشغلۂ زندگی تھا، ہمیشہ روزہ رکھتے تھے، کان ناسکا فاضلا یصوم الدھر[۴]

۷۳۔ حضرت عبد اللہ بن بدرؓ

نام ونسب عبد اللہ نام، ابو بعجہ کنیت، نسب نامہ یہ ہے، عبد اللہ بن بدر بن زید بن معاویہ ابن حسان بن اسعد بن ودیعہ بن مبذول بن عدی بن غنم بن ربیعہ بن رشدان بن قیس ابن جہینہ جہنی،

اسلام ابن سعد نے مسلمین قبل الفتح کے زمرہ مین لکھا ہے، آبائی نام عبد العزیٰ مشرکانہ تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بدل کر عبد اللہ رکھا، علامہ ابن حجر عسقلانی کے نزدیک ہجرت کے ابتدائی برسون مین مشرف باسلام ہوئے، ان کی روایت کی رو سے ان کے اسلام کا واقعہ یہ ہے کہ ہجرت نبوی کے بعد عبد اللہ اور ان کے مان جائے بھائی ابو مروعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوئے، آپ نے نام پوچھا، عرض کیا، "عبد العزیٰ" یعنی بت کا بندہ، فرمایا نہین تم عبد اللہ خدا کے بندے ہو، خاندان پوچھا عرض کیا، "بنی غیان" یعنی گمراہ کی اولاد، فرمایا نہین تم "بنی رشدان" ہدایت یاب کی اولاد ہو، عبد اللہ جس وادی مین

[۱] ابن سعد ج ۴ ق ۲ ص ۵ [۲] استیعاب ج اول ص ۳۷۵ [۳] ایضاً [۴] اصابہ ج ۴ ص ۱۴۴ [۵] ابن سعد ج ۴ ق ۲ ص ۴۸

رہتے تھے اس کا نام "غویار" تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بھی راشدہ سے بدل دیا، اس طرح عبد اللہ کی تمام لغو نسبتوں کو بابرکت نسبتوں سے بدل دیا،

غزوات | قبول اسلام کے بعد سب سے اول غزوۂ احد میں شریک ہوئے[۱]، پھر حضرت کرز بن جابر فہری کے ساتھ عرنیین کا جنھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹوں پر چھاپہ مارا تھا تعاقب کیا[۲]، فتح مکہ میں تمام مسلمان قبائل شریک ہوئے، ہر قبیلہ کا پرچم علحدہ علحدہ تھا، عبد اللہ کے قبیلہ میں چار پرچم بردار تھے جن میں ایک عبد اللہ تھے[۳]،

تعمیر مسجد | عبد اللہ کا ایک گھر مدینہ میں تھا اور دوسرا جہینہ کے کوہستانی بادیہ میں، لیکن عبد اللہ کا شمار مدنی صحابہ میں تھا، مدینہ میں انھوں نے ایک مسجد بھی تعمیر کرائی تھی، یہ مسجد نبوی کے بعد دوسری مسجد تھی جو مدینہ میں تعمیر ہوئی[۴]،

وفات | امیر معاویہ کے عہد خلافت میں وفات پائی[۵]، وفات کے بعد ایک لڑکا معاویہ نامی یادگار چھوڑا،

۴۷۔ حضرت عبد اللہ بن بدیل رض

نام و نسب | عبد اللہ نام، باپ کا نام بدیل تھا، نسب نامہ یہ ہے، عبد اللہ بن بدیل بن ورقاء ابن عبد العزیٰ خزاعی، عبد اللہ کے والد بدیل قبیلۂ خزاعہ کے سردار تھے،

اسلام و غزوات | فتح مکہ سے پہلے اپنے والد بدیل کے ساتھ مشرف باسلام ہوئے، فتح مکہ، حنین، طائف اور تبوک وغیرہ غزوات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم رکاب تھے[۶]۔

---

[۱] اصابہ ج ۴ ص ۲۹ [۲] ابن سعد ج ۴ ق ۲ ص ۶۸ [۳] ایضاً واسد الغابہ ج ۳ ص ۲۳۱ [۴] اصابہ ج ۴ ص ۲۹ [۵] ابن سعد ج ۴ ق ۲ ص ۶۸ [۶] اسد الغابہ ج ۳ ص ۲۴

عہد فاروقی	عبد اللہ نہایت حوصلہ مند بہادر تھے، حضرت عمرؓ کے عہد میں انھون نے بڑے بڑے کارنامے کئے، سنہ ۲۳ھ مین جب حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ قم وقاشان کی مہمون مین مصروف تھے تو حضرت عمرؓ نے عبد اللہ کو ان کی مدد کے لئے روانہ کیا کہ وہ اصفہان کی مہم اپنے ہاتھ مین لے کر ابو موسیٰ اشعریؓ کا بار ہلکا کرین، چنانچہ اسی سنہ مین عبد اللہ نے اصفہان کے علاقہ مین پیش قدمی کی اور "جی" نامی قریہ پر حملہ کرکے یہان کے باشندون کو مطیع بنا کر ان سے جزیہ وصول کیا، "جی" کے بعد اصفہان کا رخ کیا، یہان کے حکمران فادوسفان نے شہر چھوڑ کر نکل جانا چاہا، مگر عبد اللہ نے اس کا موقع نہ دیا، اور آگے بڑھ کر راستہ روک لیا، فادوسفان کے ساتھ تین منتخب بہادر تھے، اس نے عبد اللہ سے کہا بے کار جانون کو ضائع کرنے سے کیا فائدہ، آؤ تنہا ہم تم نبٹ لین، عبد اللہ نے منظور کر لیا، دونون کا مقابلہ ہوا، عبد اللہ نے نہایت پھرتی سے وار کیا، فادوسفان نے خالی دیا، اور اس کے گھوڑے کی زین کو کاٹتا ہوا نکل گیا، فادوسفان نے ان کی شجاعت کا اعتراف کیا کہ تم ایسے عقلمند بہادر کو قتل کرنے کو دل نہین چاہتا، مین اس شرط پر شہر حوالہ کرنے کو تیار ہون کہ یہان کے باشندون کو اس امر کی آزادی دیجائے کہ ان مین جس کا دل چاہے وہ جزیہ دیکر رہے اور جس کا دل چاہے شہر چھوڑ کر چلا جائے، عبد اللہ نے یہ درخواست منظور کر لی اور فادوسفان نے شہر حوالہ کر دیا، اصفہان پر قبضہ کرنے کے بعد اس کے قرب وجوار کے علاقون کی طرف بڑھے، اور چند دنون مین پورا علاقہ بشمول کوہستان وزری اضلاع زیر نگین کر لیا[1]
عہد عثمانی	سنہ ۲۳ھ مین حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے کرمان کی مہم پر مامور کیا، عبد اللہ نے طبس اور کرین دو قلعے فتح کئے، ان قلعون کی تسخیر سے خراسان کا راستہ صاف ہو گیا[2]

لہ فتوح البلدان بلاذری ص ۳۱۳ ۔ سکہ ایضاً ۴۰۱

جسے بعد میں عبد اللہ بن عامر نے فتح کیا،

عدم تصوی، | حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد حضرت علیؓ اور امیر معاویہ کے اختلافات میں عبد اللہ

معاویہ کے شدید مخالف اور حضرت علیؓ کے پرجوش حامیون مین تھے، جب دونون مین اختلاف

شروع ہوا تو عبد اللہ نے حضرت علیؓ کے حامیون کے سامنے یہ تقریر کی:-

اما بعد لوگو! معاویہ نے ایک ایسا دعوی کیا ہے، جس کے وہ ہرگز مستحق نہین ہین، وہ اس

دعوی مین ایسے شخص سے جھگڑا کرتے ہین جو یقیناً اُسکا زیادہ مستحق ہے، امیر معاویا اور اس شخص کا کوئی

مقابلہ نہین، معاویہ باطل کو لیکر اُٹھے ہین تاکہ حق کو ڈگمگا دین، لوگو! انھون نے قبائل اور اعراب

کو گمراہی مین مبتلا کر دیا ہے اور ان کے دلون مین فتنہ و فساد کا بیج بوکر ان سے حق و باطل کی تمیز

اٹھادی ہے، خدا کی قسم! تم لوگ یقیناً حق پر ہو، خدا کا نور اور برہان تمھارے ساتھ ہے، سرکشون

اور ظالمون کے مقابلہ کے لئے تیار ہو جاؤ اور ان سے جنگ کرو خدا تمھارے ہاتھون انھین

عذاب کا مزہ چکھائیگا،

قاتلوا الفئة الباغیة الذین | لوگو باغی گروہ سے لڑو جنھون نے ایک

نازعوا الامر اهله، | امر کے اہل و مستحق سے جھگڑا کیا ہے،

تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایسے لوگون سے جہاد کیا ہے، خدا کی قسم اس بارہ

مین ان کی نیت پاک اور اچھی نہین ہے، اس لئے اپنے اور خدا کے دشمنون کے مقابلہ مین، اٹھو خدا

تم پر اپنی رحمت نازل فرمائیگا[1]،

جنگ صفین کے درمیانی التوا کے بعد محرم الحرام کے اختتام کے بعد جب دوبارہ جنگ

شروع ہوئی تو حضرت علیؓ نے عبد اللہ کو پیدل فوج کا کماندار بنایا،

[1] استیعاب ج اول ص ۳۰۱،

شہادت | جنگِ صفین کا سلسلہ مدتون جاری رہا، پوری فوجین میدان مین بہت کم اترتی تھین، عموماً چھوٹے چھوٹے دستے ایک دوسرے کے مقابلہ مین آتے تھے، ایک دن عبد اللہ بن بدیل اپنا دستہ لے کر اترے، شامیون کی طرف سے ابو اعور سلمی ان کے مقابلہ مین آیا، صبح سے شام تک نہایت پرزور مقابلہ ہوتا رہا، عبد اللہ اس بہادری سے لڑتے تھے کہ جدھر رخ کر دیتے تھے، شامی کائی کی طرح چھٹ جاتے تھے، ایک حملہ مین زور مین بڑھتے ہوے امیر معاویہ کے علم تک پہنچ گئے، امیر نے حکم دیا کہ ان پر پتھر برساؤ، اس حکم پر چارون طرف سے پتھر برسنے لگے، اور علیؓ کا یہ جان نثار پتھرون کی بارش سے شہید ہوگیا۔[1]

۷۵۔ حضرت عبد اللہ بن جعفرؓ

نام نسب | عبد اللہ نام، ابو جعفر کنیت، عبد اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچیرے بھائی اور حضرت جعفر طیارؓ کے صاحبزادے ہین، نسب نامہ یہ ہے، عبد اللہ بن جعفر بن ابی طالب بن عبد المطلب ابن ہاشم بن عبد مناف قرشی ہاشمی مطلبی، مان کا نام اسمار تھا، ننہالی شجرہ یہ ہے، اسمار بنت عمیس بن معبد بن تیم بن مالک بن قحافہ بن عامر بن ربیعہ بن معاویہ بن زید بن مالک بن نسر،

پیدائش | عبد اللہ کے والد حضرت جعفرؓ مہاجرین کے اس زمرۂ اول مین ہین جنھون نے مشرکین مکہ کے جور وستم سے تنگ اکر سب سے پہلے وطن چھوڑا، اور مع بال بچون کے حبشہ کی غریب الوطنی اختیار کی، عبد اللہ اسی غربت کدے مین پیدا ہوئے، اس وقت تک اور کسی حبشی مہاجر کے بچہ نہ پیدا ہوا تھا، اس لحاظ سے عبد اللہ حبشی مہاجرین کی جماعت مین پہلے بچہ ہین جو ارض حبشہ مین پیدا ہوئے،

---

[1] اخبار الطوال ص ۱۸۹،

سنہ ۷ھ مین خیبر کے زمانہ مین جعفر حبشہ سے مدینہ آئے، اس وقت عبداللہ کی عمر سات برس کی تھی، عبداللہ بن زبیر بھی انہی کے ہم وصف دیہ مدنی مہاجرین کے پہلے بچے ہین) اور ہم سن تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونون کمسن صحابیون سے مسکراکر بیعت لی،[۱]

حضرت جعفرؓ کی شہادت اور رسول اللہ کی تولیت

حبشہ کی واپسی کے کچھ ہی دنون بعد حضرت جعفرؓ نے غزوۂ موتہ مین جام شہادت پیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت قلق ہوا، اور عبداللہ کی صغر سنی اور یتیمی کی وجہ سے ان پر غیر معمولی شفقت فرمانے لگے، اسی زمانہ مین فرمایا کہ عبداللہ خلقاً اور خلقاً مجھ سے مشابہ ہین، اور ان کا ہاتھ پکڑ کے دعا کی کہ "خدایا ان کو جعفر کے گھر کا صحیح جانشین بنا، اور ان کی بیعت مین برکت عطا فرما، اور مین دنیا اور آخرت دونون مین آل جعفر کا ولی ہون"[۲]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر طرح سے یتیم عبداللہ کی دلدہی فرماتے تھے، ایک مرتبہ یہ بچون کے ساتھ کھیل رہے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ادھر سے گذرے تو ان کو اٹھاکر اپنے ساتھ سواری پر بٹھالیا،[۳] اسی شفقت کیساتھ عبداللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن عاطفت مین پرورش پاتے رہے، ان کا دسوان سال تھا کہ شفیق باپ کا سایہ شفقت سر سے اٹھ گیا،

عہد مرتضوی

خلفائے ثلاثہ کے زمانہ مین عبداللہ کمسن تھے، اس لئے کہین نظر نہین آتے، جنگ صفین مین اپنے دوسرے اہل خاندان کے ساتھ اپنے چچا حضرت علیؓ کے ساتھ تھے اور ان کی حمایت مین شامی فوج سے لڑے،[۴] التوائے جنگ کے عہدنامہ پر حضرت علیؓ کیجانب سے شاہد تھے ابن ملجم نے جب حضرت علیؓ کو شہید کیا تو ان کے قصاص مین عبداللہ ہی نے اس کے ہاتھ پاؤن کاٹ کر بدلہ لیا تھا،[۵]

---

[۱] اصابہ ج ۴ ص ۴۸ [۲] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۵۶۷ [۳] اخبار الطوال، ص ۱۹۱ [۴] ایضاً ص ۲۲۸، [۵] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۵۲۷

عبداللہ اور معاویہ گو عبداللہ امیر معاویہ کے مخالف تھے اور حضرت علیؓ کی حمایت مین ان سے لڑے تھے، لیکن امیر نے اس کا کوئی ناگوار اثر نہین لیا تھا اور عبداللہ کو بہت مانتے تھے، اور ہمیشہ ان کے ساتھ سلوک کرتے رہتے تھے، عبداللہ اکثر ان کے پاس شام جایا کرتے تھے امیر معاویہ ان کی بڑی خاطر و تواضع کرتے تھے اور نقد وجنس دیکر واپس کرتے تھے، بعض بعض مرتبہ ایک ایک مشت لاکھون کی رقم ان کو دیدی،[۱]

امیر معاویہ کی بیوی فاختہ کو عبداللہ پر امیر کی یہ نوازشین سخت ناپسند تھین اور وہ انھین عبداللہ سے برگشتہ کرنے کے لئے عبداللہ کی عیب جوئی مین لگی رہتی تھین، عبداللہ کبھی کبھی گانا سن لیا کرتے تھے ایک مرتبہ جبکہ عبداللہ امیر معاویہ کے یہان تھے رات کو گانا سن رہے تھے فاختہ نے گانے کی آواز سنی تو انھین امیر معاویہ کو عبداللہ کے خلاف بھڑکانے کا موقع مل گیا، چنانچہ انھون نے جاکر امیر سے کہا جسے تم اتنا عزیز رکھتے ہو چل کر دیکھو اس کے گھر مین کیا ہو رہا ہے، امیر گئے تو گانا ہو رہا تھا، سن کر لوٹ گئے، یہ شروع رات کا واقعہ تھا، پچھلے پہر کو عبداللہ قرآن کی تلاوت مین مصروف ہوگئے، امیر معاویہ کے کانون مین آواز پہنچی تو بیوی سے جاکر کہا تم نے ہمین جو سنوایا تھا اب دو چل کر اس کا جواب سن لو،[۲]

وفات ۸۰ھ مین مدینہ مین وفات پائی، اموی گورنر ابان بن عثمان نے اپنے ہاتھون سے غسل دیکر کفن پہنایا، اور جنازہ کو کندھا دیا، جب جنازہ جنت البقیع کی طرف چلا تو سارے مدینہ مین کہرام مچ گیا، غلام گریبانون کے ٹکڑے اڑا رہے تھے، اور عوام ہر طرف سے جنازہ پر ٹوٹے پڑتے تھے، ابان کو پہلے سے اس ہجوم کا علم تھا اس لئے اس نے جنازہ کے تخت مین اٹھانے کے لئے دو لکڑیان لگوادی تھین، اور خود کندھا دیئے ہوئے تھا اس ہجوم مین کسی نہ کسی طرح جنازہ جنت البقیع پہنچا کر خود نمازِ جنازہ پڑھائی، اور جعفر طیارؓ کی آخری یادگار کو

---

[۱] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۵۶۷ [۲] استیعاب ج اول ص ۳۵۴،

پیوند خاک کیا، آبان عبد اللہ کے اوصاف سے اس قدر متاثر تھے کہ مٹی دیتے وقت روتے جاتے تھے، اور کہتے جاتے تھے، خدا کی قسم تم بہترین آدمی تھے، تم مین مطلق شر نہ تھا تم شریف تھے، تم صلہ رحمی کرتے تھے. تم نیک تھے، ان کی قبر کا یہ کتبہ مدتون ان کی یاد دلاتا رہا،[1]

مقیم الی ان یبعث اللہ خلقہ　　　لقاءک لا یرجی وانت قریب

جب تک خدا اپنی مخلوق کو دوبارہ نہ زندہ کرے آرام سے قبر مین مقیم رہو، اگرچہ تم بہت قریب ہو لیکن تم سے ملاقات کی کوئی امید نہین

تزید بلی فی کل یوم ولیلۃ　　　وتنسی کما تبلی وانت حبیب

تم شبانہ یوم مٹتے جاتے ہو اور جس قدر مٹتے جاتے ہو بھولتے جاتے ہو، حالانکہ تم محبوب ہو،

فضل وکمال — آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت عبد اللہ بہت کم سن تھے، ان کی عمر دس سال سے زیادہ نہ تھی تاہم ہر وقت کے ساتھ کی وجہ سے آپ کی چند احادیث ان کے حافظہ مین محفوظ رہ گئی تھین جو حدیثون کی کتابون مین موجود ہین، ان مین سے دو متفق علیہ ہین، اسمعیل اسحاق، معاویہ، عروہ بن زبیر، ابن ابی ملیکہ اور عمر بن عبد العزیز نے ان سے روایت کی ہے،[2]

اخلاق — اوپر گذر چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا تھا کہ "عبد اللہ صورۃً اور سیرۃً میرے مشابہ ہین" عبد اللہ کی زندگی اس ارشاد گرامی کی عملی تصدیق تھی، آبان ان کی تدفین کے وقت ان کے یہ اوصاف گناتا تھا، "خدا کی قسم تم بہترین آدمی تھے، تم مین کسی قسم کا شر نہ تھا، تم شریف تھے تم صلہ رحمی کرتے تھے، تم نیک تھے"[3] علامہ ابن عبد البر لکھتے ہین کہ عبد اللہ کریم النفس، فیاض، خوش طبع، خوش خلق، عفیف، پاکدامن اور سخی تھے،[4]

فیاضی — ان تمام اوصاف مین فیاضی اور سخاوت کا وصف بہت غالب تھا، سیر چشمی اور

[1] اسد الغابہ ج ۳ ص ۱۴۴ [2] تہذیب الکمال ص ۱۹۳ [3] اسد الغابہ ج ۳ ص ۱۴۴
[4] استیعاب ج اول ص ۳۶۵

دریادلی ان کے خمیر مین داخل تھی، زمانۂ اسلام مین جزیرۃ العرب مین دس فیاض مشہور تھے عبداللہ ان مین بھی سب سے زیادہ فیاض تھے۔ اوران کی فیاضی کو کوئی نہ پہنچ سکتا تھا، ایکمرتبہ ان کی غیر معتدل فیاضی پر کسی نے ٹوکا تو جواب دیا، خدا نے میری ایک عادت ڈال دی ہے مین نے اس عادت کے مطابق دوسرون کو بھی عادی بنادیا ہے، مجھکو ڈر ہے کہ اگر مین یہ عادت چھوڑ دون تو خدا مجھے دنیا چھوڑ دیگا،[۱]

ایک مرتبہ ایک حبشی نے ان کی مدح مین اشعار کہے، اس کے صلہ مین انھون نے اس کو بہت سے اونٹ گھوڑے، کپڑے اور درہم و دینار دیئے، کسی نے کہا یہ حبشی اتنے انعام واکرام کا مستحق نہ تھا، جواب دیا اگر وہ سیاہ ہے تو اس کے بال سپید ہو چکے ہین، اس نے جو کچھ کہا ہے اس کے لحاظ سے وہ اس سے بھی زیادہ کا مستحق ہے، جو کچھ مین نے اسے دیا ہے وہ کچھ دن مین ختم ہو جائیگا اور اس نے جو مدح کی ہے وہ ہمیشہ باقی رہیگی،[۲]

ایک مرتبہ تاجر شکر لے کر مدینہ آئے، اس وقت بازار سرد تھا، تاجرون کو گھاٹا آیا، عبداللہ نے حکم دیا کہ سب شکر خرید کر لوگون مین تقسیم کر دیجائے،[۳]

یزید نے اپنے عہد حکومت مین ان کو بہت بڑی رقم بھیجی، انھون نے اسی وقت کھڑے کھڑے کل رقم مدینہ والون مین تقسیم کر دی، اور ایک حبہ بھی گھر نہ آنے دیا، عبداللہ ابن قیس نے اس شعر مین:

وما کنت الا کالاغر ابن جعفر ۔۔۔ رای المال لا یبقی فابقی لہ ذکرا

تم اس معزز ابن جعفر کیطرح ہو جس نے سمجھا کہ مال فنا ہو جائیگا اور اس کا ذکر خیر باقی رہجائیگا،

اسی واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے،[۴]

---

[۱] استیعاب ج اول ص ۳۵۵ [۲] ایضاً [۳] اصابہ ج ۴ ص ۴۹ [۴] ایضاً،

زیاد بن اعجم پانچ مرتبہ ان کے پاس دیتون مین امداد کے لئے آیا، انھون نے پانچون مرتبہ ان کی طرف سے دیت ادا کی، اس نے ان اشعار مین اپنی منت پذیری کا اظہار کیا[1]،

سألناه الجزيل فما تلكّا ... واعطى فوق منيتنا وزادا

ہم نے اس سے بہت سا مال مانگا اس نے تامل نہین کیا اور ہماری امید سے زیادہ دیا،

واحسن ثم احسن ثم عدنا ... فاحسن ثم عدت له فعادا

اور اس نے بار بار بھلائی کی، اور جب جب ہم اس کے پاس گئے اس نے بھلائی کا اعادہ کیا،

یہ چند واقعات بطور نمونہ لکھدیے گئے، ورنہ اس قسم کے اور بھی بہت سے واقعات ہین، واخبارہ فی جودہ وحلمہ وکرمہ کثیرۃ لا تحصیٰ[2]

ان غلط بخشیون کی وجہ سے اکثر مقروض رہتے تھے، چنانچہ حضرت زبیرؓ بن عوام کے دس لاکھ کے مقروض تھے، حضرت زبیرؓ کی شہادت کے بعد ان کے صاحبزادہ عبد اللہ بن زبیرؓ نے عبد اللہ ابن جعفر سے کہا کہ والد کی یادداشتون مین دس لاکھ کا قرض تمھارے ذمہ ہے، انھون نے کہا ہان بالکل صحیح ہے مین ہر وقت ادا کرنے کے لئے تیار ہون جب چاہے لے لو[3]

ناجائز آمدنی سے پرہیز

لیکن ان کثیر اخراجات اور غیر محدود فیاضیون کے باوجود کبھی ناجائز مال کا ایک حبہ بھی نہ لیتے تھے اور رشوت کی بڑی بڑی رقمون کو ٹھکرا دیتے تھے، ایکمرتبہ وہین علاقہ کے زمینداروں نے اپنے کسی معاملہ مین انھین حضرت علیؓ کے پاس گفتگو کرنے کے لئے بھیجا، ان کی وساطت سے زمینداروں کے موافق فیصلہ ہوگیا، اس صلہ مین انھون نے چالیس ہزار کی رقم پیش کی، عبد اللہ نے اس کے قبول کرنے سے انکار کر دیا، اور کہا مین بھلائی کو فروخت نہین کرتا[4]،

---

[1] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۵۶۷، [2] اصابہ ج ۴ ص ۴۹ [3] اسد الغابہ ج ۳ ص ۱۳۴،

[4] اصابہ ج ۴ ص ۴۵،

۶، حضرت عبداللہؓ بن ابی حدرد

نام ونسب | عبداللہ نام، ابو محمد کنیت، نسب نامہ یہ ہے، عبداللہ بن ابی حدرد بن عمیر بن ابی سلامہ ابن سعد بن حساب بن حارث بن عبس بن ہوازن بن اسلم اسلمی،

اسلام وغزوات | سنہ ۶ھ کے پہلے کسی وقت مشرف باسلام ہوئے، صلح حدیبیہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھے، خیبر اور دوسرے غزوات بھی مین شریک ہوتے رہے[1] مالک بن عوف نصری کے حالات کا پتہ لگانے کے لئے جاسوسی کی خدمت انہی کے سپرد ہوئی تھی[2]، رمضان سنہ ۸ھ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوقتادہؓ انصاری کے زیرامارت جو سریہ بطن اضم روانہ کیا تھا[3]، اس مین عبداللہ بھی تھے[4]

وفات | سنہ ۷۱ھ مین ۸۱ سال کی عمر مین وفات پائی[5]،

معاش کی تنگی | حضرت عبداللہؓ معاش کی جانب سے بہت غیر مطمئن تھے، بڑی عسرت اور تنگدستی سے زندگی بسر ہوتی تھی، ایک یہودی کے چار درہم کے قرضدار تھے، یہ حقیر رقم بھی ادا نہ کرسکتے تھے، یہودی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی آپ نے عبداللہ کو حکم دیا، کہ اس کا قرض ادا کردیں لیکن ان کے امکان مین کچھ نہ تھا، اس لئے معذرت کی، آپ نے دوبارہ تاکید کی، پھر عبداللہ نے تنگدستی کا عذر کیا، اور کہا مین نے اس سے کہدیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے خیبر کی طرف بھیجنے والے ہین، وہان مال غنیمت ملے گا تو قرض ادا کردونگا

---

[1] ابن سعد ج ۴ ق ۲ ص ۲۲ [2] اسد الغابہ ج ۳ ص ۱۴۱ [3] ابن سعد حصہ مغازی ص ۹۶
[4] ایضاً ج ۴ ق ۲ ص ۲۲ [5] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۵۷۰،

لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکرر تاکید فرما چکے تھے، اس لئے عبداللہ نے اپنی چادر بیچ کر قرض ادا کیا۔[1]

،، حضرت عبداللہ بن زبعری ،،

نام و نسب عبداللہ نام، باپ کا نام زبعری تھا۔ نسب نامہ یہ ہے، عبداللہ بن زبعری بن قلیس بن عدی بن سعد بن سہم، بن عمرو بن ھصیص قرشی سہمی،

اسلام سے پہلے قبول اسلام سے پہلے عبداللہ اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے سخت دشمن تھے، ان کا زر و مال، اون کی قوت و طاقت ان کی شاعری اور زبان آوری سب مسلمانوں کی ایذا رسانی کے لئے وقف تھی، قریش کے بڑے آتش بیان شاعر تھے، اس کا مصرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو تھی،[2] احد کے مشرک مقتولین کا نہایت زبردست مرثیہ کہا تھا حضرت حسان بن ثابت نے اس کا جواب دیا،[3]

اسلام فتح مکہ کے بعد جب معاندین اسلام کا جتھا ٹوٹا تو عبداللہ اور ہبیرہ بن وہب نجران بھاگ گئے، عبداللہ حسان بن ثابت پر بہت سے وار کر چکے تھے، عبداللہ کے فرار پر انھین بدلہ لینے کا موقع ملا، چنانچہ انھون نے یہ شعر کہا،

لاتعدمن رجلا احلک بغضہ ۔۔۔ نجران فی عیش احذ لئیم

ایسا شخص معدوم نہ ہو جس کے بغض نے تمکو نجران کی ناپسندیدہ اور مکروہ زندگی مین مبتلا کر دیا ہے،

عبداللہ نے سنا تو نجران سے لوٹ آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہو کر مشرف باسلام ہو گئے، گذشتہ خطاؤن پر سخت نادم و شرمسار تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی معافی چاہی، آپ نے معاف کر دیا، اور اب وہی زبان جو کلمۂ شہادت پڑھنے کے قبل

[1] اسد الغابہ ج ۳ ص ۱۹۵، [2] استیعاب ج اول ص ۳۶۲، [3] سیرۃ ابن ہشام ج ۲ ص ۴۳،

تیر ونشتر کی طرح مسلمانون کے دلون پر جو کے چرکے لگائی تھی، نعتِ رسول کے پھول برسانے لگی، تمام اربابِ سیر نے ان کے نعتیہ اشعار لکھے ہین، ہم طوالت کے خیال سے انھین قلم انداز کرتے ہین، حافظ ابن حجر کے بیان کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نعت کے صلہ مین انھین ایک حلہ بھی مرحمت فرمایا تھا،[1]

غزوات قبولِ اسلام کے بعد متعدد غزوات مین شریک ہوئے، اور جہاد فی سبیل اللہ کا شرف حاصل کیا،[2]

وفات وفات کے بارہ مین اربابِ سیر خاموش ہین،

۷۸، حضرت عبداللہؓ بن زمعہ

نام ونسب عبداللہ نام، باپ کا نام زمعہ تھا، نسب نامہ یہ ہے، عبداللہ بن زمعہ بن اسود ابن مطلب بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی قرشی اسدی، ان کی مان قریبہ ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کی بہن تھین، عبداللہ کا گھرانا رؤساے قریش مین تھا، اسلئے دوسرے رؤسائے قریش کی طرح ان کے والد زمعہ بھی اسلام اور مسلمانون کے دشمن تھے، بدر مین مشرکین کے جتھے مین تھے مسلمانون کے ہاتھ سے مارے گئے،[3]

اسلام عبداللہ کے اسلام کا زمانہ متعین نہین، غالباً فتح کے کچھ دنون قبل یا اس کے بعد مشرف با سلام ہوئے،

عبداللہ ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کے بھانجے تھے، اس رشتہ سے کاشانۂ نبوی مین بہت

---

[1] اصابہ تذکرۂ عبداللہ بن زبعری واستیعاب ج اول ص ۳۶۰، [2] استیعاب ج اول ص ۳۶۷، [3] اسد الغابہ ج ۳ ص ۱۶۴،

آیا جایا کرتے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مدینہ ہی میں تھے، آپ کے مرض الموت میں حضرت ابوبکرؓ کی غیر حاضری میں انہی نے حضرت عمرؓ سے نماز پڑھانے کی درخواست کی تھی،[۱]

وفات: ۳۵ھ میں جنگ دار یا یزید کے عہد حکومت میں حرہ کے واقعہ میں مارے گئے،[۲]

کئی اولادیں تھیں، ان میں سے کثیر بن عبداللہ اور یزید بن عبداللہ حرہ کے واقعہ میں کام آئے،

فضل وکمال: فضل وکمال کے لحاظ سے کوئی لائقِ ذکر شخصیت نہ رکھتے تھے، لیکن کاشانۂ نبوی کی آمد ورفت کی وجہ سے چند حدیثیں ان کے کانوں میں پڑی رہ گئی تھیں، اس لئے ان کی مرویات سے حدیث کی کتابیں یکسر خالی نہیں ہیں، ان میں ایک حدیث متفق علیہ ہے، عروہ بن زبیر، اور ابوبکر بن عبدالرحمن نے ان سے روایت کی ہے،[۳]

۷۵۔ حضرت عبداللہؓ بن عامر

نام ونسب: عبداللہ نام، باپ کا نام عامر تھا، نسب نامہ یہ ہے، عبداللہ بن عامر بن کریز بن ربیعہ بن حبیب بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی قرشی عبشمی، عبداللہ حضرت عثمانؓ کے قریبی بھائی تھے،

پیدائش: ان کی پیدائش کے بارہ میں روایات مختلف ہیں ایک روایت یہ ہے کہ اپنے والد عامر کے اسلام کے بعد جو فتح مکہ کے زمانہ میں ہوا تولد ہوئے،[۴] اس صورت میں ان کی پیدائش ۸ھ یا ۹ھ میں ہوئی ہوگی، لیکن عبداللہ کی آیندہ زندگی کے واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہجرت کے ابتدائی برسوں میں پیدا ہو چکے تھے، تمام ارباب تاریخ کا بیان

---

[۱] اصابہ ج ۴ ص ۱۷، بحوالہ ابوداؤد [۲] ایضاً [۳] تہذیب الکمال ص ۱۹۸ [۴] استیعاب ج اول ص ۳۶۶

[۵] تہذیب التہذیب ج ۵ تذکرۂ عبداللہ بن عامر،

ہے کہ عبد اللہ عہد عثمانؓ ۲۹ھ مین ۲۵ سال کی عمر مین بصرہ کے عامل مقرر ہوئے تھے، اس حساب سے ان کی پیدائش ۳ھ یا ۴ھ مین ماننی پڑتی ہے، اور یہی روایت زیادہ صحیح ہے،

بہرحال مدینہ وہ بچپن مین آئے، اور حصول برکت کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین مین پیش کئے گئے، آپؐ نے ان کے منہ مین لعاب دہن ڈال کر دعا فرمائی، یہ اس آب حیوان کو گھونٹ گئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ مسقی "سیراب کرنے والا ہوگا"

عہد عثمانی شیخین کے پورے عہد اور حضرت عثمانؓ کے ابتدائی زمانہ مین کم سن تھے، اس لئے اس عہد کا کوئی واقعہ قابل ذکر نہین ہے، ۲۹ھ مین حضرت عثمانؓ نے انھین بصرہ کا عامل بنایا، گو اس وقت ان کی عمر ۲۵ سال سے زیادہ نہ تھی، لیکن بڑے حوصلہ مند اور بہادر تھے اس لئے بصر کی زمام حکومت ان کے ہاتھ مین آتے ہی عجم مین فتوحات کا دروازہ کھل گیا، اسی سنہ مین انھون نے ایران کے غیر مقبوضہ علاقون کی طرف پیشقدمی شروع کردی اور سب سے پہلے اصطخر کو تسخیر کیا، اس کے بعد جور کی طرف بڑھے، انھین جور کی طرف متوجہ دیکھکر اصطخر کے باشندے باغی ہوگئے، اور یہان کے مسلمان حاکم کو قتل کردیا، جور کی واپسی کے بعد عبد اللہ نے اصطخر کو مطیع بنایا، اصطخر کے بعد کاربان اور فیشجان فتح کیا، کرمان کا علاقہ انہی کے زیر امارت تسخیر ہوا، ۳۰ھ مین ابن عامر نے خراسان پر فوج کشی کی، اور مختلف حصون پر علیحدہ علیحدہ آدمی مقرر کئے، چنانچہ احنف بن قیس کو قہستان پر مامور کیا، انھون نے ترکون سے مقابلہ کرکے باختلاف روایت بزور شمشیر فتح کیا یا ترکون نے ابن عامر کے پاس آکر صلح کرلی، یزید جرشی کو نیشاپور کے علاقہ رستاق زام پر بھیجا، انھون نے رستاق زام، باخرز اور جوین پر قبضہ کیا، اسود بن کلثوم کو نیشاپور کے ایک اور رستاق بہق پر مامور کیا تھا،

۱؎ مستدرک حاکم ج ۳ ص ۶۳۹ ۲؎ اسد الغابہ ج ۳ ص ۱۹۱ و فتوح البلدان بلاذری ص ۴۱۰،

یہ اس معرکہ مین شہید ہوئے اور ان کے قائم مقام ادھم بن کلثوم نے بہق فتح کیا،

ایک طرف ابن عامر نے ان لوگون کو متعین کیا تھا، دوسری طرف خود بر سر پیکار تھے،
چنانچہ دوبست، اشبند، رونخ، زاوہ، خواف، اسبرائن اور ارغیان وغیرہ فتح کرتے ہوئے نیشاپور
کے پایہ تخت ابر شہر تک پہنچ گئے، اور اس کا محاصرہ کر لیا، کئی مہینہ محاصرہ قائم رہا، آخر مین
ابر شہر کے ایک حصہ کے محافظون نے امان لیکر راتون رات مسلمانون کو شہر مین داخل کر دیا،
لیکن شہر کا مرزبان ایک جماعت کے ساتھ قلعہ بند ہو گیا، مگر یہ بھی زیادہ دنون تک استقلال
نہ دکھا سکا، اور جان بخشی کرا کے باختلافِ روایت دس لاکھ یا سات لاکھ درہم سالانہ پر صلح کر لی
پایہ تخت کو تسخیر کرنے کے بعد ابن عامر نے عبد اللہ بن خازم کو نساء کے علاقہ حمراندز
روانہ کیا، انھون نے اس کو فتح کر لیا اور نسار کے فرمان روا نے تین لاکھ درہم پر صلح کر لی، ان
فتوحات نے قرب و جوار کے رؤسار کو مرعوب کر دیا، چنانچہ ابیورد کے حاکم بہمنہ نے خود آکر
یا عبد اللہ بن خازم کی کوشش سے چار لاکھ پر صلح کر لی، اس سے ابن عامر کا حوصلہ اور بڑھا
اور انھون نے عبد اللہ بن خازم کو سرخس روانہ کیا، انھون نے جا کر اہل سرخس کا مقابلہ
لیا، یہان کے مرزبان زادویہ نے بھی صلح کر لی، اور پورا سرخس کا علاقہ زیر نگین ہو گیا، سرخس
کی تسخیر کے بعد ابن خازم نے یزید بن سالم کو کیف اور بینہ روانہ کیا، یزید نے یہ دونون مقامات
فتح کیے، اور طوس کے مرزبان کناز تک نے ابن عامر کے پاس آکر ۶ لاکھ درہم پر صلح کر لی،
اس سلسلہ کی تکمیل کے بعد ابن عامر نے اوس بن ثعلبہ کی سرکردگی مین ایک فوج ہراۃ
روانہ کی، ہراۃ کے فرمان روا کو اس کی خبر ہوئی تو وہ خود ابن عامر کے پاس پہنچا، اور ہراۃ،
بادغیس اور بوشنج کے لئے جزیہ دیکر صلح کر لی، البتہ اس علاقہ کے دو مقام طاغون اور باغون
اس صلح نامہ مین داخل نہ تھے، کیونکہ یہ دونون بزور شمشیر فتح ہو چکے تھے، ایک روایت

یہ ہے کہ ابن عامر نے بنفس نفیس ہراۃ پر حملہ کیا تھا، لیکن اس روایت کی رو سے بھی آخرمین مرزبان نے صلح کرلی تھی،

ان بڑے بڑے فرمان رواؤن کی مصالحت کو دیکھ کر مروشاہجہان کے مرزبان نے بھی ابن عامر سے صلح کی درخواست کی، انھون نے حاتم بن نعمان کو عقد مصالحت کے لئے بھیجا، اور ۲۲ لاکھ پر صلح ہوگئی، ایک قریہ سنج کے علاوہ مرو کا پورا علاقہ صلحًا مطیع ہوا، صرف سنج پر زبردستی قبضہ کیا گیا تھا،

مرو کے بعد ابن عامر نے احنف بن قیس کو طخارستان روانہ کیا، انھون نے مروالروذ کے ایک قلعہ کا جو بعد مین قصر احنف کے نام سے مشہور ہوا محاصرہ کیا، اس کے متعلق ایک بہت بڑا پرگنہ شق الجرذ تھا، یہان کے باشندون نے بھی پورے پرگنہ پر ۳ لاکھ دیکر صلح کرلی، اس صلح کے بعد احنف نے اصل شہر مروالروذ کا محاصرہ کیا، یہان کے باشندون نے شروع مین نہایت سخت مقابلہ کیا، لیکن انجام کار شکست کھا کر مروالروذ کے قلعہ مین پناہ لینے پر مجبور ہوگئے، یہ صورت دیکھکر یہان کے مرزبان نے ۶۰ ہزار پر صلح کرلی، مروالروذ کی فتح کی تفصیلات مین بہت اختلافات ہین، لیکن نتیجہ سب کا احنف کی کامیابی ہے، مروالروذ کو لینے کے بعد احنف لوٹے تو معلوم ہوا کہ مخالفین جوزجان مین جمع ہین، انھون نے اقرع بن حابس تمیمی کو ان کے مقابلہ کے لئے بھیجا، اقرع نے جوزجان کو فتح کیا، اس کے بعد احنف طالقان اور فاریاب کو فتح کرکے بلخ پہونچے، اہل بلخ نے ۴ یا ۷ لاکھ پر صلح کرلی،

جب ابن عامر نیشاپور کو فتح کرتے ہوئے نہر جیحون کے اس پار تک پہنچ گئے، اور ماوراالنہر کے باشندون کو اس کی خبر ہوئی، تو انھون نے پیش قدمی کرکے صلح کرلی، بعض روایتون سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن عامر نے ماوراالنہر کے علاقہ کو عبور کرکے خود ہر ہر

مقام پر جاکر عقد مصالحت منعقد کیا اور بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ماوراء النہر والوں نے خود آکر مصالحت کی، اس مصالحت میں بے شمار مویشی، لونڈی، غلام اور کپڑے ملے، ماوراء النہر کے علاقہ کو مطیع بنانے کے بعد قیس بن ہثیم کو اپنا قائم مقام بناکر دارالخلافہ لوٹ آئے۔[1]

عبداللہ بن عامر کی فتوحات کا رقبہ نہایت وسیع ہے، ایران کے غیر مفتوحہ علاقوں سے لیکر خراسان اور ماوراء النہر تک کا علاقہ سب ان ہی کی زیر قیادت زیر نگین ہوا، علامہ ابن عبدالبر لکھتے ہیں کہ اس میں کسی کو اختلاف نہیں ہے کہ عبداللہ نے اطراف فارس خراسان کا پورا علاقہ، اصفہان، حلوان، اور کرمان فتح کیا[2]، ان مذکورہ مقامات کے علاوہ سجستان اور غزنہ بھی ان ہی کے زیر امارت فتح ہوئے[3] غرض عہد عثمانی میں مشرقی مفتوحات کا بیشتر حصہ ان ہی نے زیر نگین کیا،

حج شکرانہ ان فتوحات کے بعد حج شکرانہ ادا کیا، پھر مکہ سے مدینہ آئے اور مال غنیمت کا بڑا حصہ مہاجرین وانصار میں تقسیم کیا، اس کا اہل مدینہ پر بڑا اثر پڑا، ان فرائض سے سبکدوش ہو کر پھر اپنے دارالحکومت بصرہ آئے۔[4]

جنگ جمل حضرت عثمانؓ کی شہادت تک اپنے فرائض منصبی ادا کرتے رہے، حضرت عثمانؓ کی شہادت کا حادثہ ایسا الم انگیز تھا کہ غیر متعلق اشخاص تک اس سے سخت متاثر تھے، اور عبداللہ تو ان کے عزیز قریب تھے، اس لئے وہ اس حادثہ کی خبر اور بدامنی کے حالات سے سنکر بیت المال کا روپیہ لیکر مکہ چلے گئے، یہاں حضرت طلحہؓ حضرت زبیرؓ اور حضرت عائشہ صدیقہؓ سے ملاقات ہوئی یہ لوگ حضرت عثمانؓ کے قصاص کی نیت سے شام جانے کا قصد کر رہے تھے،

[1] یہ تمام حالات فتوح البلدان بلاذری ص ۴۰۱ تا ۴۱۵ سے ملخصاً ماخوذ ہیں [2] استیعاب ج اول ص ۳۸۷ [3] اسد الغابہ ج ۳ ص ۱۹۱۔ [4] ایضاً،

ابن عامر نے کہا آپ لوگ میرے ساتھ بصرہ چلیئے وہ دولت مند شہر ہے، وہان مددگار بھی ملین گے اور میرے اثرات بھی ہین، ان کی دعوت پر یہ بزرگوار بصرہ آئے[1] جنگِ جمل مین شروع سے آخرتک ساتھ رہے، اس جنگ مین بنی قیس، بنی ثقیف اور انصار کی کمان ان ہی کے ہاتھون مین تھی،[2]

جنگ صفین

جنگِ صفین مین البتہ کہین نمایان طور پر نظر نہین آتے، تاہم بالکل غیر جانبدار بھی نہ تھے، چنانچہ التوائے جنگ پر جو معاہدہ ہوا تھا اس مین بحیثیت شاہد کے ان کے دستخط بھی تھے،

امام حسنؓ کے مقابلہ مین معاویہ کی حمایت

چونکہ عبداللہ بن عامر حضرت عثمانؓ کے عزیز تھے اس لیے وہ شروع سے آخرتک حضرت علیؓ کے مخالف رہے، چنانچہ آپ کی شہادت اور حضرت حسنؓ کی مسند نشینی کے بعد جب امیر معاویہ نے حضرت حسنؓ پر فوجکشی کی تو مقدمۃ الجیش مین ابن عامر کو بھیجا، یہ حضرت حسنؓ کے مقابلہ کے لئے مدائن پہنچے، حضرت حسنؓ کو ان کی پیشقدمی کی خبر ہوئی تو آپ بھی مقابلہ کو نکلے، لیکن مقام ساباط مین پہنچکر ان کی فوج نے کمزوری دکھائی اور بعض خارجیون نے حملہ کرکے زخمی کردیا، اس لیے حضرت حسنؓ پھر مدائن لوٹ گئے، اور زخم بھرنے تک قصر ابیض مین مقیم رہے، شفایاب ہونے کے بعد پھر مقابلہ کے لئے نکلے، اس دوران مین امیر معاویہ بھی انبار پہنچ چکے تھے، جب حضرت حسنؓ اور عبداللہ بن عامر بالمقابل ہوگئے، تو ابن عامر اس موقع پر ایک چال چلے، حضرت حسنؓ کی فوج کو مخاطب کرکے کہا کہ مین خود لڑنا نہین چاہتا، میری حیثیت محض معاویہ کے مقدمۃ الجیش کی ہے اور وہ خود انبار تک پہنچ چکے ہین، اس لئے حسنؓ کو سلام کے بعد میرا یہ پیام پہنچادو کہ ان کو اپنی ذات اور اپنی جماعت

---

[1] اسد الغابہ ج ۳ ص ۱۹۱ [2] اخبار الطوال ص ۱۶۷

کی قسم کہ وہ جنگ ملتوی کر دین، ان کا یہ افسون کارگر ہو گیا، حضرت حسنؓ کے ساتھی یہ پیام سنکر جنگ سے پیچھے ہٹنے لگے، حضرت حسنؓ نے اسے محسوس کیا، تو وہ پھر مدائن لوٹ آئے، اس کے بعد عبداللہ نے مدائن کا محاصرہ کر لیا، حضرت حسنؓ پہلے ہی سے کشت و خون سے برداشتہ خاطر تھے، اپنے ساتھیون کی کمزوری دیکھ کر چند شرائط پر امیر معاویہ کے حق مین خلافت سے دست بردار ہو گئے، ابن عامر نے یہ شرطین امیر معاویہ کے پاس بھجوا دین، انھون نے تمام شرطین منظور کر لین،[1]

بصرہ کی ولایت حضرت حسنؓ کی دست برداری کے بعد جب عراق بھی امیر معاویہ کے قبضہ مین آگیا، اور انھون نے جدید انتظامات کے سلسلہ مین کسی کو یہان کا گورنر بنانا چاہا تو عبداللہ بن عامر نے کہا بصرہ مین میرا بہت سا مال و متاع ہے، اگر میرے علاوہ کوئی دوسرا عامل بنایا جائیگا تو وہ سب ضائع ہو جائیگا، چنانچہ معاویہ نے ان ہی کو عامل بنا دیا، اور یہ دوبارہ تین سال تک یہان کے عامل رہے، پھر معزول کر دیئے گئے،[2]

وفات معزولی کے بعد مدینہ چلے آئے، باختلاف روایت ۵۷ھ یا ۵۸ھ مین یہین وفات پائی،[3]

نمول عبداللہ بن عامر قریش کے بڑے صاحب ثروت اشخاص مین تھے، سیکڑون فتوحات حاصل کین، ان مین مال غنیمت کا پانچوان حصہ ملتا رہا، دو مرتبہ بصرہ کے گورنر ہوئے، اس مین کافی دولت پیدا کی، ان کا لاکھون روپیہ مختلف کامون مین لگا ہوا تھا، اس کے علاوہ مکہ کے قرب و جوار مین باغات اور زمینین تھین،[4]

فیاضی خدا نے جس طرح انھین صاحب ثروت بنایا تھا ویسے ہی وہ فیاض بھی تھے،

[1] اخبار الطوال، ۲۳۰، ۲۳۲ و ۲۳۱ [2] اسد الغابہ ج ۳ ص ۱۹۲ [3] تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۲۷۳ [4] اسد الغابہ ج ۳ ص ۱۹۲

کان احد الاجواد الممدوحین یعنی وہ عرب کے مشہور ممدوح فیاضون مین سے ایک فیاض تھے،[۱] حج سے واپسی کے بعد جب مدینہ گئے تو مال غنیمت کے حصہ مین سے ہزارون روپیہ مہاجرین و انصار مین تقسیم کیا،[۲] ان کی وفات پر زیاد اعجم نے ان کی فیاضی کا نہایت پر زور مرثیہ لکھا تھا،[۳] بڑے بڑے صحابہ ان کی فیاضی کے معترف تھے۔ حضرت عثمانؓ نے جب حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو بصرہ سے معزول کرکے ان کی جگہ عبد اللہ کو مقرر کیا، تو حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے جاتے وقت اہل بصرہ کو ان الفاظ مین عبد اللہ کی آمد کی اطلاع دی کہ "تمھارے پاس قریش کا ایک معزز نوجوان آرہا ہے۔ جو تم مین اس طرح (ہاتھون سے بتاکر) روپیہ پیسہ برسائیگا،[۴]

انتظامی قابلیت | گو عبد اللہ بن عامر مذہبی علوم مین کوئی پایہ نہین رکھتے تھے، لیکن انتظامی امور مین بڑا ملکہ تھا، وہ جہانگیری کے ساتھ جہانداری بھی تھے انھون نے اپنے زمانہ حکومت مین رعایا کے آرام و آسایش کے لئے بصرہ مین نہر کھدوائی، اور بہت سے مکانات خرید کر بازار بنوایا،[۵] اس کے علاوہ اور بہت سے رفاہ عام کے کام کئے، خصوصاً عرب کی خشک سرزمین مین بکثرت پانی رواں کیا، عرفات مین حجاج کو پانی کی تکلیف ہوتی تھی، عبد اللہ نے بڑے بڑے حوض اور تالاب بنواکر ان مین نہرون سے پانی اتارا،[۶] عرفات کے علاوہ مختلف مقامات پر بکثرت کنوین کھدوائے ولہ ایادی فی الارض کثیرۃ یہ غالباً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پیشین گوئی کا اثر تھا کہ یہ مسقی "سیراب کرنے والا ہوگا"[۷]

۵۰- حضرت عبد اللہ بن عبد نہمؓ

نام ونسب | عبد اللہ نام، ذو البجادین لقب، نسب نامہ یہ ہے: عبد اللہ بن عبد نہم بن عفیف بن

---

[۱] اسد الغابہ ج ۳ ص ۱۹۲ [۲] ایضاً [۳] استیعاب ج ۱ ص ۴۰۸ [۴] طبری و لایت عبد اللہ بن عامر [۵] اسد الغابہ ج ۳ ص ۱۹۲ [۶] ایضاً [۷] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۶۳۹

سحیم بن عدی بن ثعلبہ بن سعد بن عدی بن عثمان بن عمرو،

اسلام | باپ کا سایہ بچپن ہی مین سر سے اٹھ گیا، چچانے بڑے لطف و محبت سے پرورش کی، ٹوٹے ہوئے دلون مین قبول حق کا مادہ زیادہ ہوتا ہے، اسلیے عبد اللہ کا دل جس مین یتیمی نے بہت گداز پیدا کر دیا تھا، ہوش سنبھالتے ہی اسلام سے متاثر ہو گیا، چچا کافر تھے، انھین جب معلوم ہوا کہ بھتیجے نے محمد کا مذہب اختیار کر لیا تو ساری شفقت و محبت سرد مہری سے بدل گئی، اور عبد اللہ سے کہا اگر تم نے محمد کا دین قبول کر لیا تو جو کچھ دیا لیا ہے سب چھین لونگا، مگر جس دل مین ایمان کی دولت بھر چکی تھی وہ دنیوی مزخرفات کو کیا دھیان مین لا سکتا تھا، عبد اللہ نے کہا اگر ایسا ہے تو مین مسلمان ہون، یہ بے باکانہ جواب سن کر چچا نے جو کچھ دیا تھا، سب واپس لے لیا حتی کہ بدن کے کپڑے تک اتروا لیے، عبد اللہ اسی حالت مین مان کے پاس پہنچے، مان کی مامتا سے اس حالت مین نہ دیکھا گیا، ایک چادر تھی، اس کے دو ٹکڑے کر کے عبد اللہ کے حوالہ کی، انھون نے ایک کا تہ بند بنایا اور ایک کی چادر، اعزہ اقربا سے ناتہ ٹوٹ چکا تھا، نماز فجر کے وقت مسجد نبوی مین پہنچے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی، نماز کے بعد حسب معمول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے مصافحہ کرنے اور آنے والون پر نظرین دوڑانے لگے، عبد اللہ پر نظر پڑی پوچھا تم کون ہو؟ عرض کی عبد العزی، فرمایا تم عبد اللہ ذو البجادین (دو چادرون والے) ہو، تم میرے دروازہ پر رہا کرو، آستانۂ نبوی کی دربانی سے بڑھ کر کیا شرف ہو سکتا ہے، چنانچہ عبد اللہ باب نبوی پر رہنے لگے، اور جب تک زندہ رہے اس در کی دربانی نہ چھوٹی، [1]

وفات | سنہ ۹ ھ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ تبوک مین گئے، وقت آخر

[1] اسد الغابہ ج ۳ ص ۱۲۳،

ہوچکا تھا، معمولی بیمار پڑ کر تبوک کے لشکرگاہ میں وفات پا گئے، خود آقائے نامدار نے صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ کیساتھ مل کر رات کی تاریکی میں مشعل جلا کر قبر کھودی اور اپنے دستِ مبارک سے عبداللہ کی لاش قبر میں اتار کر دعا فرمائی "خدایا میں اس سے راضی تھا تو بھی رضامندی ظاہر فرما" غرض آستانِ نبوی کا یہ دربان اس قابلِ رشک طریقہ پر سرکارِ دو عالمؐ کے ہاتھوں پیوندِ خاک ہوا، اس واقعہ کے راوی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ مجھے عبداللہ کی موت پر اتنا رشک آیا کہ دل نے کہا کاش ان کے بجائے میں مرا ہوتا[۱]،

عبادت | عبداللہ کا دل سوزِ ایمان اور گدازِ قلب سے پھکا جاتا تھا، اور آستانِ نبوی ان کی پرسوز تہلیل و تسبیح اور تلاوتِ قرآن سے گونجا کرتا تھا، ایک دن حضرت عمرؓ نے کہا یا رسول اللہ، یہ ریاکار معلوم ہوتا ہے، فرمایا نہیں وہ سوزِ قلب رکھنے والوں میں ہیں[۲]،

۱۸۔ حضرت عبداللہؓ بن مغفل مزنی،

نام و نسب | عبداللہ نام، ابوسعید کنیت، نسب نامہ یہ ہے، عبداللہ بن مغفل بن عبید بن عفیف بن سہم بن ربیعہ بن عدی بن ثعلبہ بن ذویب بن سعد بن عدی بن عثمان بن مزینہ مزنی،

اسلام | عبداللہ ۶ھ میں مشرف باسلام ہوئے، قبولِ اسلام کے بعد سب سے اول غزوۂ حدیبیہ میں شریک ہوئے[۳] اور بیعتِ رضوان کا شرف حاصل کیا[۴]،

غزوات | خیبر میں بھی ہمرکاب تھے، اس غزوہ کا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ میں خیبر کے محاصرہ میں تھا کہ کسی نے اوپر سے چربی سے بھری ہوئی ایک تھیلی پھینکی، میں اٹھانے کے لئے بڑھا، آنحضرت

[۱] سیرۃ ابن ہشام ج ۲ ص ۳۲۵ [۲] اسد الغابہ ج ۳ ص ۱۲۳ [۳] بخاری کتاب التفسیر باب قولہ اذ یبایعونک تحت الشجرہ [۴] مسند احمد بن حنبل ج ۵ ص ۵۴،

صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر پڑ گئی، مجھے اس پر بڑی ندامت اور شرمندگی ہوئی،[1] فتح مکہ میں بھی شریک تھے، اس غزوہ کا یہ عینی مشاہدہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے فتح مکہ کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اونٹنی کے اوپر سوار سورۂ فتح تلاوت کرتے دیکھا،[2]

سنہ ۹ھ میں تبوک کا غزوہ پیش آیا، اس سال نہایت شدید قحط تھا، اس لئے مسلمانوں کو بڑی دشواری پیش آئی، صاحبِ مقدرت لوگوں کے علاوہ معمولی حیثیت کے مسلمانوں کے لئے اس غزوہ میں شرکت کی کوئی صورت نہ تھی، عبداللہ رضی اللہ عنہ بن مغفل نادار صحابی تھے، ان کے پاس کوئی سامان نہ تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر، سامانِ سفر کی درخواست کی، یہاں کیا تھا، صاف جواب ملا، لیکن جوشِ جہاد گھر میں بھی بیٹھنے نہ دیتا تھا، جب سامانِ سفر کی کوئی صورت نہ نکل سکی، تو اپنی محرومی پر مایوس ہو کر رونے لگے، ایک بزرگ ابن یامین نے روتا دیکھ کر سبب پوچھا، کہا غزوۂ تبوک کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سواری مانگی تھی مگر نہیں ملی، اور مجھ میں اتنی مقدرت نہیں کہ اپنے پاس سے سامان کروں، یہ سنکر ابن یامین نے سواری کے لئے ایک اونٹ اور زادِ راہ کے لئے تھوڑی سی کھجوریں پیش کیں، اس مختصر سامان کے ساتھ عبداللہ اور ان کے دوسرے ساتھی عبدالرحمٰن بن کعب غزوۂ تبوک میں شریک ہوئے،[3] ان ہی ناداروں کے بارہ میں یہ آیہ نازل ہوئی تھی،[4]

ولا علی الذین اذا ما اتوک	اور نہ ان لوگوں پر کوئی الزام ہے کہ جب
لتحملھم قلت لا اجد ما احملکم علیہ	وہ تمہارے پاس آئے کہ تم ان کے لئے سواری
تولوا واعینھم تفیض من الدمع حزنا	کا انتظام کردو تو تم نے کہا کہ میرے پاس کوئی

[1] بخاری کتاب المغازی باب غزوۂ خیبر [2] مسلم ج اول ص ۵۵۸ مطبوعۂ مصر [3] سیرۃ ابن ہشام ج ۲ ص ۱۶۱ [4] مسند احمد بن حنبل ج ۵ ص ۵۴، ۵۶

ان کا بجل دا سا نفقوت، سواری نہیں ہے، یہ سنکر وہ لوٹ گئے اور خرچ نہ

(ترجمہ) میسر آنے کے غم میں انکی آنکھیں اشکبار تھیں،

بصرہ کا توطن | تا حیات نبوی مدینہ میں رہے، آپ کی وفات کے بعد مدینہ چھوڑ دیا، حضرت عمرؓ نے جب بصرہ آباد کرایا تو عبداللہ کو مسلمانوں کی تعلیم و تربیت کے لئے بصرہ بھیج دیا، جہاں وہ آخر عمر تک مقیم رہے،[۱]

عراق کی فوجکشی میں شرکت | عراق کی فوجکشی میں مجاہدانہ شریک ہوئے، خوزستان کے صدر مقام شوستر کی تسخیر کے بعد سب سے پہلے یہی شہر میں داخل ہوئے تھے،[۲]

وفات | کافی عمر پانے کے بعد باختلاف روایت ۵۷ھ یا ۵۹ھ میں بصرہ میں مرض الموت میں مبتلا ہوئے، دم آخر اعزہ سے وصیت کی کہ غسل کے آخری پانی میں کافور ملانا اور کفن میں دو چادریں اور ایک قمیص ہو کہ رسول اللہ کا کفن ایسا ہی تھا،[۳] نہلاتے وقت صرف احباب ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی غسل دیں، جنازہ کے پیچھے آگ نہ روشن کیجائے، ابن زیاد (گورنر بصرہ) جنازہ کی نماز میں شریک نہ ہو، وفات کے بعد ان وصیتوں پر پورا پورا عمل کیا گیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے نہلایا، جنازہ گھر سے نکلا تو ابن زیاد انتظار میں کھڑا تھا، اس کو عبداللہ کی وصیت سنائی گئی، اسے سنکر تھوڑی دور جنازہ کی مشایعت کر کے گھر لوٹ گیا،[۴] حسب وصیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت ابو برزہ اسلمیؓ نے نماز جنازہ پڑھائی، اور بصرہ کی سرزمین میں پیوند خاک کئے گئے،[۵]

اولاد | وفات کے بعد سات اولادیں یادگار چھوڑیں،[۶]

---

۱ ابن سعد ج ۳ ق ا ص ۱۸۸ ۲ استیعاب ج ا ص ۳۷۳ ۳ مستدرک حاکم ج ۳ ص ۴۷۵ ۴ ابن سعد ج ۳ ق ا ص ۱۸ ۵ اصابہ ج ۴ ص ۱۳۲ ۶ استیعاب ج ا ص ۳۷۳

فضل وکمال، | قبولِ اسلام کے بعد کئی برس تک ذات نبویؐ سے استفادہ کا موقع ملا تھا، اس لئے ان کی ۴۳ مرویات حدیث کی کتابوں میں موجود ہیں، ان میں سے ۲ متفق علیہ ہیں، اور ایک میں امام بخاری اور ایک میں امام مسلم منفرد ہیں[1] حمید بن ہلال، ثابت البنانی، مطرب بن عبداللہ معاویہ بن قرہ، عقبہ بن صہبان، حسن بصری، سعید بن جبیر، عبداللہ بن بریدہ[2] وغیرہ ان کے رواۃ میں ہیں،

گو عبداللہ کی مرویات کی تعداد کم ہے، لیکن انکا علمی اور تعلیمی تجربہ زیادہ تھا چنانچہ حضرت عمرؓ نے جن چھؓ اصحاب کو اہل بصرہ کی فقہی تعلیم کے لئے بھیجا تھا، ان میں ایک یہ بھی تھے[3]،

بدعات سے نفرت۔ | عبداللہ کو بدعات سے سخت نفرت تھی، جو چیز انھوں نے عہدِ رسالت اور عہد خلفاء میں نہیں دیکھی تھی، یا ان کے علم میں نہ تھی اس کو کسی طرح نہیں برداشت کر سکتے تھے، ان کے صاحبزادے راوی ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے نماز میں بسم اللہ جہر کے ساتھ پڑھی، والد نے سن لیا، جب میں نماز تمام کر چکا تو مجھ سے کہا بیٹا اسلام میں باتیں نہ بڑھاؤ، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ابوبکرؓ، عمرؓ اور عثمانؓ کے پیچھے نمازیں پڑھی ہیں، ان میں سے کوئی بھی بسم اللہ (بالجہر) کے ساتھ نماز نہیں شروع کرتا تھا، یہ واقعہ بیان کر کے لڑکے نے کہا میں نے والد سے زیادہ بدعات کو برا سمجھنے والا نہیں دیکھا[4]،

۸۲۔ حضرت عبداللہ بن وہبؓ

نام ونسب، | عبداللہ نام، باپ کا نام وہب تھا، قبیلہ اسلم سے نسبی تعلق رکھتے تھے،

اسلام، | ابن سعد کے نزدیک فتح مکہ سے پہلے کسی وقت دولتِ اسلام سے بہرہ ور ہوئے،

[1] تہذیب الکمال ص ۲۱۶، [2] تہذیب التہذیب ج ۶ ص ۴۲ [3] ایضاً، [4] مسند احمد بن حنبل ج ۵ ص ۵۵

عمان کا قیام | قبولِ اسلام کے بعد کچھ دنون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین رہے، پھر عمان چلے گئے، وفاتِ نبویؐ کے وقت یہین تھے، وفات کی خبر پاکر یہ اور حبیب بن زید مزنی دونون عمرو بن العاص کے پاس چلے، راستہ مین مسیلمہ کذاب ملا، اس نے ان دونون کو گرفتار کرلیا اور اپنی بنوت منوانی چاہی، حبیب نے صاف انکار کردیا، ان کے انکار پر مسیلمہ نے حبیب کو قتل کرکے ان کے بدن کے ٹکڑے ٹکڑے کرڈالے، اس عبرت انگیز سزا کو دیکھنے کے بعد بھی عبد اللہ کے دل پر ہراس نہ طاری ہوا، اور بدستور اسلام پر قائم رہے، مسیلمہ نے ان پر کوئی تشدد نہین کیا، بلکہ صرف قید پر اکتفا کی، ابھی یہ قید ہی مین تھے کہ خالد بن ولیدؓ اور اسامہ بن زیدؓ مسیلمہ کی سرکوبی کے لئے پہنچ گئے، عبد اللہ موقع پاکر نکل گئے، اور مسلمانون سے مل کر مسیلمہ کا نہایت پرزور مقابلہ کیا،[1] لیکن بلاذری کا بیان ہے کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ بن وہب اور حبیب بن زید کو مسلمہ کے مقابلہ کے لئے بھیجا تھا،[2] ابن سعد کا بیان زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے، اس لئے کہ مسیلمہ کذاب کے فتنہ نے آپ کی وفات کے بعد شدت پکڑی تھی،

وفات | وفات کے حالات پردۂ خفا مین ہین،

حضرت عبید اللہ بن عباسؓ

نام و نسب | عبید اللہ نام، ابو محمد کنیت، نسب نامہ یہ ہے، عبید اللہؓ بن عباسؓ بن عبد المطلب بن ہاشم قرشی ہاشمی، مان کا نام لبابہ تھا، نانہالی شجرہ یہ ہے، لبابہ بنت حارث بن حزن ہلالیہ عبید اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی چچازاد بھائی تھے،

پیدائش و بچپن | ہجرت سے ایک سال پہلے پیدا ہوئے،[3] حضرت عباسؓ کی اولاد دون مین

---

[1] ابن سعد ج ۴ ق ۲ ص ۷۶ [2] فتوح البلدان بلاذری ص ۹۹ [3] ابن سعد تذکرہ عبید اللہ بن عباسؓ،

عبید اللہ باپ کے بڑے چہیتے تھے۔[1] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عباسؓ سے خاص انس تھا اس لئے ان کے بچوں کے ساتھ آپ کو بڑی محبت تھی، چنانچہ عبد اللہ، عبید اللہ اور کثیر تینوں کو بلا کر کھلاتے اور فرماتے تم میں سے جو دوڑ کر سب سے پہلے مجھکو چھوئیگا اس کو فلان چیز دونگا، تینوں بھائی دوڑتے، کوئی پشتِ مبارک پر چڑھ جاتا، کوئی سینہ سے چمٹ جاتا، آپ سب کو چمٹا کر پیار کرتے۔[2]

یمن کی حکومت اور حج کی امارت

عبید اللہ عہدِ رسالت اور عہدِ شیخین میں کم سن تھے، اس لئے اس عہد کا کوئی واقعہ قابل ذکر نہیں ہے، عہد عثمانی میں بھی کہیں نہیں نظر آتے۔ حضرت علیؓ نے اپنے زمانہ میں یمن کا والی بنایا، پھر ۳۶ھ اور ۳۷ھ میں امارتِ حج کا عہدہ تفویض کیا، چنانچہ ان دونوں سنوں کا حج عبید اللہ ہی کی امارت میں ہوا، بعض ارباب سیر لکھتے ہیں کہ ۳۹ھ میں بھی امیر الحج تھے، لیکن یہ صحیح نہیں ہے، ۳۹ھ میں وہ نہیں، بلکہ ان کے بھائی قثم امیر تھے۔[3]

بچوں کا قتل

۴۰ھ میں بسر بن ابی ارطاۃ امیر معاویہ کی جانب سے شیعیان علیؓ کو مجبر مطیع بنانے کے لئے یمن آیا، اس وقت عبید اللہ حضرت علیؓ کی جانب سے وہاں کے والی تھے، ان میں بسر کے مقابلہ کی طاقت نہ تھی اس لئے وہ یمن سے ہٹ گئے، ان کے اہل و عیال یہین تھے، بسر نہایت ظالم تھا، اور اس کے دل میں حضرت علیؓ کے حامیوں کی طرف سے اس قدر کینہ اور بغض بھرا ہوا تھا کہ عبید اللہ کے دو کمسن بچوں کو ان کی ماں کے سامنے نہایت بے دردی کے ساتھ قتل کر دیا۔[4]

---

[1] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۵۱۶ [2] مسند احمد بن حنبل ج اول مسند عبید اللہ بن عباس [3] استیعاب ج ۲ ص ۴۱۶ [4] اسد الغابہ ج ۳ ص ۳۴۰

وفات زمانۂ وفات مین اختلاف ہے، استیعاب کی روایت کے مطابق ۵۸ھ مین وفات پائی۔[1]

فضل وکمال عبید اللہ جس خانوادۂ علم وعمل کے چشم وچراغ تھے، اس کے اعتبار سے انکا کوئی خاص علمی پایہ نہ تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مین بہت کم سن تھے، اس لیے براہ راست آپ سے سماعِ حدیث کا موقعہ نہ ملا تاہم حدیث کی کتابون مین ان کی مرویات ملتی ہین اور انھون نے اپنے والد بزرگوار حضرت عباسؓ سے اور ان سے عبد اللہ اور ابن سیرین نے روایت کی ہے،[2]

فیاضی حضرت عباسؓ کے تمام لڑکون مین کوئی نہ کوئی نمایان وصف اور کمال موجود تھا، حضرت عبد اللہؓ فضل وکمال مین یکتائے عصر تھے، فضل حسن وجمال مین یگانہ تھے، عبید اللہ فیاضی اور دریا دلی مین بے نظیر تھے، ان کے دسترخوان کے لیے ایک اونٹ روزانہ ذبح ہوتا تھا، دوسرے بھائی عبد اللہ کو یہ فیاضی ناپسند تھی، انھون نے روکنا چاہا، تو اس دن سے دو اونٹ ذبح ہونے لگے، جب یہ دونون بھائی ایک ساتھ مدینہ مین ہوتے تو ایک طرف تشنگان علم کے لیے عبد اللہ کے یہان علم کا دریا بہتا، دوسری طرف بھوکون کے لیے عبید اللہ کے یہان صلاے عام ہوتی، ایک مرتبہ عبید اللہ کہین جا رہے تھے، غلام ساتھ تھا، چلتے چلتے شام ہوگئی، ایک اعرابی کا گھر دکھائی دیا، غلام نے کہا اگر ہم لوگ رات بھر کے لیے اس گھر مین ٹھہر جاتے تو بہتر ہوتا، رات ہوچکی تھی اس لیے عبید اللہ کو بھی یہ راے پسند آئی اور خادم وآقا دونون اعرابی کے گھر پہنچے، عبید اللہ نہایت وجیہ تھے، اعرابی دیکھ کر سمجھا کہ کوئی بڑا آدمی ہے، بڑے اعزاز واکرام کے ساتھ اتارا، اور بیوی سے جاکر کہا کہ ہمارے یہان ایک معزز مہمان آیا ہے، کچھ کھانے پینے کا سامان ہے، بیوی نے جواب دیا کھانے کو تو کچھ نہین ہے، صرف یہ ایک بکری ہے جس کے دودھ پر تمھاری لڑکی کی

---

[1] استیعاب ج ۲ ص ۴۱۶، [2] تہذیب الکمال ص ۲۵۱،

زندگی ہے، بدوی غیرت نے گوارا نہ کیا کہ مہمان کو بھوکا رکھا جائے، بیوی سے کہا کچھ بھی ہو بکری ذبح کرنا چاہئے، بیوی نے کہا کیا لڑکی کو مار ڈالوگے، اعرابی نے کہا بہرحال بکری ذبح کرنا ضروری ہے، چنانچہ بکری ذبح کرکے رات کا کھانا کھلایا، عبید اللہ یہ تمام گفتگو سن رہے تھے، صبح کو اٹھکر غلام سے پوچھا تمہارے پاس کچھ ہے، اس نے کہا پانسو اشرفیاں ہیں، حکم دیا اعرابی کو دیدو، غلام نے کہا سبحان اللہ ۵ درہم کی بکری کھلائی اور آپ پانسو دینار دیئے دیتے ہیں، بولے تیری عقل پر افسوس ہے، خدا کی قسم! وہ ہم سے کہیں زیادہ سیر چشم اور دریا دل ہے، ہم تو اپنی مملوکہ دولت سے بہت حقیر رقم اسے دے رہے ہیں، اور اس نے اپنے لخت جگر کو قربانی کرکے ہمیں بکری کھلائی۔[1]

۴۸۔ حضرت عبد الرحمن بن سمرہؓ

نام ونسب عبد الرحمن نام، باپ کا نام سمرہ تھا، نسب نامہ یہ ہے، عبد الرحمن بن سمرہ بن جلیب ابن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی،

اسلام وغزوات فتح مکہ کے دن مشرف باسلام ہوئے، جاہلی نام عبد الکعبہ تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بدل کر عبد الرحمن رکھا، اسلام کے بعد سب سے اول غزوۂ تبوک میں شریک ہوئے۔[2]

عثمانی عہد غزوۂ تبوک کے بعد عبد الرحمن پھر عثمانی عہد میں نظر پڑتے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں نصیحت فرمائی تھی کہ خود کبھی امارت کی خواہش نہ کرنا، اگر تمہاری خواہش پر ملے گی تو اس کی ذمہ داری تنہا تمہارے سر ہوگی، اور بلا خواہش ملے گی تو خدا تمہاری مدد کریگا۔[3] اس

[1] اسد الغابہ ج ۳ ص ۳۴۱ [2] اصابہ ج ۴ ص ۱۶۱ [3] ابن سعد ج ۷ ق ۲ ص ۱۰۱

نصیحت کے مطابق انھوں نے خود کبھی امارت کی خواہش نہیں کی، حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں
عبد اللہ بن عامر والی بصرہ نے انھیں امارت کے عہدہ پر مامور کیا، ۳۲ھ میں جب ابن عامر نے
سجستان اور کابل پر چڑھائی کی تو[1] عبد الرحمن کو سجستان روانہ کیا، یہ زرنج کی طرف بڑھے، اتفاق
سے انھیں ایام میں عید تھی، سجستان والے عید منا رہے تھے، عبد الرحمن نے عین عید کے دن
زرنج کے مرزبان کو گھیر لیا، اس نے بیس لاکھ درہم اور دو ہزار لونڈی غلام پر صلح کر لی، مرزبان سے
مصالحت کے بعد ابن سمرہ نے ہندوستان کی سمت زرنج سے لیکر کش تک اور رخج کی سمت
اور رخج سے لیکر داور تک فتح کر کے داور کے باشندوں کا جبل زور میں محاصرہ کر لیا، ان لوگوں نے
ایک بیش قرار رقم دیکر صلح کر لی، یہ رقم اتنی وافر تھی کہ عبد الرحمن کے ساتھ آٹھ ہزار مجاہدین تھے
ہر ایک کے حصہ میں چار چار ہزار آیا، زور ایک بت کا نام تھا اسی کی نسبت سے یہاں کا پہاڑ
جبل زور کہلاتا تھا، یہ بت ٹھوس سونے کا تھا اور یاقوت کی آنکھیں تھیں، عبد الرحمن نے اس کے
ہاتھ کاٹ لئے اور دونوں آنکھیں نکال کر مرزبان کو واپس کر دیا کہ مجھے اس کی ضرورت نہ تھی،
صرف تمھارے اعتقاد کو باطل کرنا تھا، بت کسی کو نفع و نقصان نہیں پہنچا سکتے، بت کو توڑنے
کے بعد بست اور زابل کو فتح کیا، ان فتوحات کی تکمیل کے بعد زرنج لوٹ آئے، کچھ دنوں
کے بعد جب حضرت عثمانؓ کے خلاف شورش برپا ہوئی تو عبد الرحمن امیر بن احمر کو اپنا قائم
مقام بنا کر سجستان سے چلے گئے، ان کے ہٹتے ہی زرنج والوں نے ابن احمر کو نکال کر زرنج
کے علاقہ پر قبضہ کر لیا،[2]

خانہ جنگی سے کنارہ کشی | حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد جمل اور صفین کی قیامت خیز لڑائیاں

---

[1] ابن عامر اس علاقہ کو زیر نگین کر چکے تھے، لیکن یہاں کے باشندوں نے بغاوت کر کے ان کے عامل کو نکال دیا [2] فتوح البلدان بلاذری [illegible]

ہوئیں، لیکن عبدالرحمن کسی مین شریک نہ ہوئے؛

ولایت بصرہ

حضرت حسنؓ کی دست برداری کے بعد جب امیر معاویہ سارے عالم اسلامی کے خلیفہ ہوگئے، تو انھون نے جدید انتظامات کے سلسلہ مین عبداللہ بن عامر کو ۴۳ھ مین بصرہ کا والی بنایا،

حضرت عثمانؓ کی شہادت اور جمل وصفین کے ہنگامون کے زمانہ مین سجستان اور کابل کے علاقے باغی ہوگئے تھے، عبداللہ بن عامر کو عبدالرحمن کے گذشتہ کارنامون کا کافی تجربہ ہوچکا تھا، اس لئے انھون نے دوبارہ انھین سجستان کا والی بناکر باغی علاقون کی تادیب پر مامور کیا، چنانچہ یہ سجستان آئے، یہان سے باغیون کی سرکوبی کرتے ہوئے کابل تک پہنچ گئے، اور اس کا محاصرہ کرکے سنگباری کے ذریعہ سے شہر پناہ کی دیوارین شق کردین، عباد بن حصین رات بھر شگاف کی نگرانی کرتے رہے، کہ دشمن اس کو بھرنے نہ پائین، صبح کو کابلیون نے میدان مین نکل کر مقابلہ کیا، مگر شکست کھائی اور مسلمان شہر مین داخل ہوگئے، یہ بلاذری اور ابن اثیر کا بیان ہے[1]، یعقوبی کے بیان کے مطابق شہر پناہ کے دربان نے رشوت لے کر دروازہ کھول دیا تھا،[2]

کابل کو مطیع بنانے کے بعد عبدالرحمن نے، خواش اور رزان بست کو زیرنگین کیا، یہان سے رزان کا رخ کیا، یہان کے باشندون نے پہلے ہی شہر خالی کردیا تھا، اس لئے بلا جنگ رزان پر قبضہ ہوگیا، رزان کے بعد خشک پہنچے، یہان کے باشندون نے صلح کرلی، خشک کے بعد رخج آئے اور ایک پرزور مقابلہ کے بعد یہان کے باشندون کو شکست دیکر غزنہ پہنچے، باغی غزنویون نے نہایت پرزور مقابلہ کیا، مگر انھون نے بھی فاش شکست کھائی، کابل والے سخت بغاوت پسند تھے، عبدالرحمن جب غزنہ کی طرف متوجہ تھے، کابلیون نے میدان خالی پاکر

---

[1] ابن اثیر ج ۳ ص ۳۶۶ و بلاذری ص ۴۰۳ [2] یعقوبی ج ۲ ص ۲۵۸۔

بغاوت کردی، عبدالرحمٰن نے غزنہ سے فراغت کے بعد انھیں مطیع بنایا اور سجستان، کابل اور غزنہ کا پورا علاقہ دوبارہ زیرنگین کیا،[1]

عبدالرحمٰن کو ابن عامر نے اپنی پسند سے حاکم بنایا تھا، ان کے کارناموں کو دیکھ کر امیر معاویہ نے بھی مہر تصدیق ثبت کردی، اور عبدالرحمٰن مرکزی حکومت کی جانب سے سجستان کے باقاعدہ والی ہو گئے،[2] تین سال کے بعد ۴۶ھ میں زیاد نے انھیں معزول کرکے زیاد بن ربیع کو ان کی جگہ مقرر کیا،

وفات معزولی کے بعد عبدالرحمٰن نے سجستان ہی میں بود و باش اختیار کرلی تھی، یہیں ۵۰ھ میں وفات پائی،[3] وفات کے بعد ایک لڑکا عبیداللہ یادگار چھوڑا،

فضل و کمال عبدالرحمٰن اولاً مسلمین بعد الفتح میں تھے، پھر فوجی آدمی تھے اس لئے علمی اعتبار سے کوئی قابل ذکر شخصیت نہ تھی، تاہم ان کی بیاض علم کے اوراق بالکل سادہ نہیں ہیں، ان کی ۱۴ روایتیں حدیث کی کتابوں میں موجود ہیں، ان میں سے ۲ متفق علیہ اور ایک میں امام مسلم منفرد ہیں، ان کے رواۃ میں عبدالرحمٰن بن لیلی اور مشہور تابعی حضرت حسن بصری لایق ذکر ہیں،[4]

تواضع و خاکساری ایک طرف یہ بلندی اور حوصلہ مندی تھی کہ سجستان سے لیکر غزنہ تک کا علاقہ فتح کر لیا، اور باغی کابلیوں کے بل نکال دیئے، دوسری طرف یہ خاکساری اور فروتنی تھی کہ بارش کے دنوں میں جھاڑو لیکر گلیاں صاف کرتے پھرتے تھے،[5]

---

[1] ابن اثیر ج ۳ ص ۳۸۶ و بلاذری ص ۴۰۲ [2] بلاذری ص ۴۰۳ [3] اصابہ ج ۴ ص ۱۶۰ [4] تہذیب الکمال ص ۲۲۸ [5] اسد الغابہ ج ۳ ص ۲۲۸،

۸۵۔ حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ

نام ونسب: عتاب نام، ابوعبدالرحمن کنیت، نسب نامہ یہ ہے، عتاب بن اسید بن ابو عیص ابن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ قرشی اموی،

قبل از اسلام: عتاب ابتدا سے سلیم الفطرت تھے، چنانچہ قبول اسلام کے پہلے ہی سے وہ شرک سے دور اور اسلامی تعلیمات سے قریب تر تھے، فتح مکہ سے ایک دو شب پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی فطرت سلیم کا تذکرہ فرمایا، کہ قریش کے چار آدمی شرک سے دور اور اسلام سے قریب تر اور اس کی طرف راغب ہیں، لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ! وہ کون لوگ ہیں فرمایا، عتاب بن اسید، جبیر بن مطعم، حکیم بن حزام اور سہیل بن عمرو،

اسلام: فتح مکہ کے دن بلا جبر واکراہ بطیب خاطر اسلام کے حلقہ بگوش ہو گئے، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حنین کے لئے جانے لگے تو عتاب کو مکہ کا امیر بنایا، بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے اس موقع پر یہ شرف حضرت معاذ بن جبل کو حاصل ہوا، اس کے بعد عتاب کو ملا، مکہ کی امارت پر سرفراز فرماتے وقت ان الفاظ میں عتاب کی عزت افزائی فرمائی عتاب! تم کو معلوم ہے کہ کن لوگوں پر میں نے تم کو عامل بنایا ہے، اہل اللہ پر! اگر مکہ والوں کے لئے تم سے زیادہ کوئی موزون شخص نظر آتا تو اسے بناتا،

پھر ۸ھ میں حج کی امارت کا شرف حاصل ہوا، اس لحاظ سے عتاب تاریخ اسلام میں سب سے پہلے امیر الحج ہیں[۲]،

[۱] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۵۹۵ [۲] اسد الغابہ ج ۳ ص ۳۵۸،

عہد صدیقی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک عتاب مکہ کے عامل رہے، حضرت ابوبکرؓ نے بھی اپنے زمانہ میں بدستور انھیں ان کے عہدہ پر برقرار رکھا،[1]

وفات ان کی عمر نے وفا نہ کی، عین عالم شباب میں جبکہ ان کی عمر ۲۰، ۲۲ سال سے زیادہ نہ تھی سنہ ۱۳ھ میں مکہ میں وفات پائی،[2]

فضل وکمال کم سنی کی موت نے عتاب کے علمی کمالات کو چمکنے کا موقع نہ دیا، اس کے باوجود ارباب سیر انھیں فضلائے صحابہ میں شمار کرتے ہیں،[3] چند احادیث نبوی بھی ان سے مروی ہیں، عطاء اور ابن مسیب نے ان سے مرسل روایت کی ہے،[4]

نماز باجماعت میں تشدد نماز باجماعت کے بارہ میں اتنے متشدد تھے کہ امارت مکہ کے زمانہ میں قسم کھا کھا کر کہتے تھے کہ جو شخص جماعت کے ساتھ نماز نہ ادا کریگا، اس کا سر قلم کردونگا، جماعت سے غفلت منافقوں کا کام ہے، اہل مکہ نے ان کے اس سختی سے گھبرا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ آپ نے کس اجڈ اعرابی کو عامل بنایا ہے،[5]

تدین عہدہ داروں کا ہدایا و تحائف سے دامن بچانا بہت مشکل ہے، عتاب باوجودیکہ کئی برس تک مکہ کے عامل رہے، لیکن اس سلسلہ میں کبھی کوئی چیز نہیں قبول کی، ایکمرتبہ کسی نے دو چادریں پیش کیں انھیں لے کر اپنے غلام کیسان کو دیدیا،[6]

قناعت عام طور پر حکام اور عہدہ داروں میں قناعت نہیں ہوتی، لیکن عتاب کی ذات اس سے مستثنی تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اخراجات کے لئے دو درہم روزانہ مقرر فرمائے تھے، عتاب اسی پر قانع رہے، کہا کرتے تھے کہ جو پیٹ دو درہم میں نہیں بھرتا

---

[1] اسد الغابہ ج ۳ ص ۳۵۸ [2] ایضاً [3] ایضاً [4] تہذیب الکمال ص ۲۵۷ [5] اصابہ ج ۴ ص ۲۱۲ [6] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۲۹۵،

اس کو خدا کبھی آسودہ نہ کریگا،[1]

نزول آیہ | عقیلی کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن عباسؓ کے نزدیک کلام اللہ کی یہ آیت

واجعلنی من لدنک سلطانا نصیرا ، اور اپنے پاس سے مجھکو فتحیابی کے ساتھ غلبہ عطا فرما،

میں سلطان نصیر سے مراد عتاب کی ذات ہے[2] لیکن اس کی روایتی حیثیت قابل اعتبار نہیں تاہم اس سے اتنا اندازہ ضرور ہوتا ہے کہ عتاب کی شخصیت اس کا مصداق بن سکتی تھی، تمام ارباب سیران کے فضائل وکمالات کے معترف ہیں، کان عتاب رجلاً خیرا صالحا فاضلا عتاب باخبر، صالح اور فاضل تھے[3]

۸۶۔ حضرت عتبہ بن ابی لہب رضؓ

نام ونسب | عتبہ نام، مشہور دشمن اسلام ابو لہب ان کا باپ تھا، نسب نامہ یہ ہے، عتبہ بن ابی لہب ابن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی قرشی ہاشمی، ابو لہب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چچا تھا، اس رشتہ سے عتبہ آپ کے ابن عم تھے،

اسلام | عتبہ پیغمبر اسلام کے اس سب سے بڑے دشمن کے فرزند تھے جس نے بھتیجے کی تحقیر، مسلمانوں کی ایذا رسانی اور اسلام کی بیخ کنی میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا تھا، پھر بھی ان اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گوشت پوست ایک تھا، خون کا اثر کہاں سے جاتا چنانچہ جب مکہ فتح ہوا، اور مخالفین اسلام کا شیرازہ بکھر چکا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو چچیرے بھائی کا خیال آیا، حضرت عباسؓ سے پوچھا تمہارے دونوں بھتیجوں (عتبہ اور معتب) کو نہیں دیکھا معلوم نہیں کہاں ہیں، عباسؓ نے کہا مشرکین قریش کے ساتھ وہ بھی مکہ چھوڑ کر کہیں نکل گئے ہیں، فرمایا

[1] اصابہ ج ۴ ص ۲۱۲ [2] ایضاً [3] اسد الغابہ ج ۳ ص ۳۵۸

جاؤ جا کہین ملین سے آؤ، اس ارشاد پر حضرت عباسؓ تلاش مین نکلے اور دونون کو ڈھونڈھکر کہا
چلو تمکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یاد فرمایا ہے، چنانچہ یہ دونون چچا کے ساتھ بھائی کی خدمت مین حاضر
ہوئے، آپنے اسلام پیش کیا، اب انکار وتمرد کا وقت گذر چکا تھا، اس لئے بلاتامل قبول کرلیا،
قبول اسلام کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دونون کا ہاتھ پکڑے ہوئے باب کعبہ اور حجر اسود
کے درمیان مین لاکر کچھ دعا کی، دعا سے واپسی کے وقت چہرہ اقدس فرط مسرت سے چمک رہا
تھا، عباس نے کہا خدا آپ کو ہمیشہ خوش رکھے، آپکے چہرہ پر مسرت کے آثار دیکھ رہا ہون،
فرمایا مین نے اپنے ان دونون بھائیون کو خدا سے مانگا تھا، اس نے مجھے دیدیا، یہ مسرت
اسی کا نتیجہ ہے[1]

غزوات | اسلام کے بعد مکہ ہی مین رہے، البتہ بعض غزوات مین شریک ہونے کے لئے
مدینہ آجاتے تھے چنانچہ غزوۂ حنین مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہوئے، اور اس
فدویت اور جانثاری کے ساتھ کہ جب ساری فوج مین اضطراب پیدا ہوگیا اور بہت سے
مسلمانون کے پاؤن عارضی طور سے اکھڑ گئے، اس وقت بھی ان کے پیرون مین لغزش نہ آئی
حنین کے بعد طائف مین بھی ساتھ تھے[2]

وفات | ان کے زمانۂ وفات کی تصریح نہین ملتی، لیکن عہد صدیقی اور فاروقی مین کہین
نظر نہین آتے، اس سے قیاس ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ ہی کے زمانہ مین وفات پاچکے
تھے، حافظ ابن حجر عسقلانی کی بھی یہی راے ہے[3]

---

[1] ابن سعد ج ۴ ق اول ص ۴۲ و ۴۲ ۔ [2] اسد الغابہ ج ۳ ص ۳۶۷ [3] اصابہ ج ۶ ص ۲۱۶ ۔

۴۷۔ حضرت عثمان بن ابی العاصؓ

نام و نسب، عثمان نام، ابو عبداللہ کنیت نامہ یہ ہے، عثمان بن ابی العاص بن بشر بن دھمان ابن عبداللہ بن ابان بن یسار بن مالک بن خطیط بن چشم ثقفی،

اسلام، غزوۂ طائف کے بعد عثمان بنی ثقیف کے وفد کے ساتھ مدینہ آئے، یہ اس وفد کے سب سے چھوٹے رکن تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست حق پرست پر مشرف بالاسلام ہوئے آپ نے تبرکاً تھوڑا سا قرآن پڑھایا، قبول اسلام کے بعد مشہور حافظ قرآن حضرت ابی ابن کعبؓ سے قرآن کی تعلیم میں مصروف ہوگئے، جب ثقیف کا وفد وطن لوٹنے لگا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک ایسے صاحب علم امیر کی درخواست کی جو قبیلہ کے نومسلموں کی امامت کرے اور انھیں مذہبی تعلیم دے سکے[1]

بنی ثقیف کی امارت، اگو عثمان جدید الاسلام تھے، لیکن ان میں تعلیم کی بڑی استعداد تھی، ان کے تعلیمی ذوق و شوق کو دیکھکر حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا تھا کہ یہ لڑکا تفقہ فی الاسلام اور تعلیم قرآن کا بڑا شایق ہے، اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی ثقیف کی امارت اور امامت ان ہی کو تفویض فرمادی، اور ہدایت فرمائی کہ لوگوں کی حالت کا اندازہ کرکے نماز پڑھانا، نمازیوں میں کمزور بوڑھے، بچے اور کاروباری ہر طرح کے لوگ ہوتے ہیں،[2]

فتنۂ ارتداد میں مساعی، حضرت ابوبکرؓ کے عہد خلافت میں جب ارتداد کا فتنہ اٹھا اور قبائل عرب اس کا شکار ہونے لگے تو عثمان نے بنی ثقیف کو نہایت دانشمندی کیساتھ اس دبا سے

---

[1] سیرۃ ابن ہشام ج ۲ ص ۳۲۸ [2] اصابہ ج ۴ ص ۲۲۱

بچالیا، سب کو جمع کرکے تقریر کی کہ برادران ثقیف! تم لوگ سب سے آخر میں خلعت ایمان سے سرفراز ہوئے اس لئے سب سے پہلے اسے نہ اتار پھینکو۔[1]

بصرہ کی امارت

حضرت عمرؓ نے جب بصرہ آباد کرایا تو وہاں کے لئے ایک صاحب علم و فہم امیر کی ضرورت پڑی عثمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے اس کام کو کرتے چلے آئے تھے، اس لئے لوگوں نے ان کا نام لیا، حضرت عمرؓ نے فرمایا، ان کو رسول اللہ نے طائف پر مقرر فرمایا تھا، اسلئے میں انھیں معزول نہیں کرسکتا لوگوں نے کہا آپ معزول نہ کیجئے بلکہ عثمانؓ کو لکھئے کہ وہ وہاں کسی کو اپنا قائم مقام بنا کر چلے آئیں۔ فرمایا، یہ ہو سکتا ہے، چنانچہ عثمان کو خط لکھا یہ طائف میں اپنے بھائی حکم کو اپنا قائم مقام بنا کر حاضر ہوئے، حضرت عمرؓ نے حکم کو ان کی جگہ انکا قائم مقام بنا دیا، اور عثمان کو بصرہ بھیجدیا، بصرہ آنے کے بعد عثمان نے یہاں مستقل سکونت اختیار کرلی[2]

بحرین اور عمان کی ولایت اور فارس پر فوج کشی

بصرہ کی ولایت کے زمانہ میں حضرت عمرؓ نے بحرین اور عمان کی حکومت بھی عثمان کے متعلق کردی، انھوں نے ان دونوں مقاموں کو مطیع بنانے کے بعد اپنے بھائی حکم کو ایک فوج کے ساتھ بحری راستہ سے فارس روانہ کیا انھوں نے جزیرہ ابر کاوان اور توج فتح کیا، ایک روایت یہ ہے کہ عثمان نے خود فوجکشی کی، اور توج فتح کرکے یہاں مسجدیں بنوائیں، اور مسلمانوں کی نو آبادی قائم کی، بہرحال فارس کے مرزبان شہرک نے جب دیکھا کہ مسلمان اس کے حدود میں داخل ہونے جارہے ہیں، تو ایک لشکر جرار لے کر انھیں روکنے کے لئے راشہر پہنچا، عثمان کے بھائی حکم اور سوار بن ہمام نے ان کا مقابلہ کیا، اور شہرک مارا گیا،

اس کے بعد جب ایران پر عام لشکر کشی ہوئی، تو حضرت عمرؓ نے عثمان کو فارس پر حملہ کرنے کا حکم دیا، ابو موسیٰ اشعریؓ کو جو بصرہ میں تھے ان کی مدد کے لئے لکھا، اس حکم پر

---

[1] استیعاب ج ۲ ص ۴۹۶۔ [2] ایضاً۔

عثمان اپنے بھائی مغیرہ کو بحرین مین اپنا قائم مقام بنا کر توج آئے اور اسے مرکز قرار دیکر
فارس کے مختلف حصون مین فوجکشی شروع کر دی، ابوموسیٰ اشعریؓ وقتاً فوقتاً بصرہ سے
ان کی مدد کے لئے آتے رہتے تھے، توج آنے کے بعد عثمان نے ہرم بن حیان عبدی کو قلعہ شیر
مامور کیا، انھون نے اس کو فتح کیا، اور خود عثمان نے جرہ، کازرون، نوبندجان وغیرہ سابور کے علاقون کو زیر
نگین کیا، پھر ابوموسیٰ کے ساتھ مل کر ارجان شیراز سینیز وغیرہ پر قبضہ کیا، اس کے بعد پھر تنہا حصن جنابا کو فتح کیا
جنابا کے بعد دارابجرد آئے، یہان کے والی ہربذ نے صلح کرلی، دارابجرد کے بعد جرم پر قبضہ کیا جرم کے بعد ۲۴ھ
نسا پہنچے، یہان کے حکمران نے بھی دارابجرد کے شرائط پر صلح کرلی، اس کے بعد باختلاف ۲۳ھ یا
مین فارس کے پایہ تخت سابور پہنچے، مقتول شہرک کا بھائی یہان کا حاکم تھا، اس نے ایک خواب دیکھا
تھا کہ ایک عرب نے اس کا کرتہ اتار لیا ہے اس خواب کو اس نے بدفالی پر محمول کیا، اور مسلمانون سے لڑنا مناسب
نہ سمجھا، اور عثمان سے چند شرائط پر صلح کرلی، اس طرح فارس کا علاقہ کچھ صلحاً اور کچھ بزور شمشیر مفتوح ہوگیا، اس
صلح کے کچھ دنون بعد پھر اہل سابور باغی ہوگئے، ۲۶ھ مین عثمانؓ اور ابوموسیٰ اشعریؓ نے پھر انھین مطیع بنایا،[1]
حضرت عثمانؓ کے زمانہ مین بھی عثمان کی فوجی سرگرمی جاری رہی، اصطخر حضرت عمرؓ کے
زمانہ مین فتح ہو چکا تھا، لیکن آپ کی وفات کے بعد ایرانیون نے بغاوت کرکے پھر اپنے
قبضہ مین لے لیا تھا، ۲۷ھ مین عثمان بن ابی العاص نے دوبارہ اس پر قبضہ کیا،[2] حضرت
عثمانؓ نے اس کے صلہ مین بارہ ہزار جریب زمین مرحمت فرمائی،[3]

وفات ان کا سنہ وفات متعین طور سے نہین بتایا جا سکتا، امیر معاویہ کے عہد مین
۵۵ھ کے لگ بھگ وفات پائی،[4]

---

[1] فتوح البلدان بلاذری ص ۳۹۲ تا ۳۹۴ ملخصاً [2] طبری ص ۲۸۱۶ [3] استیعاب ج ۲ ص ۴۹۶
[4] تہذیب التہذیب ج ۷، ص ۱۲۹،

فضل وکمال، عثمان گو بالکل آخری زمانہ مین مشرف باسلام ہوئے، لیکن نہایت زیرک ودانا تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی ثقیف کی امارت پر سرفراز فرماتے وقت انھین زیرکی کی سند عطا فرمائی تھی انہ کیس یہ زیرک آدمی ہین[۱]، اس فطری استعداد کے علاوہ وہ علم کے شایق بھی تھے اسلام کے بعد ہی حضرت ابی بن کعبؓ سے قرآن کی تعلیم حاصل کی تھی حضرت ابوبکرؓ نے ان کے علمی شوق کو دیکھکر فرمایا تھا کہ یہ لڑکا تفقہ فی الاسلام اور علم بالقرآن کا بڑا شائق ہے، اسی لئے عثمان تاخیر فی الاسلام اور کم سنی کے باوجود اپنے قبیلہ بھر مین علمی حیثیت سے ممتاز تھے اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھین بنی ثقیف کا امام بھی بنایا تھا، اگرچہ انھین صحبتِ نبوی سے استفادہ کا بہت کم موقع ملا، لیکن ان کی مرویات کی تعداد ۲۹ انتیس تک پہنچتی ہے، حضرت حسن بصری فرماتے تھے کہ مین نے عثمان سے افضل کسی کو نہین پایا[۲]، یزید بن حکم، سعید بن مسیب، نافع ابن جبیر بن مطعم مطرف، ابو العلاء، موسیٰ بن طلحہ بن عبد اللہ، محمد بن عیاض، حسن اور ابن سیرین نے ان سے روایتین کی ہین[۳]،

تبلیغ احکام نبوی، ارشادات وفرامین نبوی کی تبلیغ ہر آن اور ہر لحہ پیشِ نظر رہتی تھی، ایک مرتبہ کلاب بن امیہ عشر وصول کرنے والون کی جماعت مین بیٹھے تھے، عثمان ادھر سے گذرے، تو کلاب سے پوچھا، یہان کیون بیٹھے ہو، انھون نے جواب دیا زیاد نے عشر پر مقرر کیا ہے، یہ سنکر عثمان نے کہا مین تم کو ایک حدیث سناؤن؟ کلاب نے کہا سنایئے انھون نے یہ حدیث سنائی کہ مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، آپ فرماتے تھے کہ داؤد علیہ السلام رات کے ایک خاص حصہ مین اپنے گھر والون کو جگاتے تھے کہ آل داؤد اٹھو نماز پڑھو، اس وقت ساحر اور عشر وصول کرنے والون کے علاوہ خدا سب کی

---

[۱] ابن سعد ج ۷ ق اول ص ۶۶ [۲] تہذیب الکمال ص ۲۶۰ [۳] تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۱۲۸

دعائیں قبول کرتا ہے، کلاب نے یہ حدیث سنکر اسی وقت ابن زیاد کے پاس جاکر اپنی خدمت سے استعفا داخل کر دیا[1] (یہ حکم غیر متدین اور سخت گیر عشر وصول کرنے والون کیلئے ہے، ورنہ دیانت داری کے ساتھ وصول کرنے مین کوئی قباحت نہین،)

۸۸۔ حضرت عداء بن خالدؓ

نام و نسب عداء نام، باپ نام خالد تھا، نسب نامہ یہ ہے، عداء بن خالد بن ہوزہ ابن خالد بن ربیعہ بن عامر بن صعصعہ،

اسلام سے پہلے عداء غزوۂ حنین مین مشرکین کیساتھ تھے، وہ خود بیان کرتے ہین کہ ہم حنین کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑے، لیکن خدا نے نہ ہماری مدد کی اور نہ ہمین فتح مند کیا،[2]

اسلام حنین کے بعد مع اپنے باپ اور بھائی کے مشرف باسلام ہوئے،[3]

حجۃ الوداع قبول اسلام کے بعد حجۃ الوداع مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت کا شرف حاصل کیا،[4]

عطیۂ نبوی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی وقت مین ان کو زیج کا چشمہ مرحمت فرمایا تھا اس کا ہبہ نامہ ان کے پاس مدتون محفوظ رہا، یزید بن مہلب کے زمانہ مین عبد المجید بن ابو یزید اور حجر بن ابو نصر ادھر سے گذرے تو کہا یہان ایک بزرگ رہتے ہین جنھون نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے، چنانچہ یہ دونون عداء کی زیارت کے لئے ان کے پاس گئے اور پوچھا، آپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے، انھون نے کہا ہان اور آپنے پانی کا یہ چشمہ مجھکو مرحمت فرمایا تھا، اس کی تحریر میرے پاس موجود ہے، چنانچہ چمڑے پر لکھا ہوا آنحضرت

---

[1] مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۲۲ [2] اسد الغابہ ج ۳ ص ۳۸۹ [3] اصابہ ج ۴ ص ۲۴ [4] ابن سعد ج، ق اول ص ۳۵،

صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نکال کر ان دونوں کو دکھایا،[1]

عدا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک غلام خریدا تھا، اس کا بیعنامہ بھی ان کے پاس موجود تھا،[2]

وفات، عدا نے بڑی عمر پائی، ۱۰۱ھ تک ان کی زندگی کا پتہ چلتا ہے،[3] سو سال سے زیادہ کی عمر مین وفات پائی،

فضل وکمال، فضل وکمال کے اعتبار سے کوئی قابلِ ذکر شخصیت نہ تھی تاہم، حدیث کی کتابون مین ان کی بعض روایات موجود ہین، عبدالمجید بن وہب بصری، عبدالکریم عقیلی، ابو رجاء العطاردی اور جہضم بن ضحاک وغیرہ نے ان سے روایتین کی ہین،[4]

۸۹۔ حضرت عدی بن حاتمؓ

نام ونسب، عدی نام، ابو طریف کنیت، نسب نامہ یہ ہے، عدی بن حاتم بن عبداللہ بن سعد بن حشرج بن امرأ القیس بن عدی، بن ربیعہ بن جرول بن ثعل بن عمرو بن یغوث بن طے بن ادد بن زید بن کہلان، عدی مشہور عالم حاتم طائی کے جن کی فیاضی ضرب المثل ہین بیٹے ہین،

عدی کا خاندان مدت سے قبیلہ طے پر حکمران چلا آتا تھا، اور ظہورِ اسلام کے وقت وہ خود تختِ حکمرانی پر تھے، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مسلسل فتوحات حاصل ہوئین، اور اس کے ساتھ ساتھ آپ کا اثر و اقتدار اور اسلام کا دائرہ وسیع ہونے لگا، اور عدی کو نظر آیا کہ کچھ دنون مین ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سرِ اطاعت خم کرنے

(۱۴۳)

[1] ابن سعد ج ۷ ق اول ص ۳۵ [2] استیعاب ج ۲ ص ۵۲۵ [3] اصابہ ج ۴ ص ۲۲۲ [4] تہذیب التہذیب ج ۷ ص

بغیر چارۂ کار نہین رہجائیگا تو دوسرے فرمان رواؤن کی طرح ان کی نخوت کو بھی ایک معمولی
قریشی کی ماتحتی اور حکومت گوارا نہ ہوئی لیکن ایک طرف اسلام کے بڑھتے ہوے سیلاب کا
روکنا ان کے بس سے باہر تھا، دوسری طرف حکمرانی کا غرور اسلام کے سامنے سر جھکانے کی اجازت
نہ دیتا تھا، اس لئے انھون نے ترکِ وطن کا فیصلہ کرلیا، اور سامان سفر درست کرکے اسلامی نوجوان
کی آمد کا انتظار کرنے لگے، کہ ادھر وہ اون کے حدود کی طرف بڑھین اودھر یہ اپنا وطن چھوڑ کر نکل
جائین، جب اسلامی شہ سوار قبیلۂ طے مین پہنچے تو عدی اپنے اہل وعیال کو لے کر اپنی عیسائی برادری
کے پاس شام چلے گئے،[1]

اتفاق سے عدی کی ایک عزیزہ چھوٹ گئی تھین، وہ مسلمانون کے ہاتھون مین آئین اور
عام قیدیون کے ساتھ ایک مقام پر منتقل کردی گیئن۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ادھر سے گذر ہوا،
تو ان خاتون نے عرض کیا، یارسول اللہ! باپ مرچکے ہین، چھڑانے والا اس وقت موجود نہین
ہے، مجھ پر احسان کیجئے، خدا آپ پر احسان کریگا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا چھڑانے والا کون
ہے؟ عرض کیا عدی بن حاتم، فرمایا وہی حاتم جس نے خدا اور رسول سے فرار اختیار کیا، یہ کہکر
چلے گئے، دوسرے دن پھر گذرے، اسیر خاتون نے پھر وہی درخواست کی اور پھر وہی جواب ملا،
تیسری مرتبہ اس نے حضرت علیؓ کے مشورہ سے درخواست کی، اس مرتبہ درخواست قبول
ہوئی، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رہا فرمادیا، لیکن بڑے گھرانے کی عورت تھین، اس لئے انکے
رتبہ واعزاز کا لحاظ کرکے ارشاد ہوا کہ ابھی جانے مین جلدی نہ کرو، جب تمہارے قبیلہ کا کوئی
معتبر آدمی مل جاے تو مجھے خبر کرو، چند دنون کے بعد قبیلہ بلی اور قضاعہ کے کچھ لوگ مل گئے،
طائی خاتون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی، آپنے ان کے شایانِ شان سواری،

---

[1] سیرۃ ابن ہشام ج ۲ ص ۳۷۶

لباس اور اخراجاتِ سفر کا انتظام کر کے بحفاظت تمام روانہ کر دیا، یہان سے یہ خاتون براہ راست عدی کے پاس شام پہنچین اور ان کی نہایت بری طرح خبر لی کہ تم سے زیادہ قاطع رحم کون ہوگا، اپنے اہل و عیال کو لے آئے اور مجھکو تنہا چھوڑ دیا، عدی نے ندامت اور شرمساری کیساتھ اپنی غلطی کا اعتراف کیا اور چند دنون کے بعد عدی نے ان سے پوچھا تم ہوشیار اور عاقلہ ہو تم نے اس شخص (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) کے متعلق کیا رائے قائم کی، انھون نے کہا میری یہ رائے ہے کہ جس قدر جلد ہو سکے تم اس سے ملو، اگر وہ نبی ہے تو اس سے ملنے مین سبقت کرنا شرف و سعادت ہے، اور اگر بادشاہ ہے تو بھی یمن کے ایک باعزت فرمان روا کا کچھ نہین بگاڑ سکتا،[1]

یہ معقول بات عدی کی سمجھ مین آگئی، چنانچہ وہ شام سے مدینہ آئے اور مسجد نبوی مین جاکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے، آپ نام پوچھ کر کاشانۂ اقدس کی طرف لے چلے، راستہ مین ایک بوڑھی عورت ملی، اس نے روک لیا، آپ دیر تک اس سے باتین کرتے رہے اس کا عدی کے دل پر خاص اثر ہوا، اور انھون نے دل مین کہا کہ یہ طرز دنیاوی بادشاہ کا نہین ہو سکتا، گھر لیجاکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عدی کو باصرار ایک گدے پر بٹھایا اور خود زمین پر بیٹھے، اس اخلاق کا عدی کے دل پر اور زیادہ اثر ہوا، اور انھین یقین ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی طرح دنیاوی بادشاہ نہین ہو سکتے۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عدی کے سامنے اسلام پیش کیا انھون نے کہا مین تو ایک مذہب کا پیرو ہون، آپنے فرمایا مین تمھارے مذہب کے تم سے زیادہ واقف ہون عدی نے متعجبانہ پوچھا، تم میرے مذہب کے مجھ سے زیادہ واقف ہو؟ فرمایا بیشک کیا تم رکوسی[2] نہین ہو اور مالِ غنیمت کا چوتھائی حصہ نہین لیتے ہو؟، عدی نے اقرار کیا، ان کے

---

[1] سیرۃ ابن ہشام ج ۲ ص ۳۶۶ و ۳۷۰ [2] رکوسی عیسوی اور صابی مذہب کے درمیان ایک فرقہ ہے

اقرار کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اعتراضاً فرمایا کہ یہ تو تمھارے مذہب مین جائز نہیں، یہ حقیقت سنکر عدی کمزور پڑ گئے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مین سمجھتا ہون کیا چیز تمھارے اسلام قبول کرنے مین مانع ہو رہی ہے، اسلام کے متعلق تمھارا خیال ہوگا کہ اس کے پیرو کمزور اور ناتوان لوگ ہین، جن کے پاس نہ کوئی طاقت ہے اور نہ کوئی پرسان حال ہے، پھر پوچھا تم حیرہ کو جانتے ہو، عدی نے کہا دیکھا تو نہین ہے، لیکن نام سنا ہے، آپنے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ مین میری جان ہے، ایک دن خدا اسلام کو تکمیل کے درجہ تک پہنچائیگا، اور (اس کی برکت سے) ایک تنہا عورت بلا کسی کی حفاظت کے حیرہ سے آکر کعبہ کا طواف کریگی اور کسریٰ بن ہرمز کا خزانہ فتح ہوگا، عدی نے استعجاباً پوچھا کسریٰ بن ہرمز؟! فرمایا ہان کسریٰ بن ہرمز، اور مال کی اتنی فراوانی ہوگی کہ لوگون کو دیا جائیگا اور وہ لینے سے انکار کرین گے۔ اس گفتگو کے بعد عدی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ حق پرست پر مسلمان ہو گئے[1]

امارت — آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر نئے مسلمان سے اس کے رتبہ کے مطابق کام لیتے تھے، اور اسلام سے پہلے جس کا جو رتبہ تھا اس کو برقرار رکھتے تھے، عدی قبیلۂ طے کے حکمران تھے، اس لئے اسلام کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو طے کی امارت پر قائم رکھا[2]،

عہد صدیقی — حضرت ابو بکرؓ کے زمانہ مین جب ارتداد کا فتنہ اٹھا تو بہت سے عرب قبائل نے زکوٰۃ دینی بند کر دی، اس موقع پر عدی کی کوششون سے ان کا قبیلہ اس فتنہ سے محفوظ رہا، اور عدی برابر زکوٰۃ وصول کر کے دربار خلافت پہنچاتے رہے[3]،

عہد فاروقی — سنہ ۱۳ھ مین جب حضرت عمرؓ نے عراق کی فتوحات کی تکمیل کے لئے تمام ممالکِ محروسہ سے فوجین طلب کین تو عدی بھی اپنے قبیلہ کے آدمیون کو لیکر شرکتِ جہاد کے

---

[1] مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۲۵۷، مسند مین یہ حالات جستہ جستہ ہین ہم نے انھین جمع کرکے ایک سلسلہ مین لکھدیا ہے [2] سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۳۸۷ [3] استیعاب ج ۲ ص ۵۱۶،

پہنچے اور امیر العسکر مثنیٰ کے ساتھ حیرہ کے معرکہ مین شریک ہوئے، اس معرکہ مین مسلمانون کو کامیابی ہوئی اور ایرانیون نے شکست کھائی، اس کے بعد نہر مثنیٰ پر صف آرائی ہوئی، اس مین بھی عدی شریک تھے، اور ایرانی ناکام رہے[1]، اس کے بعد جسر کے معرکہ مین شرکت کی، اس مین مثنیٰ کی غلطی سے مسلمانون کو شکست ہوئی[2]، اس سلسلہ کی سب سے بڑی جنگ قادسیہ مین بھی عدی نے داد شجاعت دی[3]، سب سے آخر مین کوثی او مدائن پر فوجکشی ہوئی، عدی اس مین بھی ہمراہ اور مدائن کے فاتحین مین تھے، ان کے سامنے کسریٰ کا خزانہ مسلمانون کے قبضہ مین آیا، اور انھون نے اپنی آنکھون سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی کی تصدیق دیکھ لی[4]، ان فتوحات کے علاوہ تستر اور نہاوند کے معرکون مین بھی شریک تھے[5]، شام کی بعض فتوحات مین بھی خالد بن ولید کے ہمراہ تھے، غرض اس عہد کی اکثر لڑائیون مین انھون نے شرکت کی سعادت حاصل کی،

عہد مرتضوی حضرت عثمانؓ کے طرز عمل سے عدی کو اختلاف تھا، اس لئے ان کے زمانہ مین بالکل خاموش رہے، حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد جب حضرت علیؓ اور بعض دوسرے اکابر مین اختلاف ہوا تو عدی نے حضرت علیؓ کی نہایت پرجوش حمایت کی، چنانچہ جنگ جمل مین آپ کے ساتھ تھے، بصرہ کے قریب جب حضرت علیؓ نے اپنی فوج کو مرتب کیا تو قبیلہ طے کا علم بردار عدی کو بنایا[6]، اور وہ جنگِ جمل مین حضرت علیؓ کی حمایت مین نہایت جانبازی کیساتھ لڑے، اس معرکہ مین ان کی ایک آنکھ کام آئی[7]، جنگِ جمل کے بعد صفین مین بھی اسی جوش و خروش کیساتھ حضرت علیؓ کی حمایت مین نکلے، اس جنگ مین بنو قضاعہ کی کمان

[1] ابن اثیر ج ۲ ص ۲۹۶ [2] اسد الغابہ ج ۳ ص ۳۹۳ [3] ایضاً [4] مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۲۵۷ [5] ابن اثیر ج ۲ ص ۴۲۱ [6] اخبار الطوال ص ۱۵۵ [7] ایضاً

عدی کے ہاتھون مین تھی، [۱] صفین کا معرکہ مدتون جاری رہا، شروع مین فریقین کے بہادر ایک ایک دستہ لیکر میدان مین اترتے تھے، ایک دن حضرت خالد کے صاحبزادے شامیون کی جانب سے میدان مین اترے، حضرت علیؓ کی جانب سے عدی ان کے مقابلہ کو نکلے، اور صبح سے شام تک مقابلہ کرتے رہے، [۲]

ایک دن جبکہ گھسان لڑائی ہورہی تھی، اور عراقی فوجین پراگندہ ہورہی تھین، حضرت علیؓ علیحدہ ایک دستہ کو لئے ہوے معرکہ آرا تھے، عدی نے حضرت علیؓ کو نہ دیکھا تو آپ کی تلاش مین نکلے، اور ڈھونڈھ کر عرض کیا کہ اگر آپ صحیح وسالم ہین تو معرکہ سر کرلینا زیادہ دشوار نہین ہے، مین آپکی تلاش مین لاشون کو روندتا ہوا آپ تک پہنچا ہون، اس دن سب سے زیادہ ثابت قدمی عدی نے دکھائی تھی، انکا ماتحت دستہ ربیعہ اس بہادری سے لڑا کہ حضرت علیؓ کو کہنا پڑا کہ ربیعہ میری زرہ اور میری تلوار ہین، [۳]

صفین کے بعد نہروان کا معرکہ ہوا، اس مین بھی عدی حضرت علیؓ کے دست راست تھے، غرض شروع سے آخر تک وہ برابر حضرت علیؓ کے ساتھ جان نثارانہ شریک عالم رہے، [۴]

وفات مختار ثقفی کے خروج تک عدی کی زندگی کا پتہ چلتا ہے، اس اعتبار سے وہ جنگ صفین کے بعد ۳۰ سال تک زندہ رہے، مگر اس سی سالہ زندگی کے واقعات پردۂ خفا مین ہین، اس کی وجہ ہے کہ وہ حضرت علیؓ کے فدائیون مین تھے اور آپ کے بعد انھون نے گوشہ نشینی کی زندگی اختیار کرلی تھی، ابن سعد کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کوفہ مین عزلت کی زندگی بسر کرتے تھے، اور یہین ۶۷ھ مین وفات پائی، [۵]

---

[۱] اخبار الطوال ص ۱۸۳ [۲] ایضاً ص ۱۹۰ [۳] اخبار الطوال ص ۱۹۰ [۴] استیعاب ج ۲ ص ۵۱۷

[۵] اخبار الطوال ص ۱۹۰

فضل و کمال | عدی گو آخری زمانہ میں مشرف باسلام ہوئے، تاہم چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور شیخین کے پاس برابر آتے جاتے رہتے، خصوصاً حضرت علیؓ کے ساتھ ان کے تعلقات بہت زیادہ تھے اس لئے وہ مذہبی علوم سے بے بہرہ نہ تھے ان کی ۶۶ روایتیں حدیث کی کتابوں میں موجود ہیں، ان میں سے چھ متفق علیہ ہیں اور ۳ میں امام بخاری اور ۲ میں امام مسلم منفرد ہیں،[1] ان کے تلامذہ میں عمرو بن حریث، عبداللہ بن معقل تمیم بن طرفہ خیثمہ بن عبدالرحمن، محل بن خلیفہ طائی، عامر الشعبی، عبداللہ بن عمرو، ہلال بن منذر، سعید بن جبیر، قاسم بن عبدالرحمن، عباد بن جیش وغیرہ قابل ذکر ہیں[2] علامہ ابن عبدالبر نے ان کے کمالات کے متعلق یہ رائے ظاہر کی ہے، کان سیداً شریفاً فی قومہ خطیباً حاضر الجواب فاضلاً کریماً،[3] وہ اپنی قوم کے سردار اور معززین میں تھے، خطیب، حاضر جواب، فاضل اور کریم تھے،

مذہبی زندگی | یوں تو عدی کی زندگی بحیثیت ایک صحابی کے خالص مذہبی تھی، لیکن نماز اور روزہ کے ساتھ خاص انہماک تھا، نماز کے لئے یہ اہتمام تھا کہ ہر وقت باوضو رہتے تھے، کبھی اقامت کے وقت وضو کی ضرورت نہیں پڑی[4] ہر وقت نماز میں دل لگا رہتا تھا، اور نہایت اشتیاق سے وہ نماز کے وقت کا انتظار کرتے رہتے تھے،[5] روزہ کے شرائط کی اس سختی کے ساتھ پابندی کرتے تھے کہ جب انھیں یہ حکم معلوم ہوا،

حتی یتبین لکم الخیط الابیض	یہاں تک کہ ظاہر ہو جائے تمہارے لئے
من الخیط الاسود،	سپید دھاگا، سیاہ دھاگے سے،

نازل ہوا تو سوتے وقت سیاہ اور سپید عقال تکیہ کے نیچے رکھ لیتے تھے اور اس سے سحری کے

[1] تہذیب الکمال ص ۲۶۶ [2] تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۱۶۷ [3] استیعاب ج ۲ ص ۵۱۶
[4] اصابہ ج ۴ ص ۲۲۸ [5] استیعاب ج ۲ ص ۵۱۶،

وقت کے اختتام کا اندازہ لگاتے تھے، لیکن سیاہی وسپیدی مین کوئی امتیاز نہین ہوتا تھا، اس لئے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا تذکرہ کیا، آپ نے ہنس کر فرمایا معلوم ہوتا ہے، تمھارا تکیہ بہت
لمبا چوڑا ہے، اسود وابیض سے مراد رات اور دن کی سیاہی وسپیدی ہے[1]

فیاضی | سخاوت وفیاضی ورثہ مین ملی تھی، ان کا دروازہ ہر وقت اور ہر شخص کے لئے کھلا رہتا تھا،
ایک مرتبہ اشعث بن قیس نے دیگین مانگ بھیجین، عدی نے اسے بھروا کر بھیجا، اشعث نے کہلا
بھیجا مین نے خالی مانگی تھین، انھون نے جواب کہلایا کہ مین عاریۃً بھی خالی دیگ نہیں دیتا[2]، ایک
مرتبہ ایک شاعر سالم بن دارہ نے آکر کہا مین نے آپ کی مدح مین اشعار کہے ہین، عدی نے کہا ذرا
رک جاؤ مین اپنے مال واسباب کی تفصیل تمکو بتا دون اس کے بعد سنانا، میرے پاس ایکہزار بچے دار
مویشی، دو ہزار درہم، ۳ غلام اور ایک گھوڑا ہے، اس کے بعد شاعر نے مدحیہ قصیدہ سنایا[3]،
جو شخص ان کے رتبہ سے کم سوال کرتا اُسے نہ دیتے تھے، صحیح مسلم مین بروایت صحیح مروی ہے
کہ ایک شخص نے سو درہم کا سوال کیا، اتنی کم رقم سنکر بولے مین حاتم کا بیٹا ہون اور تم مجھ سے
محض سو درہم مانگتے ہو، خدا کی قسم ہرگز نہ دونگا[4]،

ان کی فیاضی سے انسان سے لیکر حیوان تک یکسان مستفید ہوتے تھے، چیونٹیون
کی غذا مقرر تھی، ان کے کھانے کے لئے روٹیاں توڑ کر ڈالتے تھے اور کہتے تھے یہ بھی حقدار ہین[5]،

بارگاہ نبوی مین عزت | عدی اپنے ذاتی فضائل اور خاندانی وجاہت کیوجہ سے بڑی عزت و
وقعت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوتے
تو آپ ان کی لئے جگہ خالی کر دیتے[6] خلفائے کے یہان بھی یہی عزت تھی، ایکمرتبہ حضرت عمرؓ

---

[1] ابو داؤد کتاب الصوم باب وقت السحور [2] اسد الغابہ ج ۳ ص ۳۹۳ [3] استیعاب ج ۲ ص ۵۲۶،
[4] مسلم ج ۲ ص ۴۲ مطبوعہ مصر [5] اسد الغابہ ج ۳ ص ۳۹۳،

زمانہ میں مدینہ آئے اور ان سے مل کر پوچھا آپ نے مجھے پہچانا، فرمایا پہچانتا کیوں نہیں، تم اس وقت ایمان لائے جب لوگ کفر میں مبتلا تھے، تم نے اس وقت حق کو پہچانا جب لوگ اس کے منکر تھے، اور تم نے اس وقت وفا کی جب لوگ دھوکا دے رہے تھے اور تم اس وقت آئے جب لوگ بیٹھ پھیر رہے تھے، سب سے پہلا صدقہ جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے چہروں کو بشاش کیا، وہ تمہارے قبیلہ طے کا تھا۔[1]

۹۰ حضرت عروہ بن مسعود ثقفی رضی

نام ونسب عروہ نام، ابو مسعود کنیت، نسب نامہ یہ ہے، عروہ بن مسعود بن مالک بن کعب ابن عمرو بن سعد بن عوف بن ثقیف بن منبہ بن بکر بن ہوازن بن عکرمہ بن خصفہ بن قیس عیلان

اسلام سے پہلے سنہ ۶ھ میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ کی نیت سے مکہ روانہ ہوئے اور حدیبیہ کے قریب پہنچکر بدیل کی زبانی معلوم ہوا کہ قریش مزاحمت کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں تو آپ نے ان سے فرمایا ہم کسی سے لڑنے نہیں آئے ہیں، ہمارا مقصد صرف عمرہ کرنا ہے قریش کو پیہم لڑائیوں نے بہت خستہ اور کمزور کر دیا ہے اس لئے ان کو لڑنا مناسب نہیں ہے، بہتر صورت یہ ہے کہ وہ ہم سے ایک معین مدت کے لئے صلح کر لیں، اور ہمارا اور قوم کا معاملہ اپنی حالت پر چھوڑ دیں، جب ہم غالب ہوں گے تو انھیں اختیار ہوگا کہ وہ ہماری جماعت میں شامل ہوں یا نہ شامل ہوں اور اگر مصالحت منظور نہیں ہے تو اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، جب تک جان باقی ہے، اس وقت تک ان سے لڑوں گا تاآنکہ خدا اپنا فیصلہ پورا کرے،

[1] اصابہ ج ۴ ص ۲۴۴ خفیف تغیر کیساتھ یہ روایت بخاری کتاب المغازی میں بھی ہے،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ گفتگو سنکر بدیل قریش کے پاس گئے اور ان سے کہا مین محمد کی باتین سنکر آیا ہون، اگر تملوگ پسند کرو تو مین بیان کردن، پرجوش اور ناتجربہ کار لوگون نے کہا ہم کو سننے کی ضرورت نہین ہے، لیکن سنجیدہ اور سمجھ دار آدمیون نے سننے پر آمادگی ظاہر کی بدیل نے پوری گفتگو سنا دی، یہ مصالحانہ باتین سنکر عروہ بن مسعود نے قریش سے سوال کیا کیا مین تمھارا باپ اور تم میرے بچے نہین ہو؟ سب نے اثبات مین جواب دیا، پھر پوچھا تم کو میری جانب سے کوئی بدگمانی تو نہین ہے، سب نے نفی مین جواب دیا، پھر سوال کیا کیا تم کو یہ معلوم نہین ہے کہ مین نے عکاظ والون سے تمھاری مدد کے لئے کہا تھا اور جب سب نے انکار کیا تو مین خود اپنے بال بچون سمیت اور جن لوگون نے میرا کہنا مانا ان کو لیکر تمھاری مدد کے لئے نہین آیا، یہ تمام باتین تسلیم کرانے کے بعد بولے جب ان باتون کو مانتے ہو تو میری بات سنو، محمد نے نہایت معقول صورت پیش کی ہے، اس کو منظور کرلو، اور مجھے اجازت دو کہ مین جاکر ان سے گفتگو کرکے معاملات طے کر آؤن، سب نے بالاتفاق انھین نمایندہ بناکر بھیجا، چنانچہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین پہنچے، آپ نے ان کے سامنے بھی وہی صورت پیش کی، جو بدیل کے سامنے پیش کر چکے تھے، عروہ نے کہا محمد ہم نے فرض کیا، اگر تم نے قریش کا استیصال بھی کر دیا تو مین پوچھتا ہون کہ کیا اس کی کوئی مثال مل سکتی ہے کہ کسی نے اپنی قوم کو خود برباد کر دیا ہو، اور اگر کچھ اور نتیجہ نکلا، تو تمھارے گرد جو بھیڑ نظر آرہی ہے یہ سب چھٹ جائیگی، اور جو چہرے اسوقت دکھائی دیتے ہین ہوا ہو جائین گے، حضرت ابوبکرؓ یہ بدگمانی سنکر بے تاب ہوگئے، اور درشتی کے ساتھ کہا کہ ہم ان کو چھوڑ کر بھاگ جائین گے؟ عروہ نے پوچھا یہ کون ہے، معلوم ہوا ابوبکرؓ، ابوبکرؓ کا نام سنکر کہا خدا کی قسم اگر مین تمھارے احسان سے گران بار نہ ہوتا تو تمھاری سخت کلامی کا جواب دیتا،

عروہ عربون کی عادت کے مطابق اثنائے گفتگو مین بار بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک کیطرف ہاتھ بڑھاتے تھے، مغیرہ بن شعبہ جو ہتھیار لگائے آپ کی پشت پر کھڑے تھے یہ بے باکانہ انداز گفتگو برداشت نہ کر سکے، بار بار تلوار کے قبضہ پر ہاتھ ڈال کر رہ جاتے تھے، آخر مین عروہ کو ڈانٹا کہ خبردار اب داڑھی کی طرف ہاتھ نہ بڑھنے پائے، عروہ نے پوچھا یہ کون ہے؟ معلوم ہوا مغیرہ، عروہ نے کہا او غاباز کیا مین نے ایک موقع پر تیری مدد نہین کی تھی، (مغیرہ نے جاہلیت مین چند آدمیون کو قتل کیا تھا، عروہ نے اس کی دیت ادا کی تھی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحابہ کی حیرت انگیز عقیدت کا یہ منظر دیکھکر عروہ کے دل پر خاص اثر ہوا چنانچہ واپس جا کر انھون نے قریش سے بیان کیا کہ مین بادشاہون کے دربارون مین گیا ہون لیکن محمد کے ساتھ اون کے ساتھیون کو جو عقیدت ہے اور جس قدر وہ لوگ ان کا احترام کرتے ہین وہ کسی بادشاہ کو نصیب نہین ہے مین نے قیصر وکسریٰ کے بھی دربار دیکھے ہین، لیکن عقیدت و وارفتگی کا یہ منظر کہین نہین نظر آیا، محمدؐ تھوکتے ہین تو ان کے ساتھی بلغم اور تھوک کو ہاتھون اور چہرہ پر مل لیتے ہین، وہ وضو کرتے ہین تو لوگ پانی پر اس طرح ٹوٹ پڑتے ہین کہ معلوم ہوتا ہے اس کے لئے کشت و خون ہو جائیگا، جب وہ کوئی حکم دیتے ہین تو ہر شخص اس کی تعمیل کے لئے دوڑتا ہے، جب وہ بولتے ہین تو مجلس ہین سناٹا چھا جاتا ہے، کوئی شخص ان کی طرف نظر بھر کر نہین دیکھ سکتا، ایسے شخص نے ایک معقول صورت پیش کی ہے، تم کو اسے قبول کر لینا چاہیے،[1]

اسلام

۹ھ مین جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک سے واپس ہو رہے تھے تو واپسی مین عروہ بھی پیچھے ہو لئے، اور مدینہ پہنچنے سے قبل آپ سے مل کر مشرف باسلام ہو گئے،

[1] بخاری کتاب الشروط فی الجہاد والمصالحۃ مع اہل الحرب،

قبول اسلام کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے قبیلہ میں اشاعت اسلام کی اجازت مانگی، آپ کو بنی ثقیف کی کجی فطرت اور ان کی رعونت کا پورا اندازہ تھا فرمایا یہ لوگ تم سے لڑیں گے؟ عرض کی یارسول اللہ! وہ لوگ مجھے بہت مانتے اور عزیز رکھتے ہیں اور باصرار آپ سے اجازت لیکر بنی ثقیف پہنچے، عروہ کو بنی ثقیف پر بڑا اعتماد تھا، اس لیے آتے ہی اپنے اسلام کا اعلان کرکے انھیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دی، اس وقت انکو بنی ثقیف کے متعلق اپنے غلط حسن ظن کا پورا اندازہ ہوا، ان کی دعوت کا جواب بجائے زبان کے تیروں سے ملا، ایک تیر آکر عروہ کے لگا جو تیر قضا ثابت ہوا، یہ ابن ہشام کی روایت ہے[۱]

مستدرک کی روایت کے مطابق واقعہ کی صورت یہ ہے کہ جب عروہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لیکر اپنے قبیلہ پہنچے تو رات کا وقت تھا، لوگ ان کی آمد کی خبر سنکر ملنے آئے، انھوں نے ان کے سامنے اسلام پیش کیا، انھیں اس کے جواب میں ایسی سخت باتیں سننی پڑیں جو ان کے وہم و گمان میں بھی نہ تھیں، رات ہو چکی تھی، اس لئے بنی ثقیف اسوقت غصہ گرمی دکھا کر لوٹ گئے، صبح کو عروہ نے فجر کی اذان دی، یہ غیر مانوس صدا سنکر ان کے کسی اہل قبیلہ نے تاک کر تیر مارا،[۲]

تیر لگنے کے بعد لوگوں نے پوچھا اپنے خون کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے، کہا یہ خدا کا خاص احسان و کرم ہے جس سے اس نے مجھے نوازا ہے، میرا رتبہ ان لوگوں کے برابر ہے، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شہید ہوے ہے، اس لئے مجھے انہی لوگوں کے ساتھ دفن کرنا، زخم مہلک تھا اس لئے جانبر نہ ہو سکے اور وصیت کے مطابق مسلمانوں کے گنج شہیدان میں سپرد خاک کئے گئے[۳]

---

[۱] ابن ہشام ج ۲ ص ۳۲۵ [۲] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۶۱۲ [۳] سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۳۲۵،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی شہادت کی خبر سنی تو فرمایا عروہ کی مثال صاحب یسین (حضرت عیسیٰؑ) جیسی ہے، جنھوں نے اپنی قوم کو خدا کی طرف بلایا، اور اس نے ان کو شہید کر دیا،[۱]

اس اسوۂ عیسوی کو پورا کرنے والا صورۃً بھی مثیل مسیح تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے، کہ مجھے انبیا کی (مثالی) صورتیں دکھائی گئیں، مسیح عروہ کے ہمشکل تھے، جبریل دحیہ کلبی کے ہم شبیہ اور ابراہیم میرے، حضرت عمرؓ کو عروہ کی شہادت کا بڑا قلق ہوا، اور آپ نے ان کا مرثیہ کہا،[۲]

۹۱۔ حضرت عِکرمہ بنؓ ابی جہل

نام و نسب عکرمہ نام، باپ کا نام ابوجہل تھا، نسب نامہ یہ ہے، عکرمہ بن ابی جہل بن ہشام ابن مغیرہ بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم بن یقظہ بن مرہ بن کعب بن لوئی قرشی مخزومی،

قبل از اسلام عکرمہ مشہور دشمن اسلام ابوجہل کے بیٹے ہیں، باپ کی طرح یہ بھی اسلام اور مسلمانوں کے سخت دشمن تھے، اور اسلام کے استیصال کی ہر کوشش میں پیش پیش رہتے تھے، بدر میں مسلمانوں کے خلاف بڑی سرگرمی کے ساتھ حصہ لیا، اس معرکہ میں ان کا باپ معوذ اور معاذ دو نوجوانوں کے ہاتھوں سے مارا گیا،[۳] باپ کو خاک و خون میں تڑپتا دیکھکر عکرمہ نے اس کے قاتل معاذ پر ایسا وار کیا کہ معاذ کا ہاتھ لٹک گیا،[۴] بدر کے بعد جن لوگوں نے ابوسفیان کو مقتولین بدر کے انتقام لینے پر آمادہ کیا تھا، ان میں ایک عکرمہ بھی تھے،[۵] احد میں یہ اور خالد مشرکین کی کمان کرتے تھے،[۶] ۵ھ میں جب تمام مشرکینِ عرب نے اپنے قبیلوں کے ساتھ مدینہ پر

---

[۱] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۶۱۶ [۲] استیعاب ج ۲ ص ۵۰۵ [۳] بخاری کتاب المغازی غزوۂ بدر
[۴] سیرۃ ابن ہشام ج ۲ ص ۳۶۵ [۵] ایضاً ص ۴۸۸ [۶] ایضاً ص ۵۰۴،

چڑھائی کی تو عکرمہ بھی بنی کنانہ کو لیکر مسلمانون کے استیصال کے لئے گئے، [۱] فتح مکہ مین اہل مکہ نے بغیر کسی مقابلہ کے سپر ڈال دی تھی، لیکن بعضون نے جنمین عصبیت زیادہ تھی مزاحمت کی، ان مین ایک عکرمہ بھی تھے، [۲] غرض شروع سے آخر تک انھون نے ہر موقع پر اپنی اسلام دشمنی کا پورا ثبوت دیا،

فتح مکہ کے بعد جب دشمنانِ اسلام کی قوتین ٹوٹ گئین اور مکہ اور اطراف مکہ کے قبائل جوق در جوق اسلام کے دائرہ مین داخل ہونے لگے تو وہ معاندینِ اسلام جنکی رعونت اور سرکشی اب بھی نہ گئی تھی، مکہ چھوڑ کر دوسرے مقامون پر نکل گئے، عکرمہ بھی ان ہی مین تھے، چنانچہ وہ یمن کے قصد سے بھاگ گئے، ان کی سعیدہ بیوی مشرف باسلام ہوگئین، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شوہر کی جان کی امان لیکر ان کی تلاش مین نکلین،

عکرمہ جب یمن جانے کے لئے کشتی پر بیٹھے تو سلامتی سے پار اترنے کے لئے تیمنًا لات عزیٰ کا نعرہ لگایا، دوسرے ساتھیون نے کہا یہان لات وعزیٰ کا کام نہین ہے، یہان صرف خدائے واحد کو پکارنا چاہیئے، یہ بات عکرمہ کے دل پر کچھ ایسا اثر کر گئی کہ انھون نے کہا کہ اگر دریا مین خدائے واحد ہے تو خشکی مین بھی وہی ہے، پھر کیون نہ مجھے محمد کے پاس لوٹ جانا چاہئے چنانچہ وہ راستہ ہی سے واپس ہوگئے، واپسی مین بیوی جو ان کی تلاش مین نکلی تھین مل گئین انھون نے عکرمہ سے کہا مین ایک ایسے انسان کے پاس سے آرہی ہون، جو سب سے نیک سب سے زیادہ بہتر اور سب سے زیادہ صلہ رحم کرنے والا ہے، مین نے اس سے تمھاری جان بخشی بھی کرالی ہے

بیوی کی یہ باتین سنکر عکرمہ ان کے ساتھ مکہ پہنچے، اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ ہی

[۱] سیرۃ ابن ہشام ج ۲ ص ۹۸ [۲] ابن سعد حصہ مغازی ص ۹۸،

مین تھے، عکرمہ کو دیکھکر فرطِ مسرت سے اچھل پڑے، اور "مرحبا بالراکب المہاجر، یعنی پردیسی سوار خوش آمدید" کہکر استقبال فرمایا، عکرمہ بیوی کی طرف اشارہ کرکے بولے ان سے معلوم ہوا ہے کہ آپ نے مجھے امان دیدی ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہان تم مامون ہو، اس رحم وکرم اور عفوودرگذر کو دیکھکر اس دشمنِ اسلام نے جس نے اپنی ساری قوتین اسلام کے مٹانے مین صرف کردی تھین، فرطِ ندامت سے سر جھکا لیا، اور نظرین نیچی کرکے ان الفاظ مین اسلام کی حقانیت کا اعتراف کیا "مین شہادت دیتا ہون کہ خدا ایک ہے، اس کا کوئی شریک نہین، آپ اس کے بندے اور رسول ہین، آپ سب سے زیادہ نیک، سب سے زیادہ سچے اور سب سے زیادہ عہد کو پورا کرنے والے ہین" اسلام قبول کرنے کے بعد گذشتہ گناہون کی پوری فہرست نگاہون کے سامنے آگئی اور ان الفاظ مین عفوِ تقصیر کی درخواست کی "یارسول اللہ مین آپکے ساتھ بہت سے مواقع پر عداوت اور دشمنی کا ثبوت دے چکا ہون، مخالفانہ مہمون مین شرکت کی ہے، مسلمانون کے ساتھ لڑنے کے میدان مین گھوڑے دوڑائے ہین، آپ ان گناہون کی مغفرت کے لئے دعا فرمائیے، ان کی درخواست پر رحمتِ عالم نے دعاے مغفرت فرمائی، اس کے بعد عکرمہ نے عرض کی "یارسول اللہ آپکے علم مین جو چیز میرے لئے سب سے زیادہ بہتر، باعثِ خیر اور سودمند ہو اس کی تلقین فرمائیے" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کی وحدانیت اپنی عبدیت ورسالت کی تعلیم دی، ان تمام مراحل کے بعد عکرمہ کو تلافیِ مافات کی فکر ہوئی، عرض کیا یارسول اللہ، جس قدر روپیہ مین خدا کی راہ مین رکاوٹین ڈالنے کے لئے صرف کرتا تھا، خدا کی قسم اب اس کا دونا اس کی راہ مین صرف کرونگا اور اس کی راہ سے روکنے کے لئے جس قدر لڑائیان لڑی ہین، اب اس کی راہ مین اس کا دونا جہاد کرونگا[1]

---

[1] موطا امام مالک کتاب النکاح نکاح المشرک اذا اسلمت زوجتہ قبلہ اسمین عکرمہ کے اسلام کا واقعہ نہایت مختصر ہے، اس کی تفصیلات مستدرک ج ۳ ص ۲۴۱ سے ماخوذ ہین۔

گو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عکرمہ کی تمام گذشتہ خطاؤں سے درگذر فرمایا تھا، لیکن ایسے مشہور دشمن اسلام کے بارہ میں عام مسلمانوں کی زبان رُکنا مشکل تھا، لوگوں نے یا ابن عدو اللہ دشمن خدا کے بیٹے کہہ کر طعنہ زنی شروع کی، اس کو روکنے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مخصوص خطبہ دیا کہ لوگ کانوں میں جو جاہلیت کے زمانہ میں معزز تھا، وہ اسلام میں بھی معزز ہے، کسی کافر کی وجہ سے کسی مسلمان کے دل کو دکھ نہ پہنچاؤ[1]،

غزوات

عکرمہ کو گذشتہ اسلام دشمنی کی تلافی بڑی فکر تھی، چنانچہ وہ قبول اسلام کے بعد ہمہ تن اس کی تلافی میں لگ گئے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں جو موقع بھی اس قسم کا پیش آیا، اس کو انھوں نے نہ چھوڑا، حافظ ابن عبد البر لکھتے ہیں، کان عکرمۃ مجتھدًا فی قتل المشرکین مع المسلمین[2]،

فتنۂ ارتداد

لیکن فتح مکہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں جہاد کے کم مواقع پیش آئے، اس لئے عکرمہ کو تلافی کا پورا موقع نہ مل سکا، حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ میں جب ارتداد کا فتنہ اٹھا تو عکرمہ کو تمنا پوری کرنے کا موقع ملا، حضرت ابوبکرؓ نے ان کو اور حذیفہ کو قبیلۂ ازد کی سرکوبی پر مامور کرکے عمان بھیجا، انھوں نے اس کے سردار لقیط بن مالک کو قتل کرکے بنی ازد کو دوبارہ اسلام پر قائم کیا، اور بہت سے قیدی گرفتار کرکے مدینہ لائے[3]۔

ازد کا فتنہ فرو ہونے کے بعد ہی عمان کے دوسرے قبائل میں ارتداد کی وبا پھیل گئی، اور وہ سب شحر میں جمع ہوئے، حضرت ابوبکرؓ نے پھر عکرمہ کو بھیجا، انھوں نے ان سب کو شکست دی، ان سے فارغ ہوئے تھے کہ بنی نہرہ مخالفت پر آمادہ ہو گئے، عکرمہ ان کی طرف بڑھے لیکن جنگ کی نوبت نہیں آئی، اور بنی نہرہ نے زکوٰۃ ادا کر دی[4]،

[1] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۲۴۳ [2] استیعاب ج ۲ ص ۵۱۹ [3] فتوح البلدان بلاذری ص ۸۳ [4] ایضاً،

یمن کے مرتدون کے مقابلہ پر زیاد بن لبید مامور ہوئے تھے، اور انھون نے بہت سے قبائل کی سرکوبی کرکے انھین درست کر دیا تھا، لیکن ایک مرتد اشعث بن قیس نے زیاد پر حملہ کرکے ان سے تمام نقد و جنس جو انھون نے مرتدین سے حاصل کیا تھا، اور کل مرتد قیدی چھین لیے۔ زیاد نے حضرت ابوبکرؓ کو اس کی اطلاع کی حضرت ابوبکرؓ نے عکرمہ کو بھیجا، انھون نے زیاد اور مہاجر بن ابی امیہ کے ساتھ مل کر اشعث کے سیکڑون پیرون کو تلوار کے گھاٹ اتار دیا، اور اشعث کو مجبور ہو کر اپنے قبیلہ کے لیے امان طلب کرنی پڑی، لیکن امان نامہ کی تحریر مین اپنا نام لکھنا بھول گیا، عکرمہ نے تحریر پڑھی تو اس مین خود اشعث کا نام نہ تھا، اس لیے اس کو پکڑ کے حضرت ابوبکرؓ کے پاس آئے، آپ نے استحساناً چھوڑ دیا[1]،

شام کی فوج کشی فتنۂ ارتداد فرد ہونے کے بعد شام کی فوج کشی مین مجاہدانہ شریک ہوئے اور تادم آخر نہایت جانفروشی سے لڑتے رہے، فحل کے معرکہ مین اس بہادری اور شجاعت سے لڑے کہ بے محابا دشمنون کی صفون مین گھستے چلے جاتے تھے، ایک مرتبہ لڑتے مارتے ہوئے صفون کے اندر گھس گئے سر اور سینہ زخمون سے چور ہو گیا، لوگون نے کہا، عکرمہ! خدا سے ڈرو، اس طرح اپنے کو ہلاک نہ کرو، ذرا نرمی سے کام لو، جواب دیا مین لات و عزیٰ کے لیے نوجان پر کھیلا کرتا تھا، اور آج خدا اور رسول کے لیے جان بچاؤن، خدا کی قسم ایسا ہرگز نہین ہو سکتا[2]،

شام کی تمام معرکہ آرائیون مین یرموک کا معرکہ نہایت اہم شمار کیا جاتا ہے، اس مین خالد بن ولید نے ان کو ایک دستہ کا افسر بنایا تھا، عکرمہ نے افسری کا پورا حق ادا کیا، دوران جنگ مین ایک مرتبہ رومیون کا ریلا اتنا زبردست ہوا کہ مسلمانون کے قدم ڈگمگا گئے، عکرمہ نے للکار کر کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کتنی لڑائیان لڑ چکے ہین، اور آج تمھارے

[1] یعقوبی ج ۲ ص ۱۴۷، [2] اسد الغابہ ج ۴ ص ۶۷

مقابلہ مین بھاگ نکلین گے؟ اور آواز دی کہ کون موت پر بیعت کرتا ہے، اِس آواز پر چار سو مسلمان انکے ساتھ جان دینے کے لئے آمادہ ہو گئے، ان کو لیکر عکرمہ خالد بن ولید کے خیمہ کے سامنے اس پامردی سے لڑے کہ چار سو آدمیون مین سے اکثرون نے جام شہادت پیا، جو بچے وہ بھی زخمون سے بالکل چور تھے، عکرمہ اور ان کے دو لڑکے زخمون سے چور چور ہو گئے، لڑکون کی حالت زیادہ نازک تھی، خالد بن ولید انھین دیکھنے کے لئے آئے، اور ان کے سرون کو زانو پر رکھکر سہلانے جاتے تھے، اور حلق مین پانی ٹپکاتے جاتے تھے،[1]

شہادت عکرمہ کی جائے شہادت مین بڑا اختلاف ہے، بعض روایتون سے معلوم ہوتا ہے کہ فحل مین جام شہادت پیا، اور بعضون سے معلوم ہوتا ہے کہ یرموک مین، اور کچھ راوی اجنادین اور مرج صفر بتاتے ہین، لیکن یرموک کی شہادت زیادہ اغلب ہے،

عبادت عکرمہ کو گذشتہ زندگی کے ہر پہلو مین تلافی مافات کی فکر تھی، اس لئے قبول اسلام کے بعد اس پیشانی کو جو برسون لات و عزیٰ کے سامنے سجدہ ریز رہ چکی تھی، خدائے قدوس کی جبہ سائی کیلئے وقف کر دیا تھا ارباب سیر لکھتے ہین، ثم اجتھد فی العبادۃ. یعنی قبول اسلام کے بعد انھون نے عبادت مین بڑی مشقت کی،[2] قرآن مجید کیساتھ والہانہ شغف تھا، اس کو چہرہ پر رکھکر نہایت بے قراری کے ساتھ کتاب ربی، کتاب ربی کہکر روتے تھے،[3]

انفاق فی سبیل اللہ یاد ہوگا کہ قبول اسلام کے بعد انھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا کہ جتنی لڑائیان مین راہِ خدا کی مخالفت مین لڑ چکا ہون، اس کی دونی اس کی راہ مین لڑونگا، اور جتنی دولت اس کی مخالفت مین صرف کر چکا ہون اس کی دونی اس کی راہ مین صرف کرونگا، اس عہد کو انھون نے فتنہ ارتداد اور شام کی معرکہ آرائیون مین پورا کیا اور ان کے

---

[1] طبری ص ۲۱۰۱ [2] استیعاب ج ۲ ص ۵۱۰ [3] مسند دارمی ص ۴۰۶ و مستدرک حاکم ج ۳ ص ۲۴۳،

مصالحت کے لیے ایک حبہ بھی بیت المال سے نہیں لیا، جب شام کی فوج کشی کے انتظامات ہونے لگے اور حضرت ابوبکرؓ معائنہ کرنے کے لیے تشریف لائے تو معائنہ کرتے کرتے ایک خیمہ کے پاس پہونچے، اس کے چاروں طرف گھوڑے، نیزے اور سامان جنگ نظر آیا، قریب جاکر دیکھا تو خیمہ میں عکرمہ دکھائی دیئے، حضرت ابوبکرؓ نے سلام کیا، اور اخراجاتِ جنگ کے لیے کچھ رقم دینی چاہی، عکرمہ نے اس کو قبول کرنے سے انکار کر دیا اور کہا مجھکو اس کی حاجت نہیں ہے، میرے پاس دو ہزار دینار موجود ہیں، یہ سنکر حضرت ابوبکرؓ نے ان کے لیے دعائے خیر کی[1]

۹۲۔ حضرت علاء حضرمیؓ

نام و نسب علاء نام، باپ کا نام عبداللہ تھا، نسب نامہ یہ ہے، علاء بن عبداللہ حضرمی بن ضماد بن سلمی بن اکبر، علاء نسلاً حضرمی اور وطناً یمنی تھے، لیکن ان کے والد عبداللہ حرب بن امیہ کے حلیف بن کر مکہ ہی میں مقیم ہوگئے تھے،

اسلام دعوتِ اسلام کے آغاز میں مشرف باسلام ہوئے،

سفارت فتحِ مکہ کے بعد جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرب وجوار کے فرمان رواؤں کے نام دعوتِ اسلام کے خطوط بھیجے تو منذر بن ساوی حاکم بحرین کے پاس خط لیجانے کی خدمت علاء کے سپرد ہوئی، اس خط پر منذر اور اس کے ساتھ اس کی کل عرب رعایا اسلام کی حلقہ بگوش ہوگئی، البتہ مجوسی اپنے مذہب پر قایم رہے، علاء نے ان پر جزیہ لگا دیا، اور اس کے متعلق عہدنامہ لکھکر منذر کے حوالہ کیا،[2] ان کی اس خدمت کے صلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں بحرین کا عامل بنا دیا، پھر کچھ دنوں کے بعد ان کو معزول کرکے ابان بن سعید بن العاص کو مقرر کیا،[3]

---

[1] اسد الغابہ ج ۴ ص ۶ [2] زاد المعاد ج ۲ ص ۵، منذر کے اسلام اور جزیہ کی تشخیص کا حال بلاذری سے ماخوذ ہے،
[3] فتوح البلدان بلاذری ص ۹۱ و ۹۲

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آبان اس عہدہ سے مستعفی ہو گئے، علاء کو بحرین کی امارت کا تجربہ تھا، اس لئے حضرت ابوبکرؓ نے دوبارہ انکو مقرر کیا، اسی زمانہ مین منذر کا انتقال ہو گیا ان کی موت سے بحرین کا نظام برہم ہو گیا، اور وہان ارتداد کی وبا پھیلی گئی، ربیعہ کا پورا قبیلہ اور بشر بن عمرو عبدری مع اپنے اتباع کے مرتد ہو گیا، نعمان بن منذر کا لڑکا منذر ان سب کا سرغنہ تھا، دوسری طرف بنی قیس بن ثعلبہ حطیم کی سرکردگی مین مرتد ہو گئے اور یہ سب کے سب بحرین کے ایک قلعہ جواث مین قلعہ بند ہو گئے، علاء بن حضرمی اس وقت بحرین کے عامل تھے، انھون نے جواث کا محاصرہ کر لیا اور شبخون مار کر مرتدین کے سرگروہ حطیم اور منذر کو قتل کر ڈالا، بعض روایتون سے معلوم ہوتا ہے کہ منذر بچ کر نکل گیا، اس کے بعد مجوسی مقام قطیف مین مخالفانہ جمع ہوئے، اتفاق سے اسی زمانہ مین بنی تمیم نے ایک ایرانی قافلہ کو چھیڑا تھا، اس لئے کسریٰ نے فیروز بن جشیش کو بنی تمیم کی تنبیہ کے لئے بھیجا، اس نے زرارہ مین فوجین اتارین، قطیف کے باغی مجوسیون کو اس کی آمد کی خبر ہوئی تو وہ فیروز سے جا کر مل گئے اور جزیہ دینے سے انکار کر دیا، اس لئے علاء نے مرتدون کی سرکوبی کے بعد ان مجوسیون کا محاصرہ کیا، ابھی محاصرہ جاری تھا کہ حضرت ابوبکرؓ کا انتقال ہو گیا، مگر علاء نے محاصرہ قائم رکھا، اور حضرت عمرؓ کی مسند نشینی کے بعد مجوسیون کو مطیع بنایا،[1]

بحرین اور اس کے قرب وجوار کا پورا علاقہ ایرانیون کے ماتحت تھا، صرف یہان کے عرب قبائل مشرف باسلام ہوئے تھے، باقی مجوسی اپنے آبائی مذہب پر قائم تھے، اور جزیہ ادا کرتے تھے لیکن جب انھین موقع ملتا تھا فوراً باغی ہو جاتے تھے، جیسا کہ حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ مین ہوا، اس لئے زرارہ سے نپٹنے کے بعد علاء مجوسیون کی بغاوت کا سدباب کرنے کے لئے دارین پہنچے، اور یہان سے مجوسی آبادی کو نکال کر عرفجہ بن ہرثمہ کو بحری علاقون کی طرف بھیجا، انھون نے دریا کو عبور کر کے بحر بن

---

[1] فتوح البلدان بلاذری ص ۹۱ و ۹۷،

ایک جزیرہ پر قبضہ کرکے یہاں ایک مسجد تعمیر کی،[1]

بصرہ کی حکومت اور وفات بصرہ آباد ہونے کے بعد حضرت عمرؓ نے عتبہ بن غزوان کو یہاں کا حاکم بنایا تھا، چند دنوں کے بعد انہیں معزول کرکے علاء کو ان کی جگہ مقرر کیا، اور ان کو لکھا کہ تم فوراً بحرین چھوڑ کر بصرہ کا انتظام سنبھالو، اس حکم پر علاء حضرت ابوہریرہؓ اور ابوبکرہ کے ساتھ بصرہ روانہ ہوگئے، لیکن فرمانِ خلافت کے ساتھ ہی ساتھ پیامِ اجل بھی پہنچ گیا اور علاء راستہ میں مقام لیاس میں انتقال کرگئے، یہ مقام آبادی سے دور اور بے آب وگیاہ تھا، پانی کی بڑی قلت تھی، حسنِ اتفاق سے پانی برس گیا، ساتھیوں نے بارش کے پانی سے نہلایا، اور تلوار سے گڈھا کھود کر زمین میں چھپادیا، اور بحرین وبصرہ کا حاکم اس بے سروسامانی کے ساتھ ایک بے آب وگیاہ میدان میں سپردِ خاک کیا گیا،[2]

۹۳۔ حضرت عمران بن حصینؓ

نام ونسب عمران نام، ابونجید کنیت نسب نامہ یہ ہے، عمران بن حصین بن عبید بن خلف بن عبد نہم ابن حذیفہ بن جہمہ بن غاضرہ بن حبشیہ بن کعب بن عمرو الکعبی،

اسلام عمران سنہ ہجرت کی ابتدا میں مشرف باسلام ہوئے، ان کے ساتھ ان کے باپ اور ان کی بہن بھی اس شرف سے مشرف ہوئیں، اسلام لانے کے بعد پھر وطن لوٹ گئے،[3]

غزوات گو عمران وطن میں رہتے تھے، لیکن ذوقِ جہاد میں غزوات کے موقع پر مدینہ پہنچ جاتے تھے، چنانچہ فتح مکہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھے، اور ان کا قبیلہ کا علم ان ہی کے ہاتھوں میں تھا،[4] اس کے بعد حنین اور طائف کے غزوات میں شریک ہوئے، حضرت ابوبکرؓ کے عہد میں

---

[1] ابن سعد ج ۷ ق ۲ ص ۸، [2] ابن سعد ج ۷ ق ۲ ص ۸، [3] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۴۷۱، [4] اصابہ ج ۵ ص ۹۲،

بھی ہمراہ تھے،[1]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی بھر برابر مدینہ آتے جاتے رہے تھے، آپ کی وفات کا دل پر اتنا اثر ہوا کہ مدینہ آنا جانا چھوڑ دیا اور گوشہ نشینی کی زندگی اختیار کر لی، اور حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ مین کسی چیز مین حصہ نہین لیا، حضرت عمرؓ کے زمانہ مین جب بصرہ آباد ہوا تو یہان منتقل ہو گئے اور گھر بنا کر مستقل اقامت اختیار کر لی، حضرت عمرؓ نے فقہ کی تعلیم کی ذمہ داری ان کے سپرد کی،[2]

حضرت عمرؓ کے بعد جب خانہ جنگی کا دروازہ کھلا تو بہت سے صحابی اس مین مبتلا ہو گئے، لیکن عمران آخر تک اس سے محفوظ رہے،[3]

بنی امیہ کے زمانہ تک زندہ رہے، زیاد نے خراسان کی گورنری پیش کی، عمران نے انکار کر دیا، دوستون نے پوچھا اتنا بڑا عہدہ کیون مسترد کر دیا، کہا مجھکو یہ پسند نہین کہ مین تو اسکی گرمی مین نماز پڑھون، اور تملوگ اس کی ٹھنڈک مین، مجھکو خوف ہے کہ جب مین دشمنون کے سامنے سینہ سپر ہون، اس وقت زیاد کا کوئی ناواجب الطاعۃ فرمان پہنچے، ایسی حالت مین اگر اس کی تعمیل کرون تو ہلاک ہو جاؤن اور اگر لوٹ آؤن تو گردن ماری جائے،[4]

علالت، عمران کی صحت نہایت خراب تھی، آخر مین استسقا کا مرض ہو گیا تھا، لوگون نے مشورہ دیا کہ داغنے سے فائدہ ہوگا، لیکن وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے داغنے کی ممانعت سن چکے تھے اس لئے رضامند نہ ہوئے، مرض برابر بڑھتا گیا، آخر مین یہان تک نوبت پہنچ گئی کہ پیٹ مین شگاف ہو گیا، لیکن اس حالت مین بھی وہ فرمان رسول کے خلاف عمل کرنے پر آمادہ نہ ہوئے، احباب نے کہا تمھاری حالت دیکھی نہین جاتی تمھارے پاس کس طرح آئین، فرمایا نہ آؤ، لیکن جو چیز خدا کے نزدیک ناپسندیدہ ہے اس کو مین کسی طرح پسند نہین کر سکتا،[5] آخر مین جب تکلیف ناقابل برداشت

---

[1] مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۴۳۰، [2] ابن سعد جزء ۷، ق اول ص ۵، [3] اصابہ ج ۵ ص ۲۷، [4] مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۴۴۵ [5] ابن سعد ج ۷ ق اول تذکرہ عمران، شگاف کا تذکرہ اسد الغابہ کی روایت مین ہے، ج ۴ ص ۱۳۸،

حد تک پہنچ گئی، تو ابن زیاد کے اصرار سے راضی ہو گئے، لیکن سخت نادم و شرمسار تھے،[۱]

جب زندگی سے مایوس ہو گئے تو تجہیز و تکفین کے متعلق یہ ہدایت دی کہ جنازہ جلد ہی جلدی لے چلنا، یہود کی طرح آہستہ آہستہ نہ لے چلنا، جنازہ کے پیچھے آگ نہ جلانا، نالہ و شیون نہ کرنا، قبر مربع چار بالشت اونچی رکھنا، دفن کر کے واپس ہو کر کھانا کھانا۔ نالہ و شیون کے روکنے مین اتنی سختی برتی کہ اپنے متروکہ مال مین بعض اعزہ کو وصیت کی تھی، اس وصیت مین یہ شرط کر دی تھی کہ جو عورت نالہ و شیون کرے گی اس کے متعلق وصیت منسوخ ہو جائیگی،[۲]

وفات اسی مرض مین ۵۲ھ مین بصرہ مین وفات پائی۔[۳]

اولاد لڑکون مین مین محمد خلف الصدق تھے، باپ کے بعد یہ بصرہ کی مسند قضا پر بیٹھے،[۴]

فضل و کمال عمران فضل و کمال کے لحاظ سے ممتاز ترین صحابہ مین تھے۔ علامہ ابن عبد البر لکھتے ہین کان من فضلاء الصحابۃ و فقہائھم عمران فضلاء اور فقہائے صحابہ مین تھے،[۵] بصری اصحاب کی جماعت مین کوئی صحابی ان کا ہمسر نہ تھا، محمد بن منکدر بیان کرتے ہین کہ بصری صحابیون مین کوئی عمران سے بلند نہ تھا،[۶] مشہور صاحب علم تابعی حضرت حسن بصری فرماتے تھے کہ عمران بن حصین سے بہتر آدمی ہمارے یہان نہین آیا،[۷]

عمران مشرف باسلام ہونے کے بعد اپنے وطن لوٹ گئے تھے، لیکن وقتاً فوقتاً مدینہ جایا کرتے تھے، اس لئے احادیث نبوی کے سننے کے مواقع برابر ملتے رہے اس لئے ان کے حافظہ مین اتنی حدیثین محفوظ تھین کہ وہ کہا کرتے تھے کہ اگر مین چاہون تو دو دن تک مسلسل حدیثین بیان کرتا رہون، اور ان مین ایک بھی مکرر نہ ہو،[۸] لیکن اس علم کے باوجود ان کی مرویات کی تعداد

---

[۱] اصابہ ج ۵ ص ۲۷ [۲] اسد الغابہ ج ۴ ص ۱۳۸ [۳] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۴۷۱ [۴] ابن سعد ج ۷ ق اول تذکرہ عمران [۵] استیعاب ج ۲ ص ۴۹۸ [۶] مستدرک ج ۳ ص ۴۷۱ [۷] ایضاً ص ۴۷۲ [۸] مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۴۳۳

(۱۳۰) حدیثوں سے زیادہ نہیں ہے[1] اس کا سبب یہ ہے کہ روایتِ حدیث میں وہ حد درجہ محتاط تھے، عام طور پر حدیث بیان کرنے سے گریز کرتے تھے، اور جب بدرجۂ مجبوری اس کی نوبت آتی تو بہت سنبھلکر بیان کرتے، کہا کرتے تھے، کہ میں حدیث کم بیان کرتا ہوں کہ میں نے بہت سے رسول اللہ صلعم کے ایسے اصحاب کو دیکھا ہے جنھوں نے میری طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت خدمت میں حاضری دی اور میرے ہی برابر حدیثیں سنیں لیکن جب وہ کوئی حدیث بیان کرتے ہیں تو الفاظ میں کچھ نہ کچھ ردوبدل ضرور ہو جاتا ہے، اگرچہ وہ اچھی نیت سے بیان کرتے ہیں، اس لئے مجھے خوف معلوم ہوتا ہے کہ ان ہی کی طرح مجھے بھی دھوکا نہ ہو[2] جس درجہ میں حدیث حفظ ہوتی اس کا بھی اظہار کر دیتے، جس میں حافظہ پر کامل اعتماد نہ ہوتا تو کہتے کہ جہانتک میرا خیال ہے میں نے صحیح بیان کی اور اگر پورا یقین ہوتا تو کہتے یہ حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح بیان فرماتے ہوئے سنا ہے، ان کے تلامذہ میں نجید بن عمران، ابوالاسود، ابورجاء العطاردی، ربعی بن خراش، مطرف، یزید، حکم بن اعرج، زہدم جرمی، صفوان بن محرز، عبداللہ بن رباح انصاری وغیرہ لایق ذکر ہیں[3]،

حلقۂ درس | گو حضرت عمرانؓ حدیثوں کے بیان کرنے میں بہت محتاط تھے، لیکن ان کی اشاعت بھی ضروری فرض تھا، اس لئے احتیاط کے ساتھ اس فرض کو بھی انجام دیتے تھے، اور بصرہ کی مسجد میں مستقل حلقۂ درس تھا، ہلال بن سیاف بیان کرتے ہیں کہ مجھکو بصرہ جانے کا اتفاق ہوا، مسجد میں دیکھا کہ لوگ ایک سپید مو بزرگ کے گرد حلقہ باندھے ہوئے ہیں، اور وہ ٹیک لگائے ہوئے ان لوگوں کو حدیثیں سنا رہے ہیں، دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ عمران بن حصین صحابی ہیں[4]،

[1] تہذیب الکمال ص ۲۹۵ [2] مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۴۳۳ [3] تہذیب التہذیب ج ۸ ص ۱۲۶ [4] ابن سعد ج ۷ ق اول ص ۵

ان کی ذات مرجع خلائق تھی، اور بڑے بڑے صحابہ ان کے تفقہ کے قائل تھے ایک مرتبہ کسی نے آکر پوچھا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو ایک ہی مجلس مین تین طلاقین دین، ایسی صورت مین وہ مطلقہ ہوئی یا نہین، جواب دیا طلاق دینے والا گنہگار ہوا، لیکن عورت مطلقہ ہوگئی، مستفتی مزید تصدیق کے لیے حضرت ابوموسی اشعریؓ کے پاس گیا، اور ان کو عمران کا جواب سنایا، انھون نے کہا خدا ہمارے جماعت مین ابونجید کے ایسے بہت سے آدمی پیدا کردے[۱] جس راستہ سے گذرتے لوگ مسائل دریافت کرتے ابونضرہ کو نماز سفر کے متعلق کچھ پوچھنے کی ضرورت پیش آئی، اتفاق سے عمران ان کی طرف سوار ہو کر گذرے ابونضرہ نے سواری کی لگام پکڑ لی اور روک کر مسئلہ پوچھا، عمران نے مفصل جواب بتایا،[۲]

فضائل اخلاق عمران کی پوری زندگی مذہب کے رنگ مین رنگی ہوئی تھی، عبادت مین بڑی محنت شاقہ برداشت کرتے تھے، معاویہ بن قرہ بیان کرتے ہین کہ عمران بن حصینؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ان اصحاب مین تھے جو عبادت میں بڑی محنت شاقہ برداشت کرتے تھے،[۳]

احترام رسول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اتنی گہری عقیدت اور آپ کا اتنا احترام تھا کہ جس ہاتھ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کی اس سے عمر بھر پیشاب کا مقام نہین مس کیا،[۴]

پابندی اسوۂ رسول عمل مین اسوۂ رسول پیش نظر رہتا تھا ابن زیاد نے محصل خراج کا عہدہ پیش کیا، اس عہدہ کو توقبول کرلیا، لیکن جب خراج وصول کرکے واپس ہوئے تو ایک درہم بھی ساتھ نہین لائے پوچھا گیا خراج کی رقم کیا کی، جواب دیا جس طرح سے رسول اللہ کے زمانہ مین وصول ہوتا تھا، اس طریقہ سے وصول کیا، اور جن مصرفون مین خرچ ہوتا تھا، ان مین صرف کردیا،[۵]

اوپر گذرچکا ہے کہ زیاد نے خراسان کی گورنری پیش کی تھی، لیکن آپ نے محض اس لیے انکے

---

[۱] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۴۷۲ [۲] مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۴۳۰ [۳] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۴۷۱
[۴] ایضاً [۵] ایضاً،

قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا کہ زیاد کا ہر واجب و نا واجب حکم ماننا پڑیگا، ان کے انکار پر حکم بن عمرو غفاری نے قبول کر لیا، عمران کو معلوم ہوا تو ان کو بلا کر کہا کہ مسلمانوں کی سب بڑی ذمہ داری تمہارے سپرد کی گئی ہے، پھر انھیں مفید پند و نصائح کئے اور اوامر و نواہی پر کاربند ہونے کی ہدایت کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث سنائی، کہ خدا کی معصیت میں کسی بندہ کی فرمان برداری نہ کرنی چاہیئے[۱]، یعنی زیاد کی اطاعت میں خدا اور رسول کے خلاف عمل نہ کرنا،

عام طور پر لباس بہت سادہ استعمال کرتے تھے، لیکن کبھی کبھی تحدیث نعمت اور اظہار تشکر کے لئے بیش قیمت کپڑا بھی زیب تن کر لیتے تھے ایک مرتبہ خلاف معمول خز کی چادر اوڑھ کر نکلے، اور کہنے لگے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب خدا کسی بندہ پر احسان و انعام کرتا ہے تو اس کا ظاہری اثر بھی اس پر ہونا چاہیئے[۲]،

۴۰ حضرت عمرو بن حمق رض

نام و نسب | عمرو نام، باپ کا نام حمق تھا، نسب نامہ یہ ہے، عمرو بن حمق بن کاہن بن حبیب بن عمرو بن قین بن رزاح بن عمرو بن سعد بن کعب بن عمرو بن ربیعہ خزاعی،

اسلام | عمرو کے زمانہ اسلام کے بارہ میں دو روایتیں ہیں، ایک یہ کہ صلح حدیبیہ کے زمانہ میں مشرف باسلام ہوئے، اور مشرف باسلام ہونے کے بعد مدینہ آگئے، دوسری یہ ہے کہ حجۃ الوداع میں اسلام قبول کیا، پہلی روایت زیادہ مرجح ہے، حافظ ابن حجر بھی اسی کو مرجح سمجھتے ہیں[۳]،

حضرت عثمان رض کی مخالفت | عہد نبوی سے لیکر حضرت عمر رض کے زمانہ تک عمرو کے حالات پردۂ خفا میں ہیں، حضرت عثمان رض کے زمانہ میں شر میں رہتے تھے اور آپکے بڑے مخالفوں میں تھے، ان کی مخالفت اس حد تک بھی

---

[۱] مسند احمد بن حنبل ج ۵ ص ۶۶ [۲] ابن سعد ج ۴ ق اول ص ۵ [۳] اصابہ ج ۴ ص ۲۹۴،

کہ قصر خلافت پر حملہ کرنے والون مین انکا نام بھی لیا جاتا ہے،

حضرت علیؓ کی حمایت

حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد کوفہ چلے آئے اور شروع سے آخر تک حضرت علیؓ کے پرجوش حامیون مین رہے، جمل، صفین اور نہروان کے معرکون مین حضرت علیؓ کے ساتھ جانفروشانہ شریک ہوئے،[1] جنگ جمل مین اس بے جگری سے لڑے کہ تلوار کی دھار الٹ الٹ گئی،[2] جنگ صفین کے درمیانی التواء کے بعد جب دوبارہ جنگ کی تیاریان شروع ہوئین تو بنی خزاعہ کے دستہ کے افسر مقرر ہوئے،[3] تحکیم کے سخت مخالف تھے، لیکن جب حضرت علیؓ کو چار و ناچار حکم کی تجویز ماننی پڑی اور التوائے جنگ کا معاہدہ لکھا گیا، تو عمرو نے بھی اس پر بحیثیت شاہد کے دستخط کیے،

حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد بھی عمرو اسی طرح بنی امیہ کے مخالف رہے، اور حضرت علیؓ کے مشہور حامی حجر بن عدی کے ساتھ ہو گئے، امیر کے زمانہ مین جب زیاد عراق کا حاکم مقرر ہوا اور شیعیان علیؓ پر سختیان ہونے لگین اور شیعی تحریک کے بانی قتل کیے جانے لگے تو عمرو عراق چھوڑ کر موصل بھاگ گئے اور ایک غار مین چھپ گئے، اس غار مین ایک زہریلے سانپ نے کاٹ لیا، اور یہی غار غار قبر بن گیا، عمرو اشتہاری مجرم تھے، برابر تلاش جاری تھی، تلاش کرنے والے غار تک پہنچ گئے اور عمرو کی مردہ لاش کا سر کاٹ کر زیاد کے پاس بھجوا دیا،[4]

تعمیر مقبرہ

۳۳۶ھ مین موصل کے مشہور حکمران سیف الدولہ کے چچا زاد بھائی ابو عبداللہ سعید بن حمدان نے ان کے مزار پر مقبرہ تعمیر کرایا، یہ مقبرہ مدتون تک مرجع خلائق رہا، اس کی وجہ سے سنیون اور شیعون مین بڑی لڑائیان ہوئین،[5]

فضل و کمال

جبیر بن نفیر، اور رفاعہ بن شداد نے ان سے روایت کی ہے،[6] صاحب اخبار الطوال

[1] اسد الغابہ ج ۴ ص ۱۰۰ [2] اخبار الطوال ص ۱۹۰ [3] ایضاً ص ۱۹۳ [4] استیعاب ج ۲ ص ۵۰۳

[5] اسد الغابہ ج ۴ ص ۱۰۱ [6] تہذیب الکمال ص ۲۸۸

لکھتے ہین کہ عمرو کوفہ کے عابد وزاہد لوگون مین تھے[۱]،

۹۵ حضرت عمرو بن مرہ رضہ

نام ونسب عمرو نام، ابو مریم کنیت، نسب نامہ یہ ہے، عمرو بن مرہ بن عبس بن مالک بن حارث بن مازن بن سعد بن مالک بن رفاعہ بن نصر بن مالک بن غطفان بن قیس بن جہینہ جہنی،

اسلام عمرو صحابہ کے اس زمرہ مین ہین جنھون نے اس وقت اسلام کی دعوت کو لبیک کہا، جب عرب کے در و دیوار سے اس کی مخالفت کی صدائین بلند ہو رہی تھین، اسلام کی دعوت سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوے، اور عرض کیا کہ مین ان تمام حلال وحرام پر ایمان لاتا ہون جو آپ خدا کے پاس سے لائے ہین اگرچہ تمام قوم کیجانب سے اس کی مخالفت کی صدائین بلند ہو رہی ہین[۲]،

اشاعت اسلام اسلام قبول کرنے کے بعد، حضرت معاذ بن جبل رضہ سے قرآن کی تعلیم حاصل کی، حصول تعلیم کے بعد اشاعت اسلام کے لئے اپنے قبیلہ واپس گئے، چند دنون مین ان کی مخلصانہ کوششون سے ان کا پورا قبیلہ مشرف باسلام ہو گیا[۳]،

غزوات غزوات مین ان کی شرکت کی تفصیلات نہین ملتین۔ مگر اس قدر مسلم ہے کہ اس شرف سے محروم نہ رہے تھے[۴]،

شام کا قیام، اور امر ونواہی کی تبلیغ جب بہت سے صحابہ نے شام کی سکونت اختیار کی تو عمرو بھی وہین متوطن ہو گئے اور ایک گوشہ مین بیٹھکر امر ونواہی کی تبلیغ کا فرض انجام دینے لگے، ان کی تبلیغ غربا کے جھونپڑون سے لیکر امرا وسلاطین کے قصور ومحلات تک یکسان ہوتی تھی، ایکمرتبہ امیر معاویہ سے جاکر کہا کہ مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو امام حاجتمندون، دوستون اور محتاجون

---

[۱] اخبار الطوال ص ۱۴۰ [۲] اسد الغابہ ج ۴ ص ۱۳۰ [۳] اصابہ ج ۵ ص ۲۲ [۴] ابن سعد ج ۴ ق ۲ ص ۶۸،

کے لئے اپنا دروازہ بند کریگا تو خدا اس کی حاجتون، اس کی احتیاجون اور اس کے سوالون کے لئے آسمان کے دروازے بند کردیگا، اس دن سے امیر معاویہ نے عوام کی حاجت روائی کے لئے ایک خاص شخص متعین کردیا[1]۔

وفات عبدالملک کے زمانہ مین وفات پائی،

فضل وکمال حضرت معاذ بن جبل رضؓ سے قرآن اور سنت کی تعلیم حاصل کی تھی کبھی کبھی شاعری بھی کرتے تھے، اس کا نمونہ یہ ہے،

انی شرعت اکان فی حوض التقی — وخرجت من عقد الحیاۃ سلیما

مین اب تقوی کے حوض مین تیرا اور مشکلات سے صحیح وسالم نکل آیا،،

ولبست اثواب الحلیم فاصبحت — امر الغوایۃ من ھوای عقیما

مین نے حلیم کا لباس پہن لیا، اور گراہیون کی مان میری خواہش سے نا امید ہو گی،،

۷۰ حضرت عوسجہ بن حرملہ رضؓ

نام ونسب عوسجہ نام، باپ کا نام حرملہ تھا، نسب نامہ یہ ہے، عوسجہ بن حرملہ بن جذیمہ بن سبرہ بن خدیج ابن مالک بن عمرو بن ذہل بن عمرو بن ثعلبہ بن رفاعہ بن نصر بن مالک بن غطفان ابن قیس بن جہینہ جہنی،

اسلام ان کے اسلام کا زمانہ متعین طور سے نہین بتایا جاسکتا، ابن سعد نے مسلمین قبل الفتح کے تحت مین لکھا ہے، فتح مکہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھے آپ نے ایک ہزار کی جمعیت پر انھین شرف امارت عطا فرمایا تھا[2]۔

---

[1] اصابہ ج ۵ ص ۱۶ [2] ابن سعد ج ۴ ق ۲ ص ۷۳

نماز کی پابندی خوشنودی کا تمغہ

عوسجہ مقام مردرہ مین رہتے تھے، اور دومہ مین ایک مسجد تھی، ان دونون مقامون مین کافی فاصلہ تھا، عوسجہ ٹھیک نصف النہار کے وقت یہان نماز پڑھنے آتے اور جماعت کے لیئے دن بھر دونون مقامون کے درمیان ان کی دوادوش جاری رہتی، عرب کے کسی قبیلہ کا کوئی آدمی اتنا مستعد نہ تھا، خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کی اس مستعدی پر متعجب ہوتے تھے، اور اظہار خوشنودی کے طور پر فرمایا تھا کہ جو مانگنا ہو مانگو دیا جائیگا،[1]

۹۷۔حضرت عیاض بن حمارؓ

نام و نسب

عیاض نام، باپ کا نام حمار یا حماد تھا، نسب نامہ یہ ہے، عیاض بن حمار بن ابی حماد بن ناجیہ بن عقال بن محمد بن سفیان بن مجاشع بن دارم تمیمی مجاشی،

اسلام سے پہلے

عیاض زمانۂ جاہلیت کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دوست تھے،[2] بعثت نبوی کے بعد قدیم تعلقات کی بنا پر آپ کی خدمت مین تحفہ پیش کرنا چاہا، لیکن آپ نے قبول نہین فرمایا،[3]

اسلام

ان کے اسلام کا زمانہ صحیح طور سے متعین نہین کیا جاسکتا، غالباً فتح مکہ سے پہلے مشرف باسلام ہوئے، اور بصرہ آباد ہونے کے بعد یہان سکونت اختیار کر لی،

بادیہ نشینی

پھر کچھ دنون کے بعد آبادی کو چھوڑ کر بادیہ نشینی اختیار کرلی تھی، حضرت زبیر بن عوامؓ جنگ جمل مین جب بصرہ تشریف لے گئے تو ان کو تلاش کیا، معلوم ہوا وادی سباع مین ہین، چنانچہ وادی سباع مین جاکر ان سے ملاقات کی،[4]

فضل وکمال

ان سے تیس حدیثین مروی ہین،[5] ان سے روایت کرنے والون مین مطرف بن عبد اللہ

---

[1] اصابہ ج ۵ ص ۲۴ [2] استیعاب ج ۲ ص ۵۱۰ [3] مسند احمد بن حنبل ج ۴ [4] تہذیب التہذیب ج ۸ ص ۲۰۰ [5] تہذیب الکمال ص ۳۰۱،

یزید بن عبد اللہ، علاء بن زیاد، حسن بصری اور عقبہ بن صہبان کے نام ملتے ہین[۱]،

عام حالات | عرب مین ایک جماعت ایسی تھی جو تبرگاً قریش کے کپڑے پہنکر طواف کرتی تھی، عیاض بھی ان ہی خوش عقیدہ لوگون مین تھے، ان کے پاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لباس موجود تھا، چنانچہ جب مدینہ آتے تو پیراہن نبوی مین طواف ادا کرتے[۲]،

۹۸- حضرت غالب رضؓ بن عبد اللہ

نام ونسب | غالب نام، باپ کا نام عبد اللہ تھا، نسب نامہ یہ ہے، غالب بن عبد اللہ بن مسعر بن جعفر بن کلب بن عوف بن کعب بن عامر بن لیث بن بکیر بن عبد مناۃ بن کنانی لیثی،

اسلام وغزوات | فتح سے پہلے مشرف باسلام ہوچکے تھے، فتح مکہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھے، اس غزوہ مین مکہ کے راستہ کی درستی اور دشمن کے حالات کے تجسس پر مامور ہوئے راستہ مین بنی کنانہ کے چھ ہزار اونٹون کا گلہ ملا، غالب نے ان کا دودھ دُہا اور لیجا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین پیش کیا، آپ نے لیکر سب کو پلایا[۳]،

فتح مکہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ۱۶۰ سوارون کے ہمراہ بنو ملوح کے مقابلہ کیلئے کدید بھیجا، راستہ مین مقام قدید مین حارث بن مالک ملا، مسلمانون نے اس کو گرفتار کرلیا، اس نے کہا مین اسلام قبول کرنے کے ارادہ سے رسول اللہ کی خدمت مین جارہا ہون لیکن مسلمانون نے اس بیان پر اعتماد نہین کیا، اور کہا اگر واقعی تم مسلمان ہونے والے ہو تو تم کو ایک شب کی قید سے کچھ نقصان نہین پہنچ سکتا، اور اگر اسلام کا ارادہ نہین ہے، تو ہم کو تمھاری جانب سے اطمینان رہے گا، چنانچہ اس کو ایک رباط مین باندھ کر ایک آدمی نگرانی پر مقرر کردیا،

[۱] تہذیب التہذیب ج ۸ ص ۲۰۰ [۲] استیعاب ج ۲ ص ۵۱۰ [۳] اصابہ ج ۵ ص ۱۸۷،

اور منزلِ مقصود کی جانب آگے بڑھے، غروبِ آفتاب کے وقت کدید کے قریب پہنچے، یہان سے مسلمانون نے انھین دشمن کے تجسس کے لئے بھیجا، یہ آبادی کے متصل ایک بلند ٹیلے پر چڑھکر منہ کے بل لیٹ کر جائزہ لینے لگے، اتنے مین ایک شخص آبادی سے نکلا، اس کو غالب کا سایہ نظر پڑا، اس نے بیوی سے کہا مجھکو ٹیلہ پر سایہ سا نظر آرہا ہے، پھر خیال کیا شاید کتا وغیرہ ہو، بیوی سے کہا دیکھو کوئی برتن تو کتا نہین لے گیا، اس نے دیکھا تو سب برتن محفوظ تھے، کتے کا شک دور کرنے کے بعد اس شخص کو یقین ہو گیا کہ ٹیلہ پر کوئی اجنبی آدمی ہے، چنانچہ بیوی سے تیر و کمان منگا کر غالب پر دو تیر چلائے، ان مین سے ایک تیر غالب کے پہلو مین لگا، اور دوسرا کندھے پر، لیکن انھون نے غیر معمولی استقلال سے کام لیا، دونون تیر کھینچ کر نکال دیے، اور اپنی جگہ سے جنبش نہ کی، ان کے اس استقلال کی وجہ سے اس شخص کا شک جاتا رہا، اور بولا مین نے دو تیر مارے، دونون لگے، اگر کوئی آدمی یا جاسوس وغیرہ ہوتا تو اپنی جگہ سے کچھ حرکت کرتا، اس اطمینان کے بعد اس نے بیوی کو ہدایت کی کہ صبح کو دونون تیر اٹھالانا اور اپنا راستہ لیا، جب آبادی کے لوگ سو گئے تو پچھلے پہر کو مسلمانون نے شبخون مار کر آبادی لوٹ لی، جبتک گاؤن کے منادی نے لوگون کو مدد کے لئے پکارا مسلمان مال غنیمت اور مالک ابن برصا کو لیکر نکل گئے۔[1]

اس کے بعد غالب اسامہ بن زید کے سریہ مین شریک ہوئے، پھر عراق کی فوجکشی مین شرکت کی اور اس سلسلہ کی مشہور جنگ قادسیہ مین دادِ شجاعت دی، ہرمزان ہی کے ہاتھ سے مارا گیا،[2]

گورنری امیر معاویہ کے زمانہ مین ابن زیاد نے خراسان کا گورنر مقرر کیا،[3]

---

[1] سیرۃ ابن ہشام ج ۲ ص ۲۹۶، [2] اصابہ ج ۵ ص ۱۸، [3] ابن اثیر ج ۳ ص ۱۳۱،

وفات | زمانۂ وفات غیر متعین ہے،

۹۹۔ حضرت فروہ بن مسیکؓ

نام ونسب | فروہ نام، ابو سبرہ کنیت، نسب نامہ یہ ہے فروہ بن مسیک بن حارث بن سلمہ بن حارث ابن ذوید بن مالک بن عنبہ بن عطیف بن عبد اللہ بن ناجیہ بن مراد مرادی،

فروہ یمن کے باشندے اور اپنے قبیلہ کے معزز اور مقتدر لوگوں میں تھے، زمانہ جاہلیت میں ان کے قبیلہ مراد اور ہمدان کے درمیان نہایت خون ریز جنگ ہوئی تھی جو "یوم دارم" کے نام سے موسوم ہے، اس جنگ میں قبیلہ مراد کو بڑا نقصان اٹھانا پڑا، فروہ اس سے سخت متاثر ہوئے، اور اس تاثر میں یہ اشعار کہے۔

فلو خلد الملوک اذ اخلدنا۔

ولو بقی الکرام اذاً بقینا۔

اگر بادشاہ ہمیشہ رہنے والے ہوتے تو ہم بھی ہمیشہ رہتے اور اگر اچھے لوگ ہمیشہ باقی رہنے والے ہوتے تو ہم بھی باقی رہتے،

اسلام اور اشاعتِ اسلام | سنہ ۱۰ھ میں سلاطینِ کندہ کا دربار چھوڑ کر شہنشاہ کونین کے آستانہ پر حاضر ہوئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا، فروہ تم نے سنا ہے کہ تم کو اپنی قوم کی شکست کا بڑا صدمہ ہے، عرض کی یا رسول اللہ وہ کون شخص ہے جس کی قوم مصیبت میں مبتلا ہوئی ہو اور اس کو اس سے تکلیف نہ پہنچی ہو، آپ نے فرمایا اس سے تمہارا کوئی نقصان نہیں ہوا، بلکہ اس شکست نے اسلام میں تمہاری قوم کو فائدہ ہی پہنچایا، قبولِ اسلام کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مراد، زبید اور مذحج کا عامل بنایا، اور سعید بن العاص کو ان کا شریکِ کار مقرر فرمایا۔[۱]

[۱] ابن سعد

چلتے وقت فردہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی کہ یا رسول اللہ میری قوم میں جو شخص قبول اسلام سے انکار کرے، اس کا میں ان لوگون کی مدد سے جنھون نے اسلام قبول کیا ہے مقابلہ کرسکتا ہون؟ آپ نے اجازت مرحمت فرمائی، یہ اجازت لیکر وطن لوٹ گئے، ان کی واپسی کے بعد رسول اللہ صلعم نے پوچھا غطیفی (فردہ) کہان ہین، معلوم ہوا جاچکے، آپ نے فوراً آدمی دوڑا کر انھین واپس بلوایا، اور ہدایت فرمائی کہ تم اپنی قوم کو اسلام کی دعوت دینا، جو لوگ آمادہ ہون انھین مسلمان بنانا اور جو انکار کرین ان کے بارہ مین میری دوسری ہدایت کا انتظار کرنا[1] اس ہدایت کے ساتھ اپنے وطن پہنچے اور اپنے قبیلہ کی رشد وہدایت مین مشغول ہوگئے۔

فتنۂ ارتداد۔ حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ مین جب ارتداد کا فتنہ اٹھا تو ان کے قبیلہ کا ایک متمدد رئیس عمرو بن معدیکرب بھی اس کا شکار ہوگیا، فردہ نے اس کی ہجو مین اشعار کہے،[2]

فضل وکمال۔ گو فردہ بالکل آخری زمانہ مین مشرف باسلام ہوئے تاہم حدیث کی کتابین ان کی مرویات سے خالی نہین اور ابوداؤد اور ترمذی مین ان کی روایتین موجود ہین، شعبی اور ابوسبرہ نخعی ان کے رواۃ مین ہین،[3]

حضرت فضالہ لیثیؓ

نام ونسب۔ فضالہ نام، باپ کے نام مین اختلاف ہے، بعض عبداللہ، بعض وہب اور بعض عمیر بتاتے ہین، عمیر زیادہ مرجح ہے، نسب نامہ یہ ہے، فضالہ بن وہب بن بجرہ بن بجیرہ بن مالک بن عامر لیثی،

اسلام۔ عام مشرکین کی طرح فضالہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جانی دشمن تھے، فتح مکہ کے دن جب

[1] اسد الغابہ ج ۴ ص ۱۹۰ [2] اصابہ ج ۵ ص ۲۰۹ [3] تہذیب الکمال ص ۳۰۸،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خانۂ کعبہ کا طواف کر رہے تھے، فضالہ موقع پا کر قتل کرنے کے ارادہ سے آپ کی طرف بڑھے، قریب پہنچے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا فضالہ ہیں؟ کہا ہاں یا رسول اللہ! فرمایا ابھی تمہارا دل تم سے کیا باتیں کر رہا تھا، کہا کچھ نہیں، اللہ عزوجل کو یاد کر رہا تھا، یہ مصنوعی جواب سنکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہنس دیئے، اور استغفر اللہ کہہ کر ان کے سینہ پر ہاتھ رکھا، اس سے فضالہ کو بڑا سکون قلب محسوس ہوا، ان کا بیان ہے کہ ابھی آپ نے ہاتھ نہ ہٹایا تھا کہ میرا دل آپ کی محبت سے معمور ہو گیا اور تمام مخلوق میں کوئی آپ سے زیادہ محبوب باقی نہ رہا،

اس سعادت کے بعد گھر لوٹے، راستہ میں ایک عورت جس سے یہ باتیں کیا کرتے تھے ملی، اس نے معمول کے مطابق انھیں بلایا، مگر انھوں نے انکار کر دیا، اور یہ اشعار پڑھتے ہوئے آگے بڑھ گئے[1]

قالت ھلم إلی الحدیث فقلت لا　　یابی علیك اللہ والاسلام

اس نے کہا آؤ بات چیت کریں، میں نے کہا نہیں خدا اور اسلام نے تیری مخالفت کی ہے،

لو ما رأیت محمداً وقبیله　　بالفتح یوم تکسر الاصنام

کاش تو محمد اور ان کے ساتھیوں کو فتح کے دن دیکھتی جب وہ بت توڑ رہے تھے،

لرأیت دین اللہ اضحی بیننا　　والشرک یغشی وجھه الاظلام

تو تجھے نظر آتا کہ خدا کا دین ہمارے درمیان روشن ہو گیا، اور شرک کے چہرے کو تاریکی نے چھپا لیا

اسلام قبول کرنے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلامی فرائض کی تعلیم دی اور ہدایت فرمائی کہ نماز پنجگانہ پابندی کے ساتھ پڑھا کرو۔[2]

فضل و کمال | ان سے ان کے لڑکے عبداللہ نے روایت کی ہے حفاظتِ عصرین کی روایت

---

[1] سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۲۶۷ [2] اسد الغابہ ج ۴ ص ۱۸۲،

انہیں سے مروی ہے،

وفات	وفات کا زمانہ غیر متعین ہے،

۱۰۱ حضرت فیروز دیلمیؓ

اسلام	فیروز نام، ابو عبد اللہ کنیت، نسلاً عجمی تھے، حمیری قبائل کے ساتھ رہتے تھے،

اسلام	ان کے اسلام کا زمانہ متعین طور سے نہیں بتایا جا سکتا، ایک وفد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئے،

قبولِ اسلام کے وقت دو حقیقی بہنیں فیروز کے عقد میں تھیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان میں سے ایک کو رکھو اور دوسری کو الگ کر دو، صنعاء میں انگور کی بڑی پیداوار تھی، اور اس کی شراب بنتی تھی، ان کے اسلام لانے کے وقت شراب حرام ہو چکی تھی، اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا یا رسول اللہ ہمارے ملک میں انگور کی کثرت ہے، لیکن شراب حرام ہو چکی ہے، اب اس کو کس مصرف میں لایا جائے، فرمایا انہیں خشک کر لیا کرو، عرض کیا خشک کرنے کے بعد کیا کریں، فرمایا صبح کو بھگو دیا کرو اور شام کو پی لیا کرو اور شام کو بھگو کر صبح کو پی لیا کرو، انگور کا مسئلہ حل کرنے کے بعد عرض کیا یا رسول اللہ آپ کو معلوم ہے کہ ہم کون ہیں اور کہاں رہتے ہیں آپ کس کو ہمارا ولی بناتے ہیں، فرمایا خدا اور رسول کو، عرض کیا یا رسول اللہ، یہ ہمارے لیے بس ہے،[1]

اسود عنسی کے قتل میں شرکت	مشہور مدعیِ نبوت اسود عنسی کی شورش کو دبانے کے بعد اس کے کامل استیصال کے لئے قیس بن ہبیرہ کی ماتحتی میں جو مہم روانہ کی گئی تھی اس میں فیروز بھی تھے،

ان کا شمار اسود عنسی کے قاتلوں میں ہے، بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ قیس نے قتل کیا تھا

[1] مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۲۳۲،

اور بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ فیروز قاتل تھے، بعض روایتون سے پتہ چلتا ہو کہ قتل فیروز نے کیا تھا لیکن سر قیس نے تن سے جدا کیا تھا، حضرت عمرؓ اسود کے قتل کا سہرا فیروز کے سر باندھتے تھے، اور فرماتے تھے اس شیر نے قتل کیا ہے[1] بہرحال اگر فیروز نے تنہا قتل نہین کیا تھا تو اس کے قاتلون مین ضرور تھے، لاخلاف ان فیروز الدیلمی ممن قتل الاسود بن کعب عنسی[2]

اسود کے قتل کی خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے چندروز پیشتر مدینہ مین آگئی تھی، اور آپ کو اس پر بڑی مسرت تھی، ایک دن صبح سویرے آپ نے فرمایا کہ کل مبارک اہل بیت کے ایک مبارک فرد نے اسود کو قتل کیا ہے[3]

وفات حضرت عثمانؓ کے عہدِ خلافت مین وفات پائی[4]

فضل وکمال ان سے ان کے لڑکے ضحاک، عبداللہ اور سعید نے روایت کی ہے[5]

۱۰۲۔ حضرت قباث بن اشیمؓ

نام ونسب قباث نام، باپ کا نام اشیم تھا، نسب نامہ یہ ہے، قباث بن اشیم بن عامر بن ملوح بن یعمر ابن عوف بن کعب بن عامر بن لیث بن بکر بن عبد مناۃ بن کنانہ کنانی،

اسلام سے پہلے بدر مین مشرکین کے ساتھ تھے اس مین ان کی خاص اہمیت تھی،

اسلام وغزوات غزوۂ بدر کے بعد مشرف باسلام ہوئے اور بعض غزوات مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمرکابی کا شرف حاصل کیا[6]

شام کی فوج کشی شام کی فوج کشی مین مجاہدانہ شرکت کی، جنگ یرموک مین فوج کا ایک حصہ ان کے ماتحت تھا، شام کی تسخیر کے بعد دمشق مین مستقل سکونت اختیار کر لی،

دمشق کی سکونت

[1] فتوح البلدان بلاذری ص ۱۱۳ [2] استیعاب ج ۲ ص ۵۳۵ [3] ایضاً [4] اسد الغابہ ج ۴ ص ۱۸۶ [5] تہذیب الکمال ص ۳۰۳ [6] اسد الغابہ ج ۴ ص ۱۹۵، اصابہ ج ۵ ص ۲۲۰، اسد الغابہ ج ۴ ص ۱۹۰

وفات | وفات کے بارہ میں ارباب سیر خاموش ہیں، لیکن اتنا پتہ چلتا ہے کہ عبد الملک اموی کے عہد تک زندہ تھے،

احترام نبوت | آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اتنا احترام کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں اپنے سن کی زیادتی کو بھی بڑائی سے تعبیر نہ کرتے تھے، ایک مرتبہ عبد الملک نے ان سے پوچھا تم بڑے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قباث نے کہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے بڑے تھے، البتہ میں اُن سے سن میں زیادہ تھا،[1]

۱۰۳۔ حضرت قثم بن عباسؓ

نام و نسب | قثم، حضرت عباس بن عبد المطلب کے صاحبزادے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچیرے بھائی ہیں، نسب نامہ یہ ہے، قثم بن عباس بن عبد المطلب بن ہاشم بن قرشی ہاشمی، ماں کا نام لبابہ تھا، ننھیالی شجرہ یہ ہے، لبابہ بنت حارث بن حزن ہلالیہ، لبابہ حضرت خدیجہؓ کے بعد دوسری مسلمہ تھیں،[2]

بچپن | آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں بہت کم سن تھے، اس لئے بجز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر و محبت کے اس عہد کا اور کوئی واقعہ قابل ذکر نہیں ہے، آپ کو حضرت عباسؓ کی اولاد سے بڑی محبت تھی اور انھیں بہت پیار کرتے تھے، ایک مرتبہ قثم، عبد اللہ اور جعفر ساتھ کھیل رہے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری ادھر سے گذری تو جعفر اور قثم کو ساتھ بٹھا لیا،[3]

غسل جسم اطہر | آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت کسی حد تک شعور کو پہنچ گئے تھے، چنانچہ آپ کے غسل میت اور تجہیز و تکفین میں شریک تھے اور غسل دیتے وقت حضرت علیؓ کے ساتھ

---

[1] استیعاب ج ۲ ص ۵۵۰ [2] اسد الغابہ ج ۴ ص ۱۹۷ [3] مستدرک حاکم ج ۳ تذکرہ جعفر،

جسدِ اطہر کو کروٹین بدلاتے تھے[۱]، اور قبر انور مین اتارنے کے لیے بھی اترے تھے، اور جسد اطہر کو فرشِ خاک پر لٹانے کے بعد سب سے آخر مین قبر سے نکلے تھے، بعض راوی یہ آخری شرف حضرت مغیرہؓ کی طرف منسوب کرتے ہین، لیکن حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا بیان ہے کہ آخری شرف قثمؓ کو حاصل ہوا[۲]

امارت وفاتِ نبویؐ کے بعد شیخینؓ کے اختتام خلافت تک کے حالات پردۂ خفا مین ہین، حضرت علیؓ نے اپنے زمانہ مین باختلاف روایت مکہ یا مدینہ کی امارت پر سرفراز فرمایا[۳]،

شہادت امیر معاویہ کے عہدِ خلافت مین سعید بن عثمان کے ہمراہ خراسان کی فوج کشی مین شریک ہوئے اس سلسلہ کی بعض فتوحات کے مالِ غنیمت مین سے سعید نے ایک ہزار انہین دینا چاہا، انھون نے کہا پہلے تم اپنا پانچوان حصہ لو، اس کے بعد عام مجاہدین مین تقسیم کرو، ان سے بچنے کے بعد جو چاہے دیدینا[۴]، اسی سلسلہ کے معرکۂ سمرقند مین جام شہادت پیا[۵]،

حلیہ صورۃً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم شبیہ تھے، بعض شعرا نے اس پر طبع آزمائی بھی کی ہے[۶]

فضل وکمال علمی حیثیت سے وہ ممتاز صحابہ مین نہ تھے، ابن سعد لکھتے ہین "کان قثم ورعا فاضلا"، قثم پاکباز اور فاضل تھے[۷]، ابو اسحٰق سبیعی نے ان سے روایت کی ہے[۸]،

۱۰۴- حضرت قیس بن خرشہؓ

نام ونسب قیس نام، باپ کا نام خرشہ تھا، نسباً قبیلۂ بنو قیس بن ثعلبہ سے تعلق رکھتے تھے،

بیعتِ اسلام قیس کے زمانۂ اسلام کی صحیح تعیین نہین کیجا سکتی، ان کے دل مین مدت سے حق کی تلاش تھی، چنانچہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ آنے کے بعد بلا کسی خارجی تحریک کے اپنے

---

[۱] مسند احمد بن حنبل ج اول ص ۲۶۰ [۲] استیعاب ج ۲ ص ۵۵۱ [۳] اسد الغابہ ج ۴ ص ۱۹۷ [۴] ابن سعد ج ۷، ق ۲ ص ۱۰۱ [۵] اسد الغابہ ج ۴ ص ۱۹۷ [۶] استیعاب ج ۲ ص ۵۵۰ [۷] ابن سعد ج ۷، ق ۲ ص ۱۰۱ [۸] تہذیب الکمال ص ۳۱۸،

وطن سے مدینہ آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہو کر عرض گذار ہوئے، یارسول اللہ مین اس شے پر جو خدا کیجانب سے آپ کے پاس آئی ہے اور حق گوئی پر آپکے ہاتھون پر بیعت کرتا ہون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیس ممکن ہے آئندہ تم کو ایسے والیون سابقہ پڑے جن کے مقابلہ مین تم حق گوئی سے کام نہ لے سکو عرض کیا ایسا نہین ہو سکتا، خدا کی قسم جس چیز پر آپ سے بیعت کرونگا اسے ضرور پورا کرونگا، فرمایا اگر ایسا ہے تو تم کو کسی شر سے نقصان نہین پہنچ سکتا،

اس عہد پر اس سختی کے ساتھ قائم رہے کہ بنی امیہ کے زمانہ مین زیاد اور عبید اللہ بن زیاد جیسے ستم کیشون اور ظالمون پر برملا نکتہ چینی کرتے تھے، عبید اللہ نے ایکمرتبہ بلا کر کہا تم خدا اور رسول پر افترا پردازی کرتے ہو، کہا خدا کی قسم نہین مین ہرگز ایسا نہین کر سکتا، البتہ اگر تم کہو تو مین اس شخص کا نام بتادون جو ایسا کرتا ہے، عبید اللہ نے پوچھا بتاؤ، قیس نے کہا جس نے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کو پس پشت ڈال رکھا ہے، عبید اللہ نے کہا وہ کون، جواب دیا تم اور تمھارا باپ[۱]،

ان کی یہ حق گوئی صرف عبید اللہ ہی کی ذات تک محدود نہ تھی، بلکہ تمام ظالم حکام کے مقابلہ مین اسی حق گوئی سے کام لیتے تھے، کان شدیداً علی الولاۃ قوالا بالحق، قیس والیون کے معاملہ مین نہایت سخت اور بڑے حق گو تھے[۲]،

وفات | ان کی اس سخت گیری اور حق گوئی پر عبید اللہ انکا دشمن ہو گیا اور آخری مرتبہ بلا کر کہا تمھارا خیال ہے کہ تمکو کوئی نقصان نہین پہنچا سکتا، فرمایا بیشک میرا یہی خیال ہے، عبید اللہ نے کہا اچھا آج تمھارے اس جھوٹے خیال کی قلعی کھلی جاتی ہے، یہ کہکر سزا دینے والون کو بلایا، ارباب سیر کا متفقہ بیان ہے کہ قبل اس کے کہ سزا دینے والے پہنچین اور ان کے جسم کو ہاتھ لگائین ان کی روح قفسِ

---

[۱] اسد الغابہ ج ۴ ص ۲۱۳ [۲] استیعاب ج ۲ ص ۵۴۳،

عنصری سے پرواز کر گئی، اور وہ سزا کے شر سے بچ گئے،[1]

صحت عقائد | قیس نہایت راسخ العقیدہ تھے، پیشین گوئی وغیرہ کے مطلقاً قائل نہ تھے اور اسے خلاف مذہب سمجھتے تھے، ایک دن کعب کے ساتھ جا رہے تھے صفین کے میدان کے پاس پہنچے تو کعب نے ایک نظر ڈال کے کہا لا الہ الا اللہ اس خطۂ زمین پر مسلمانوں کی اتنی خونریزی ہوگی کہ کسی خطہ مین نہ ہوئی ہوگی، یہ سنکر قیس نے بگڑ کر کہا ابو اسحٰق یہ کیا کہتے ہو غیب کا علم صرف خدا کو ہے،[2]

۱۰۵ حضرت قیس بن عاصمؓ

نام و نسب | قیس نام، ابو علی کنیت، نسب نامہ یہ ہے قیس بن عاصم بن خالد بن منقر بن عبید ابن مقاعس بن عمر بن کعب بن سعد بن زید بن مناۃ بن تمیم تمیمی منقری،

قیس اپنے قبیلہ کے سردار تھے اور زمانۂ جاہلیت مین بڑے وقار و تمکنت سے رہتے تھے، ایکبار انھون نے اپنی جاہلی زندگی کا حال بتایا کہ مین نے اس زمانہ مین بھی کوئی برا کام نہین کیا اور نہ کبھی کسی تہمت سے متہم ہوا، ہمیشہ فوجی سوارون مین یا پنچایت کی مجلسون مین یا مجرمون کی حمایت مین رہتا تھا،[3]

البتہ لازمۂ امارت شراب بہت پیتے تھے، ایک دن بدمستی کی حالت مین اپنی لڑکی کے پیٹ کی شکنون پر ہاتھ ڈال دیا اور مان باپ کو نہایت فحش گالیان سنائین، شب ماہ تھی، چاند دیکھکر اور ترنگ بڑھی، اول فول بکنے لگے، اور مدہوشی کے عالم مین بادہ فروش کو ایک خطیر رقم دے ڈالی، جب نشہ ہرن ہوا تو لوگون نے بدمستی کے واقعات سنائے، انھین سنکر اس قدر نادم اور شرمسار ہوئے کہ اسی دن سے توبہ کرلی، اور پھر کبھی شراب کو منہ نہین لگایا

[1] استیعاب ج ۲ ص ۵۳۴ [2] اسد الغابہ، استیعاب ج ۲ ص ۵۳۴ [3] اصابہ ج ۵ ص ۲۵۸،

اشعارِ ذیل اس واقعہ کی یادگار ہین[1]،

رایت الخمر صالحۃ و فیہا خصال تفسد الرجل الحلیما

مین شراب کو اچھی چیز سمجھتا تھا لیکن اس مین بعض ایسے اوصاف ہین جو حلیم اور سنجیدہ آدمی کے اخلاق بگاڑ دیتے ہین،

فلا واللہ اشرب بہا صحیحاً ولا اشفی بہا ابدا سقیماً

خدا کی قسم اب کبھی نہ اس کو صحت کی حالت مین پیونگا اور نہ بیماری مین دوا کیلیے استعمال کرونگا،

اسلام ۹؁ھ مین تمیم کے وفد کیساتھ مدینہ آئے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک پر مشرف باسلام ہے، آپ نے فرمایا یہ بادیہ نشینون کے سردار ہین، کچھ دنون کے بعد امارتِ صدقہ کی خدمت سپرد ہوئی،[2]

غزوات قبولِ اسلام کے بعد غالباً سب سے اول غزوۂ حنین مین شریک ہوئے، اس غزوہ مین فوج کے اس حصہ مین تھے جس نے پہلے بنو ہوازن کو پسپا کر دیا تھا، لیکن پھر مالِ غنیمت کی لوٹ مین شکست کھا گیا تھا،[3]

وصیت اور وفات بصرہ آباد ہونے کے بعد یہان مستقل سکونت اختیار کر لی، یہین مرض الموت مین مبتلا ہوئے، جب زندگی سے مایوسی ہوگئی تو لڑکون کو بلا کر حسب ذیل وصیت کی،

میرے بچو جب مین اس دنیا سے گذر جاؤن تو جو تم مین سب سے بڑا ہو اس کو سردار بنانا اور اپنے بزرگون کا صحیح جانشین اور نمونہ بننے کی کوشش کرنا، اپنے چھوٹے کو سردار نہ بنانا ورنہ تمہارے ہم چشم تم پر نکتہ چینی کرین گے، مجھ پر نوحہ نہ کرنا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی ممانعت فرمائی ہے،

---

[1] استیعاب ج ۲ ص ۵۰۴ [2] ابن سعد ج ۷، ق اول ص ۲۳ ہسنہ کی تعیین اسد الغابہ سے کیگئی ہے،

[3] سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۳۸۷،

مال کی اصلاح و حفاظت مد نظر رکھنا، اس سے شرفاء کی شان بڑھتی ہے، اور کمینون سے استغنا بنا رہتا ہے، اپنے اونٹون کو بے محل نہ صرف کرنا، لیکن برمحل صرف کرنے مین بخل بھی نہ کرنا، کم اصلون سے شادی نہ کرنا، ممکن ہے اس سے وقتی مسرت حاصل ہو لیکن اس سے جو خرابی پیدا ہوگی وہ اس مسرت سے کہین زیادہ نقصان رسان ہوگی، اپنے دشمن کی اولاد سے بچتے رہنا، وہ اپنے بزرگون کی طرح تمھاری دشمن ہوگی، مجھکو ایسے مقام پر دفن نہ کرنا جہان بکر بن وائل کا گذر ہو سکے، زمانۂ جاہلیت مین ان کے ساتھ میرے اختلاف اور جھگڑے رہ چکے ہین، اس لئے خطرہ ہے کہ وہ انتقام مین میری قبر کھدوا ڈالین گے اور تم اس کے انتقام مین انکی دنیا اور وہ تمھاری آخرت برباد کرین گے، پھر ترکش سے ایک تیر نکال کر بڑے لڑکے کو دیا، اور کہا اسکو توڑو اس نے توڑ دیا، پھر دو تیر ایک ساتھ توڑنے کو دیے، اس نے کوشش کی مگر نہ توڑ سکا، یہ مشاہدہ کرانے کے بعد کہا کہ اتحاد و اتفاق اور تشتت و اختلاف مین تمھاری حالت اسی تیر کی طرح ہے، یعنی اگر متفرق رہوگے تو ہر شخص زیر کرلیگا اور اگر مل کر رہوگے تو کوئی نقصان نہ پہنچا سکے گا،[1]

اولاد | وفات کے بعد ۳۲ لڑکے یادگار چھوڑے، ہزارون کی تعداد مین مویشی تھے جو صحرانشینون کی سب سے بڑی دولت ہے،[2]

فضل وکمال | گو قیس بہت آخر مین مشرف باسلام ہوے، تاہم چند احادیث ان کے حافظہ مین محفوظ تھین، ان کے لڑکے حکیم اور احنف نے ان سے روایت کی ہے،[3] شاعر بھی تھے، کلام کا نمونہ اوپر گذر چکا ہے،

اخلاق | نہایت عاقل و فرزانہ، حلیم الطبع اور فیاض تھے،[4] جاہلیت کی حمیت مین اپنی لڑکی زندہ دفن کردی تھی، زمانۂ اسلام مین اس کا کفارہ ادا کیا،[5]

---

[1] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۶۱۱ و ۶۱۲ [2] اصابہ ج ۵ ص ۲۵۵ [3] تہذیب الکمال ص ۳۱۷ [4] ایضاً [5] اصابہ ج ۵ ص ۲۵۹

حلم | طبیعت مین حلم غالب تھا، ایک مرتبہ اون کے بھتیجے نے ان کے ایک لڑکے کو مار ڈالا، لوگ اس کو پکڑ کے مع مقتول کی لاش کے قیس کے پاس لائے، قیس نے بھتیجے کی اس شقاوت پر کوئی انتقام نہین لیا، بلکہ بحیثیت بزرگ کے اس کو نصیحت کرنے لگے کہ تم نے کتنا برا کام کیا، خدا اور رسول کے گنہگار ہوئے، اپنے چچیرے بھائی کو قتل کرکے قطع رحم کیا، خود اپنے کو اپنے تیر سے زخمی کرکے اپنا جتھا کمزور کیا نصیحتین کرکے دوسرے بیٹے سے کہا، ان کی مشکین کھول دو اور اپنے بھائی کی تجہیز و تکفین کا انتظام کرو، اور مقتول لڑکے کی ماں کو اپنے پاس سے دیت ادا کی۔[1]

تعمیل فرمان نبوی | قیس نہایت دولتمند تھے، لیکن بہت سمجھ بوجھ کر خرچ کرتے تھے، ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی دولت کے متعلق چند سوالات کیے، آپ نے فرمایا، تم کو اپنا مال پسند ہے، یا اپنے موالی کا، عرض کیا اپنا مال، فرمایا تمھارا مال تو وہی ہے، جس کو کھا پی کر ختم کردو، پہن اوڑھ کر پرانا کردو، دے لیکر برابر کردو، ورنہ وہ تمھارے موالی کا ہے، عرض کی اگر زندہ رہا تو اونٹ کے گلّے اپنی زندگی ہی مین ختم کردونگا، چنانچہ بڑا حصہ زندگی مین ختم کردیا۔[2]

۱۰۲- حضرت کرز بن جابر فہری رضی اللہ عنہ

نام ونسب | کرز نام، باپ کا نام جابر تھا، نسب نامہ یہ ہے، کرز بن جابر بن حسیل بن لاحب ابن حبیب بن عمرو بن شیبان بن محارب بن فہر بن مالک قرشی فہری۔

اسلام سے پہلے | آغاز اسلام مین قریش کا بچہ بچہ مسلمانون کا دشمن تھا، اور مقدور بھر انھین تکلیف پہنچانے کی کوشش کرتا تھا، کرز بھی اس سے مستثنیٰ نہ تھے، مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر کوہ جمار کے قریب مسلمانون کے اونٹ چرا کرتے تھے، کرز نے سنہ ھ مین چھاپہ

---

[1] اسد الغابہ ج ۴ ص ۲۲۰ [2] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۶۱۲،

مار کر انھین لوٹ لیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہ نفس نفیس ان کے تعاقب مین نکلے۔ وادیِ صفوان مین پہنچکر معلوم ہوا کہ کرز نکل جا چکے، اس لیئے آپ لوٹ گئے[1]،

اسلام اس واقعہ کے کچھ دنون بعد کرز مشرف باسلام ہوگئے[2]،

ایک سریہ ۶ھ مین قبیلہ عرنیہ کے اٹھارہ آدمی مدینہ آکر مشرف باسلام ہوئے۔ یہان کی آب وہوا انھین ناموافق ہوئی، طحال ہوگیا، تھوڑے فاصلہ پر مقام ذی الجدد مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مویشی چرا کرتے تھے، یہان کی آب ہوا اچھی تھی، آپنے نومسلم عرینون کو حکم دیا کہ وہین جاکر رہو اور اونٹون کا دودھ استعمال کرو، کچھ دنون مین توانائی آجائیگی، چنانچہ یہ لوگ وہان جاکر رہنے لگے، جب کھا پی کر توانا وتندرست ہوگئے تو اونٹون کو لیکر بھاگ گئے، آپکے غلام نے روکنے کی کوشش کی تو اس کے ہاتھ پاؤن کاٹ کر آنکھون مین کانٹے چبھو دیئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہوئی تو آپنے کرز کو بیس سوارون کے ساتھ ان کے تعاقب مین روانہ کیا، کرز انھین گرفتار کر کے لائے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ان کی شقاوت کا پورا قصاص لیا[3]،

شہادت فتح مکہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھے، کرز اور حبیش خالد بن ولید رض کے دستہ مین تھے، اتفاق سے دونون خالد سے چھوٹ کر دوسرے راستہ پر جا پڑے، یہان کچھ مشرک ملے، انھون نے حبیش کو شہید کر دیا، کرز نے ان کی لاش سامنے کر لی، اور یہ رجز:

قد علمت صفراء من بنی فھر ۔۔۔ نقیۃ الوجہ نقیۃ الصدر

بنی فہر کی زرد رنگ اور صاف چہرے اور سینہ والی عورتین جانتی ہین،

---

[1] ابن سعد حصہ مغازی ص ۲، [2] اسد الغابہ ج ۴ ص ۲۳۳، [3] ابن سعد حصہ مغازی ص ۶۷ وسیرۃ ابن ہشام ج ۲ ص ۷، یہ واقعہ صحیحین مین بھی ہے،

۱۰۹۔ حضرت کہمس الہلالی رض

نام ونسب | کہمس نام، باپ کا نام معاویہ تھا، نسب نامہ یہ ہے، کہمس بن معاویہ بن ابی ربیعہ ہلالی،

اسلام | ان کے اسلام کا زمانہ متعین طور پر نہیں بتایا جاسکتا، اس سلسلہ میں صرف اس قدر معلوم ہے کہ اپنے جائے قیام پر مشرف باسلام ہوئے، اور مدینہ آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے اسلام کی اطلاع دی،

وطن کی واپسی وعبادت | اطلاع دینے کے بعد پھر وطن لوٹ گئے، اور ہمہ تن عبادت وریاضت میں مشغول ومنہمک ہوگئے، اور کامل ایک سال تک رات بھر جاگ کر عبادت کرتے، اور دن کو روزہ رکھتے رہے، دوسرے سال پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، شدتِ ریاضت سے رنگ، روپ بدل گیا تھا، بدن سوکھ کر کانٹا ہو رہا تھا، آپ کو پہچاننے میں دشواری ہوئی، بار بار سر سے پاؤں تک غور سے ملاحظہ فرماتے تھے، مگر نہ پہچان سکے، آخر میں کہمس نے عرض کیا رسول اللہ! شاید آپ مجھے غور کر رہے ہیں، فرمایا ہاں تم کون ہو؟ عرض کی کہمس الہلالی گذشتہ سال حاضر ہوا تھا، اب میں بالکل سوکھ گیا ہوں، آپ نے پوچھا ایسی حالت کیوں ہو گئی، عرض کی گذشتہ حاضری کے بعد سے برابر رات کو جاگتا اور دن کو روزہ رکھتا رہا، فرمایا تم کو اس قدر تکلیف اٹھانے کا کس نے حکم دیا تھا، مہینہ میں صرف ایک روزہ کافی ہے، عرض کی مجھ میں اس سے زیادہ روزہ رکھنے کی طاقت ہے، فرمایا خیر تین سہی[1]

[1] ابن سعد ج ۷ ق اول ص ۱۳،

۱۱۰۔ حضرت لبید بن ربیعہؓ

نام و نسب — لبید نام، ابو عقیل کنیت، نسب نامہ یہ ہے، لبید بن ربیعہ بن عامر بن مالک بن جعفر بن کلاب بن ربیعہ بن عامر بن صعصعہ، عامری لبید کے والد ربیعہ اپنے قبیلہ کے بڑے فیاض، سیر چشم اور غربا پرور لوگوں میں تھے، ان کی غربا پروری نے قوم سے "ربیع المقترین"، کا لقب حاصل کیا تھا۔

اسلام سے پہلے — لبید زمانہ جاہلیت کے فحول شعراء میں تھے، ان کی سحر بیانی زمانہ جاہلیت کے مشاعروں کو گرماتی اور ارباب ذوق کو تڑپاتی تھی،

وہ ابتدا سے سلیم الفطرت تھے، اور اسلام سے پہلے بھی ان کی شاعری معارف و حقائق سے معمور ہوتی تھی، حسب ذیل شعر زمانہ جاہلیت کا بیان کیا جاتا ہے[1]

وکل امرئ یوماً سیعلم سعیہ — اذا کشفت عند الالہ المحاصل

(ہر انسان کو اپنی کوششوں کا نتیجہ اس وقت معلوم ہوگا جب اسکے نتائج خدا کے سامنے ظاہر ہونگے،

اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے بعض اشعار کو پسند فرماتے تھے، چنانچہ آپ کو انکا یہ مصرعہ، الاکل شئ ماخلا اللہ باطل بہت پسند تھا، اس کے متعلق فرماتے تھے کہ شعراء کے کلام میں لبید کا یہ کلام بہت سچا ہے[2]

اسلام — لبید نے اسلام کا زمانہ پایا، فطرت ابتدا سے سلیم تھی اس لئے اپنے قبیلہ بنی جعفر بن کلاب کے وفد کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر مشرف باسلام ہوگئے[3]

اکثر ارباب سیر کا بیان ہے کہ اسلام کے بعد شاعری ترک کردی تھی، قال اکثر اھل

---

[1] طبقات الشعراء ابن قتیبہ، ص ۱۵۳، [2] استیعاب ج اول ص ۲۳۵ [3] استیعاب ج اول ص ۲۳۵

الاخبار ان لبید لم یقل شعراً منذ اسلم[1]

لیکن یہ بیان علی الاطلاق صحیح نہین معلوم ہوتا، ان کے بعض اشعار خود بتلاتے ہین کہ وہ اسلام کے بعد کہے گیے ہین ابن قتیبہ نے اس کے ثبوت مین یہ شعر نقل کیا ہے،

الحمد للہ لم یأتنی اجلی　　حتی اکتسیت من الاسلام سربالا

خدا کا شکر ہے کہ مجھے اس وقت تک موت نہین آئی جب تک مین نے اسلام کا خلعت نہین پہن لیا،

لیکن بعض اخباری اوپر کے شعر کی نسبت لبید کی طرف صحیح نہین سمجھتے اور اس کے بجاے یہ شعر نقل کرتے ہین :-

ما عاتب المرء الکریم کنفسہ　　والمرء یصلحہ القرین الصالح

شریف آدمی کو خود اس کی ذات کی طرح دوسرا عتاب نہین کرسکتا اور انسان کی اصلاح اسکا صالح ہم جلیس کرتا ہے،

بہرحال دونون شعرون مین سے جو شعر بھی صحیح مانا جاے اس مین صاف اسلامی رنگ جھلکتا ہے پہلے مین زیادہ واضح ہے، اور دوسرے مین اس سے کم، تاہم اس مین شبہہ نہین کہ قبول اسلام کے بعد انھین شاعری سے کوئی دلچسپی باقی نہ رہ گئی، اور قرآن کے پرتاثیر اور سحر آفرین کلام کے بعد وہ شاعری کرنا عبث سمجھتے تھے۔

حضرت عمرؓ بڑے سخن فہم اور سخن سنج تھے، اپنے زمانۂ خلافت مین ایک مرتبہ اپنے ایک عامل کو لکھا کہ لبید سے پوچھو کہ زمانۂ اسلام مین کون سے اشعار کہے، انھون نے جواب مین کہلا بھیجا کہ خدا نے شعر کے عوض مجھے بقرہ اور آل عمران دی ہے، یعنی اس سحر آفرین کلام کے بعد شاعری بے مزہ ہے، اس جواب پر حضرت عمرؓ نے ان کا وظیفہ بڑھا کر دو ہزار کر دیا، امیر معاویہ نے اپنے زمانہ مین ان سے کہا بعید میرا تمھارا وظیفہ برابر ہے مین تمھارا وظیفہ گھٹا دون گا، انھون نے

[1] استیعاب ج اول ص ۲۳۵ واصابہ تذکرہ لبید بن ربیعہ،

کہا، کچھ دن اور ٹھہر جایئے، اس کے بعد اپنا اور میرا دونوں کا وظیفہ تنہا خود لے لیجئے گا۔ امیر معاویہ ان کے اس جواب سے بہت متاثر ہوئے اور وظیفہ کی رقم مین کوئی کمی نہین کی،[1]

وفات | سنہ ۴۱ھ مین کوفہ مین وفات پائی، وفات کے وقت ۱۴۵ سال کی عمر تھی،[2]

فضل وکمال | ان کے دیوانِ فضائل مین شاعری کا عنوان بہت جلی ہے، عرب کے فحول شعراء مین تھے، عرب کی صفِ شعراء مین ان کی ممتاز جگہ تھی، وہ جاہلیت کے مشاعرون کے صدر نشین تھے، بڑے بڑے ناقدین فن ان کی سحر بیانی کے مداح و معترف ہین، مشہور ناقد شعر ابو عبد اللہ بن سلام جمحی طبقات الشعراء مین لکھتے ہین کان عذاب المنطق رقیق حواشی الکلام[3] خود ان کے زمانہ کے بعض نامور شعراء ان کے کلام کا اتنا لوہا مانتے تھے کہ اسے سنکر سر بسجود ہو جاتے تھے عرب کا نامور شاعر فرزدق ایک مرتبہ ان کا یہ شعر

وجلا السیول عن الطلول کانہا زبر تجد متونہا اقلامہا

اور سیلاب نے ٹیلون کو اس طرح صاف کر دیا گویا ٹیلے کتاب کے صفحات ہین جن کے تن کو قلم نے درست کیا، پڑھکر سجدہ مین گر گیا، لوگون نے پوچھا یہ کیا، اس نے کہا جسطرح لوگ قرآن کے مقاماتِ سجدہ کو پہچانتے ہین، مین شاعری کے مقام سجود کو پہچانتا ہون،[4]

عام حالات | لبید فیاضی، شہسواری، بہادری اور صداقت تمام اوصافِ شرافت سے آراستہ تھے۔ فیاضی باپ سے وراثۃً ملی تھی، انھون نے جاہلیت مین عہد کیا تھا کہ جب بادِ صبا چلا کرے گی تو جانور ذبح کر کے لوگون کو کھلایا کرین گے، اس فیاضانہ عہد پر ہمیشہ اور ہر حالت مین قائم رہے، چنانچہ کوفہ کے دوران قیام مین جب ان کی مالی حالت نہایت خراب ہو گئی تھی، اس وقت بھی یہ رسم جاری رکھی، لوگ ان کے عہد اور ان کی حالت سے واقف تھے، اس لئے جب بادِ صبا

[1] طبقات الشعراء ابو عبد اللہ بن سلام جمحی ص ۳۰ [2] اسد الغابہ ج ۴ ص ۲۶۲ [3] ایضاً [4] طبقات الشعراء ابو عبد اللہ جمحی ص ۳۰ [5] اصابہ ج ۶ ص ۵

چلتی تھی تو بطور امداد کے اونٹ جمع کرکے دیتے تھے اور لبید انھیں ذبح کرکے اپنا عہد پورا کرتے تھے۔[1]

شاعری اصطلاحی معنوں میں جھوٹ کا دوسرا نام ہے، اسی لئے جھوٹ اور مبالغہ کو شاعری سے تعبیر کرتے ہیں، لیکن لبید کی زبان سے سچ کے علاوہ کبھی جھوٹ بات نہ نکلتی تھی،[2] ارباب سیر ان کے اوصاف کی یہ تصویر کھینچتے ہیں، کان لبید بن ربیعۃ ابو عقیل فارسا شاعرا شجاعا شریفا فی الجاھلیۃ والاسلام لبید بن ربیعہ ابو عقیل شہ سوار، شاعر، شجاع اور جاہلیت واسلام دونوں میں معزز اور شریف تھے۔[3]

۱۱۱ حضرت ماعزؓ بن مالک

نام ونسب ماعز نام، باپ کا نام مالک تھا، قبیلہ اسلم سے نسبی تعلق رکھتے تھے،

اسلام ان کے اسلام کا زمانہ متعین طور سے نہیں بتایا جاسکتا، غالباً اپنے قبیلہ کے ساتھ کسی وقت مشرف باسلام ہوئے ہونگے،

توبۃ النصوح کی اعلیٰ ترین مثال ماعز کی زندگی کا ایک نہایت بدنما اور ایک صحابی کی شان سے فروتر واقعہ صحاح میں ملتا ہے، یہ واقعہ گو بظاہر نہایت مکروہ ہے، لیکن خطاکاروں کے لئے اس میں بڑا درس بصیرت اور بہترین اسوہ پنہاں ہے، اس سے بڑھ کر توبۃ النصوح کی مثال نہیں مل سکتی اس لئے اس حیثیت سے اسکا لکھنا ضروری ہے، ممکن ہے اس اسوہ سے کسی خطاکار کو توبۃ النصوح کی توفیق ہو،

ماعز گو صحابی تھے لیکن پیغمبر کے علاوہ کوئی انسان معصوم اور نفسانی کمزوریوں سے مستثنی

---

[1] استیعاب ج اول ص ۲۳۴ [2] طبقات الشعراء ابو عبداللہ جمحی ص ۲۰ [3] استیعاب ج اول ص ۲۳۳

نہیں، چنانچہ ایک مرتبہ ماعزؓ سے بھی زنا کی لغزش ہوگئی۔ اس وقت جذبات کے طوفان میں کچھ نہ دکھائی دیا، جب ہوش آیا تو اس لغزش کا احساس ہوا اسی وقت دوڑتے ہوئے بے تابانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے پاک کیجئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سمجھ گئے۔ لیکن اس خیال سے کہ جب خدا نے پردہ ڈالا ہے تو اسے کیوں اٹھایا جائے فرمایا جاؤ خدا سے مغفرت چاہو، اور اس کے حضور میں توبہ کرو، یہ جواب سنکر ماعزؓ لوٹ گئے لیکن تھوڑی دور جاکر پھر لوٹ آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے پاک کیجئے، پھر آپ نے وہی جواب دیا۔ جاؤ خدا سے توبہ اور استغفار کرو، پھر یہ لوٹ گئے، تھوڑی دور جاکر پھر واپس آئے اور کہا یا رسول اللہ! مجھے پاک کیجئے، پھر وہی جواب ملا، ماعزؓ پھر لوٹ گئے، لیکن دل کی خلش کسی طرح قرار نہیں لینے دیتی تھی، اس لیے چوتھی مرتبہ پھر آئے، اس مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف صاف پوچھا کس چیز سے پاک کروں، عرض کیا زنا کی گندگی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس صریح اعتراف کا اس لیے پورا یقین نہیں آیا کہ کوئی عاقل انسان ایسے فعل کا بھی اقرار کرسکتا ہے، جسکا نتیجہ یقینی طور پر جان سے دھونا ہے۔ اس لئے آپ نے لوگوں سے پوچھا انھیں جنون تو نہیں ہے، معلوم ہوا نہیں اس قسم کی کوئی شکایت نہیں ہے، پھر دریافت فرمایا شراب تو نہیں پی ہے۔ ایک شخص نے اٹھکر منہ سونگھا، مگر شراب کا کوئی اثر نہ تھا، یہ شکوک دور کرنے کے بعد آپ نے پھر زیادہ وضاحت کے ساتھ دریافت فرمایا کیا تم نے واقعی زنا کیا ہے۔ ماعزؓ نے اثبات میں جواب دیا اس اعتراف کے بعد تاویل کی کوئی گنجایش باقی نہ تھی اس لئے آپ نے سنگسار کرنے کا حکم دیا، جسکی فوراً تعمیل کیگئی، ایسے موقع عموماً جلنے منہ ہوتے ہیں اتنی ہی باتیں ہوتی ہیں، کوئی کہتا ماعزؓ تباہ ہوگئے ان کے گناہوں نے انھیں گھیر لیا، کوئی کہتا ماعزؓ سے بڑھکر کسی کی خالص توبہ نہیں، انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

علیہ وسلم کے ہاتھ میں ہاتھ دیکر کہا کہ مجھے سنگسار کیجیے۔ کئی دن تک اس قسم کی رائے زنیاں ہوتی رہیں

دو چار دن کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کے مجمع میں تشریف لائے اور سلام کر کے بیٹھ گئے

اور فرمایا تم لوگ ماعز بن مالک کے لئے مغفرت کی دعا کرو، سبنے مل کر مغفرت کی دعا کی اسکے بعد

آپنے فرمایا ماعز نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر اس کو تمام امت پر تقسیم کر دیا جائے تو اس کے لئے تنہا

یہی توبہ کافی ہے،[1]

اس واقعہ سے سبق اس میں شبہہ نہیں کہ ماعز کی یہ لغزش ان کے مرتبۂ صحابیت سے بہت فروتر

تھی، لیکن اس کا یہ روشن پہلو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا اس واقعہ میں ان کی نظرت کمزوری سے زیادہ اہل

نظر کو ان کے قلب کی صفائی اور ان کی روح کی پاکیزگی نظر آتی ہے،

ماعز سے زنا کی لغزش ہوتی ہے، جس کی سنگساری جیسی دردناک سزا ہے، ماعز کو اس کا

یقین ہے کہ اگر انھوں نے اس کا اعتراف کیا تو پتھروں سے مار مار کر ہلاک کر دیئے جائینگے، جو

ان کے علاوہ کسی انسان کو اس لغزش کا علم نہیں، اگر وہ چاہتے تو کسی کو کانوں کان خبر نہ ہونے

پاتی، لیکن روح کی پاکیزگی معصیت کے اس دھبہ کو نہیں برداشت کرتی ہے، او ماعز آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر گناہ کا اقرار کرتے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس

خیال سے کہ جب خدا نے ان کے گناہ پر پردہ ڈالا ہے تو دنیا میں کیوں رسوا کیا جائے، چشم پوشی

فرماتے ہیں، اور ایک مرتبہ نہیں تین تین بار ماعز کو واپس کرتے ہیں کہ جاؤ خدا سے مغفرت

چاہو، اور اس کے سامنے توبہ کرو، لیکن ماعز کے دل کو تسکین نہیں ہوتی اور اس قانون کے

مطابق،[2]

من اصاب من ذالک شیئاً فعوقب — جو شخص ان میں (شرک، چوری، زنا) سے،

[1] مسلم کتاب الحدود باب من اعترف علی نفسہ بالزنا [2] بخاری کتاب الحدود باب السارق اذا سرق ۔

فهو کفارتہ، کسی شے کا مرتکب ہو اور اس کو اس کی

سزا ملے تو یہ سزا اس کا کفارہ ہے،

ظاہر ہیں دنیا میں اپنے کو رسوا کرا کے اپنے اوپر حد جاری کراتے ہیں اور دنیا سے پاک وصاف اٹھتے ہیں کہ عاقبت میں کوئی مواخذہ باقی نہ رہے، اس واقعہ میں ایسا نظر آتا ہے، کہ اسلام نے اپنے پیروون میں ہر طرح کے اخلاقی نمونے پیدا کئے تھے، ان نمونون میں ایک ایسی مثال کی بھی ضرورت تھی کہ اگر کوئی مسلمان انسانی کمزوری سے آلودۂ معصیت ہو جائے تو اس کا کفارہ کس طرح سے ادا کرنا چاہیے، اس نمونہ کے لئے ماعز کی ذات انتخاب ہوئی، جنھون نے ایک لغزش کی سزا مین دنیا کی رسوائی اور انتہائی دردناک سزا برداشت کر کے مسلمانون کو سبق دیدیا کہ اس طرح دنیا مین گناہون کا کفارہ ادا کیا جاتا ہے،

۱۱۲- حضرت مثنیٰ بن حارثہ شیبانی رضؓ

نام ونسب مثنیٰ نام، باپ کا نام حارثہ تھا، نسب نامہ یہ ہے، مثنیٰ بن حارثہ بن سلمہ بن ضمضم بن سعد بن مرہ بن ذہل بن شیبان بن ثعلبہ بن عکابہ بن صعب بن علی بن بکر بن وائل، ربعی شیبانی،

قبولِ اسلام سے پہلے ان کا اثر مثنیٰ اپنے قبیلہ کے ممتاز رؤسا مین تھے، دعوتِ اسلام کے آغاز مین جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغِ اسلام کے لئے قبائلِ عرب مین دورہ کیا تو حضرت ابوبکرؓ کے ہمراہ مثنیٰ کے قبیلہ بنی شیبان مین بھی تشریف لے گئے، اور کلام اللہ کی یہ آیات،

قل تعالوا اتل ما حرم کہدو آؤ مین تمھین پڑھ کر بتاؤن جو چیزین

رَبُّکُمْ عَلَیْکُمْ — تمھارے رب نے تم پر حرام کی ہین،

اور

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَاءِ ذِی الْقُرْبیٰ ، — اللہ تعالیٰ کو انصاف، احسان اور قرابت داروں کو داد و دہش کا حکم دیتا ہے،

پیش کرکے بنی شیبان کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی، ، دوسرے قبیلہ مین اس وقت مثنیٰ مفروق اور ہانی وغیرہ موجود تھے، ان سب نے بالاتفاق کلام ربانی کی سحرآفرین بلاغت اور اس کی تعلیمات کی پاکیزگی کا اعتراف کیا۔ مثنیٰ نے کہا جیسی پاکیزہ تعلیم ہے ویسی ہی پاکیزہ کلام بھی ہے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطب ہوئے کہ مین نے تمھاری گفتگو سنی۔ تمھاری باتین خوب ہین اور تمھارا کلام نہایت حیرت انگیز ہے، لیکن افسوس اس وقت ہم اس کو قبول کرنے سے مجبور ہین، اس لئے کہ ہم مین اور کسریٰ مین معاہدہ ہے کہ ہم نہ کسی جدید تحریک کو قبول کرین گے اور نہ کسی مجدد کو پناہ دین گے۔ ممکن ہے جس چیز کو تم پیش کر رہے ہو، وہ کسریٰ کے خلاف ہو اس لیے اس وقت ہم اسے نہین قبول کرسکتے، اس کے لئے البتہ ہم تیار ہین کہ عرب کے قرب و جوار کے فرمان رواؤن کے مقابلہ مین تمھاری حفاظت اور اعانت کرین،

گو مثنیٰ کلام پاک کی سحرآفرینی اور اس کی تعلیمات سے پورے طور پر متاثر ہوئے لیکن تقدم فی الاسلام کا شرف ان کے مقدر مین نہ تھا، اس لئے اس وقت اسلام کے شرف سے محروم رہگئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی کمزوری پر ان کی اخلاقی امداد قبول کرنے سے انکار کردیا، اور فرمایا اعترافِ حق کے بعد اس سے ابا کیسا، خدا کا دین محض اس کا ایک شعبہ قبول کرنے سے قبول نہین ہوتا، جب تک اسے کل نہ قبول

کیا جائے[1]

اسلام | بالآخر ۹ھ میں اپنے قبیلہ کے ساتھ مدینہ آکر مشرف باسلام ہوئے[2]

فتوحات عراق | مثنیٰ نے بہت آخری زمانہ میں اسلام قبول کیا اور اس کے چند ہی دنوں کے بعد رسالت کا بابرکت زمانہ ختم ہوگیا، اس لئے اس عہد کا کوئی واقعہ ذکر کے قابل نہیں ہے، ان کے کارناموں کا آغاز عہد صدیقی سے ہوتا ہے، مثنیٰ کا قبیلہ ان ستم کش قبائل میں تھا جو مدتون سے حکومت ایران کا تختہ مشق بنتے چلے آرہے تھے جس کا ثبوت کسریٰ اور ان کے قبیلہ کا معاہدہ ہے، حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ میں جب ایران میں سیاسی انقلابات ہوئے اور ایک عورت بوران دخت تخت پر بیٹھی، اور ایرانیون کی قوت کمزور پڑی تو ان قبائل کو جنھیں ایرانی حکومت عرصہ سے تختہ مشق بناتی چلی آرہی تھی، ایرانیون سے انتقام لینے کا موقع ملا، چنانچہ مثنیٰ نے جو اسی تیر کے زخم خوردہ تھے، حضرت ابوبکرؓ کو لکھا کہ اس وقت ایران کی حالت نہایت ابتر ہے، اندرونی انقلابات اور اختلافات کی وجہ سے ان میں مدافعت کی قوت نہیں ہے، اس سے بہتر فوج کشی کا موقع نہیں مل سکتا[3]

یہ اطلاع بھیجنے کے بعد خود بھی مدینہ پہنچے اور حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ اگر اجازت ہو تو میں اپنے قبیلہ کو لے کر ایرانیون کے مقابلہ میں نکلون، اپنی سمت کے لئے تنہا میں کافی ہون، ان کی مستعدی دیکھکر حضرت ابوبکرؓ نے اجازت دیدی[4] مثنیٰ نے اجازت تو لے لی، مگر سب سے بڑی دشواری یہ تھی کہ ان کے قبیلہ کا بڑا حصہ ابھی اسلام سے بیگانہ تھا، مثنیٰ نے پہلے اس کو مشرف باسلام کیا،[5]

---

[1] اسد الغابہ ج ۴ ص ۲۰۸ [2] استیعاب ج اول ص ۳۰۰ [3] اخبار الطوال ص ۱۱۱ [4] اسد الغابہ ج ۴ ص ۲۹۹ [5] فتوح البلدان بلاذری ص ۲۵۰

قبیلہ کو مسلمان بنانے کے بعد اسے ساتھ لیکر ایرانیون کے مقابلہ مین نکلے، لیکن اتنی بڑی مہم سر کرنا تنہا ان کے بس مین نہ تھا، اس لئے مثنیٰ کے جانے کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے خالد بن ولید کو فوجین دیکر مثنیٰ کی مدد کے لئے روانہ کیا، اور مثنیٰ کو لکھا کہ خالد کی ماتحتی مین اس کام کو کرو خالد عراق پہنچکر مثنیٰ سے مل گئے، اور حضرت ابوبکرؓ کے عہد خلافت پھر خالدؓ کے دست راست رہے، مثنیٰ ایرانیون کے قومی خصائص اور محاذ جنگ کے نقشون سے اچھی طرح واقف تھے اس لئے عجم کی فتوحات مین ان سے بڑی قیمتی مدد ملی اور وہ شروع سے آخر تک قریب قریب ہر معرکہ مین پیش پیش رہے، سیر الصحابہ حصہ پنجم مین حضرت خالد بن ولید کے حالات مین عراق کی فتوحات کی تفصیلات لکھی جا چکی ہین، اس لئے اس موقع پر انھین قلم انداز کیا جاتا ہے،

ابھی عراق کی مہم ناتمام تھی کہ شام پر فوج کشی ہوئی، حضرت ابوبکرؓ نے خالد بنؓ ولید کو عراق چھوڑ کر شام جانے کا حکم دیا، وہ یہ حکم پاتے ہی عراق کے انتظامات مثنیٰ کے ہاتھون مین دیکر شام چلے گئے، اسی زمانہ مین حضرت ابوبکرؓ کا انتقال ہو گیا، اور حضرت عمرؓ مسند آرا ے خلافت ہوے، خالد کے شام چلے جانے کے بعد سے عراق کی مہم رک گئی تھی، اس لئے حضرت عمرؓ نے تخت نشین ہونے کے ساتھ سب سے پہلے ادھر توجہ کی، اور ان تمام مسلمانون کو جمع کرکے جو بیعت خلافت کے سلسلہ مین عرب کے مختلف حصون سے مدینہ آے ہوے تھے، ان کے سامنے جہاد پر وعظ کہا، لیکن کچھ ایرانیون کے خوف اور کچھ اس خیال سے کہ بغیر خالد بنؓ ولید کی موجودگی کے وہ عراق کی تسخیر ناممکن سمجھتے تھے، سب خاموش رہے، کسی نے کوئی جواب نہین دیا، حضرت عمرؓ تین دن تک برابر مسلمانون کو ابھارتے رہے، چوتھے دن کچھ گرمی پیدا ہوئی، مثنیٰ نے اٹھکر کہا مسلمانو! عراق سے اس قدر خوف زدہ ہونے کی کوئی وجہ نہین، ہم نے مجوسیون کو خوب آزما لیا ہے، وہ اس میدان کے مرد نہین ہین، ہم نے سواد عراق کا

بہترین حصہ تسخیر کر لیا ہے، انشاء اللہ ایک دن پورا عراق زیر نگین ہوگا، اسکے علاوہ دوسرے حاضرین نے بھی تقریرین کین، ان تقریرون نے مسلمانون کو گرما دیا اور لوگ جوق درجوق جہاد کے لیے آمادہ ہو گئے، حضرت عمرؓ نے بنی ثقیف کے سردار ابو عبید ثقفی کو سپہ سالار مقرر کیا[1]، اور عراق کی فوجکشی کا ٹوٹا ہوا سلسلہ پھر جاری ہو گیا، اس سلسلہ مین وہی واقعات لکھے جائین گے جنکا تعلق حضرت مثنیٰؓ کی ذات سے ہے،

عربون کی گذشتہ فتوحات نے ایرانیون کو ان کی جانب سے ہوشیار کر دیا تھا، اسلئے اس مرتبہ پوران دخت نے مسلمانون کے مقابلہ کیلئے ایران کے نامور بہادر جابان کو ایرانی افواج کا سپہ سالار اعظم بنایا، اور وہ ایرانیون کا ٹڈی دل لیکر مثنیٰ کی طرف جو اس وقت حیرہ مین تھے چلا، مثنیٰ اس خیال سے کہ ایرانی عقب سے حملہ آور نہ ہو جائین خفان پر چلے آئے تھے، یہان ابو عبید بھی مل گئے اور نمارق مین فریقین کا مقابلہ ہوا، ایک خون ریز جنگ کے بعد ایرانیون نے شکست کھائی، اور جابان مسطر بن فضہ کے ہاتھون گرفتار ہوا، مسطر اس کو پہچانتے نہ تھے اس نے مسطر سے کہا مین اپنے بدلہ مین تم کو دو غلام دیتا ہون، تم مجھے رہا کر دو، مسطر نے غلام لیکر چھوڑ دیا، لیکن بعد مین مسلمانون نے پہچان کر پھر گرفتار کر لیا، اور ابو عبید کے پاس قتل کے لیے لائے، انھون نے کہا کہ جس کو ایک مسلمان چھوڑ چکا اس کو قتل نہین کیا جا سکتا،[2]

نمارق مین شکست کھانے کے بعد شکست خوردہ ایرانی فوجین کسکر مین جمع ہوئین، یہان ایک ایرانی بہادر نرسی پہلے سے موجود تھا، اس دوران مین پوران دخت نے جابان کی شکست کی خبر سنکر ایران کے ایک اور نامور بہادر جالینوس کو مسلمانون کے مقابلہ

[1] ابن اثیر ج ۲ ص ۳۳۳ [2] ابن اثیر ج ۲ ص ۳۳۴

کے لئے روانہ کیا، ابو عبید کو معلوم ہوا تو انھون نے لشکر آکر ایرانیون کو شکست دی، دوسری

بار دسما جاکر جالینوس کو بھگا دیا،

ان پیہم شکستون نے ایرانیون مین آگ لگا دی، اور رستم نے مسلمانون کے سب سے

بڑے دشمن مردان شاہ بہمن کو ایک لشکر جرار کے ساتھ بھیجا اور مقام قس ناطف مین دونون

کا نہایت زبردست مقابلہ ہوا، اس مقابلہ مین ابو عبید کی غلطی سے مسلمانون کو سخت نقصان اٹھانا

پڑا، خود ابو عبید کو ہاتھیون نے پیرون سے مسل کر شہید کر ڈالا، ان کے بعد سات آدمیون

نے علم سنبھالا اور سب یکے بادیگرے شہید ہوئے، آخر مین مثنیٰ نے علم لیا، اس وقت مسلمانون

کی حالت نہایت ابتر ہو چکی تھی، آگے ہاتھیون کی دیوار تھی اور پیچھے دریا تھا، دریا کا پل ٹوٹ

چکا تھا، اور مسلمان نہایت بدحواسی سے بھاگ بھاگ کر دریا مین غرق ہو رہے تھے، ایسی

نازک حالت مین مثنیٰ نے نہایت دانشمندی اور بہادری سے باقی فوج کو بچا لیا، خود چند

مسلمانون کو لیکر ایرانیون کے مقابلہ مین ڈٹ گئے، اور عروہ بن زید طائی کو شکستہ پل کی طرف

متعین کیا،[1] دونون ناکون کی حفاظت کے بعد مسلمانون کو اطمینان دلایا کہ اب بھاگنے کی ضرورت

نہین، ڈوب کر جان نہ دو، مین پوری حفاظت کر رہا ہون، انہین اطمینان دلانے کے بعد پل کی طرف

لائے، اور اس کو درست کر کے سب کو پار اتار دیا،[2]

پھر اس شکست خوردہ اور تباہ حال فوج کو لیکر جسمین کل ۳ ہزار مسلمان بچ رہے تھے، مقام

ثعلبیہ آئے اور یہان سے عروہ بن زید کو خبر کرنے کے لئے دار الخلافہ روانہ کیا، عروہ نے جاکر حضرت

عمرؓ کو یہ واقعات سنائے، حضرت عمرؓ سنکر زار و قطار رونے لگے، اور عروہ سے کہا واپس جاکر

مثنیٰ کو اطمینان دلا دو، بہت جلد امدادی فوجین پہنچتی ہین، عروہ کو واپس بھیجنے کے بعد عرب کے

---

[1] اخبار الطوال ص ۱۱۹ [2] ابن اثیر ج ۲ ص ۳۴۸

قبائل کو جمع کر کے عبداللہ بن جریر کی ماتحتی مین انھین مثنیٰ کی مدد کے لئے روانہ کیا،[1]

ادھر مثنیٰ نے بھی اپنے طور پر انتظامات کر لئے تھے، اور قرب و جوار کے عرب قبائل مین ہرکارے دوڑا کر بہت سے آدمی جمع کر لئے تھے۔ ان کی دعوت پر انس بن بلال نصرانی بھی اپنے قبیلہ کو لے کر آیا، اور کہا اس وقت قومیت کا سوال ہے، اس لئے ہم لوگ بھی تمھارے پہلو بہ پہلو لڑین گے،[2]

ایرانیون کو ان تیاریون کی خبر ملی تو بوران دخت نے بارہ ہزار منتخب بہادر مہران بن مہرویہ کی ماتحتی مین مسلمانون کے مقابلہ کے لئے روانہ کئے، مقام بویب مین دونون کا سامنا ہوا، ایک طرف مسلمان تھے، دوسری طرف ایرانی۔ بیچ مین دریا حائل تھا، مہران نے کہلا بھیجا یا تم دریا کو عبور کر کے بڑھو یا ہم کو اجازت دو، مثنیٰ کو جسر کے واقعہ مین دریا پار کرنے کا تلخ تجربہ ہو چکا تھا، اس لئے جواب دیا کہ تم ہی آؤ، چنانچہ ایرانی فوج فرات کو عبور کر کے دوسری جانب ساحل پر اتری، اور دونون فریق صف آرائی مین مشغول ہو گئے، ایرانیون نے اپنی فوج کو مختلف حصون اور صفون مین تقسیم کیا، ہر صف کے ساتھ ایک ہاتھی تھا، اور ایرانی اس کے سامنے نعرہ لگا رہے تھے، مثنیٰ نے نعرہ سنکر مسلمانون سے کہا، یہ شور و شغب نامردی ہے، ادھر کان نہ دھرو، خاموشی کے ساتھ اپنے کام مین مشغول رہو، فوجین مرتب کرنے کے بعد اس کے چارون طرف چکر لگایا، ہر علم کے پاس کھڑے ہو کر جوش دلاتے تھے کہ "خبردار آج ایرانی تمھارے مقابلہ مین کامیاب نہ ہونے پائین" فوجون کو تیار کرنے کے بعد آخرین ہدایت کی کہ مین چار تکبیرین کہونگا، پہلی تین تکبیرون مین تیار ہو جانا، چوتھی پر حملہ کر دینا، یہ ہدایت لیکر جیسی ہی پہلی تکبیر کہی ایرانی حملہ آور ہو گئے، مسلمانون نے بے قابو ہو کر جوابی حملہ کر دیا،

[1] اخبار الطوال ص ۱۱۹ [2] ابن اثیر ج ۲ ص ۳۳۵،

اس حملہ مین بنی عجل کا دستہ پھٹ گیا، مثنیٰ یہ دیکھکر غصہ سے بے تاب ہوگئے، اور اپنی داڑھی ہاتھون سے پکڑ کے کہا خدا کے لیئے آج تو مسلمانون کو رسوا نہ کرو، مثنیٰ کی زبان سے یہ طعنہ سنکر مسلمان دفعتہً رک گئے، اور بقیہ تکبیرون کا انتظار کرنے لگے اور چوتھی تکبیر پر باقاعدہ حملہ کیا، اس کے بعد دونون فوجین آپسمین گتھ گیئن، مثنیٰ نے انس بن ہلال نصرانی کے ساتھ مل کر اس زور کا حملہ کیا کہ مہران کے میمنہ تک گھستے چلے گئے اور دونون فوجون کے قلب آپس مین اس طرح خلط ملط ہوگئے کہ غبار کی کثرت مین ایک دوسرے کی شناخت مشکل ہو گئی،[1]

دوسری طرف سے جریر نے حملہ کیا، ایرانیون نے بہ ابر کا جواب دیا، اسلامی فوجین پھٹ کر پراگندہ ہو گیئن، ان کی بے ترتیبی دیکھ مثنیٰ نے داڑھی دانتون مین دبا کر للکارا کہ مسلمانو! کدھر جاتے ہو مین مثنیٰ ادھر ہون، اس للکار پر مسلمان سنبھل گئے، اور ہر طرف سے سمٹ کر نہایت زور شور سے حملہ آور ہوئے، اس حملہ مین مثنیٰ کے بھائی مسعود شہید ہوئے، لیکن مثنیٰ کے استقلال مین کوئی فرق نہ آیا، انھون نے پکار کر کہا شرفا ایسے ہی جان دیا کرتے ہین علم کو بلند رکھو،[2]

اس ولولہ انگیز حملہ نے مسلمانون کو اور زیادہ گرما دیا، عدی بن حاتم اور جریر بن عبداللہ بجلی نے اپنے دستون کو ابھار کر آگے بڑھایا، اور مسلمانون کے اکھڑے ہوئے پاؤن پھر جم گئے، اور سب نے چاؤن طرف سے سمٹ کر نہایت زور کا حملہ کیا، اسے روکنے کے لیے مہران خود آگے بڑھا، اور دیر تک جم کر لڑتا رہا اور لڑتے ہوئے مارا گیا، مہران کے گرتے ہی ایرانیون کے پاؤن اکھڑ گئے، اور وہ پل کی طرف بھاگنے لگے، مسلمانون نے تعاقب کیا، مگر ان کے پہنچتے پہنچتے ایرانی پار نکل گئے، جو ادھر رہ گئے تھے وہ گرفتار ہوگئے، اور مسلمان فاتحانہ اپنی

---

[1] ابن اثیر ج ۲ ص ۳۴۴ [2] اخبار الطوال ص ۱۲۰

فرودگاہ پر واپس ہوئے[1]، اس جنگ میں ایک لاکھ آدمی کام آئے، اوسطاً ایک ایک مسلمان نے دس دس ایرانیوں کا کام تمام کیا[2]، اس کے بعد مسلمانوں نے حیرہ، کسکر، سورا، برسیما، صراۃ، جاماسب، عین التمر، حصن بلنیا اور دجلہ فرات کے درمیانی علاقوں میں فوجیں پھیلا دیں،

حیرہ والوں نے مثنیٰ کو خبر دی کہ قریب ہی ایک قریہ ہے، جہاں بہت بڑا بازار لگتا ہے، اس میں فارس، اہواز، اور تمام دور دراز کے علاقوں کے تاجر اپنا مال لیکر آتے ہیں، اگر تم اس پر حملہ کرو تو بہت مال غنیمت ہاتھ آئیگا، چنانچہ مثنیٰ خشکی کے راستہ سے بڑھے اور راستہ میں انبار کا محاصرہ کیا، اور اس کے حاکم سے کہلا بھیجا کہ ہم تم کو امان دیتے ہیں، تم آکر تخلیہ میں ہم سے مل جاؤ، اس پیام پر انبار کا مرزبان آیا، مثنیٰ نے اس سے کہا کہ ہم سوق بغداد پر حملہ کرنا چاہتے ہیں اس لئے ہم کو ایسے رہنماؤں کی ضرورت ہے جو رہنمائی بھی کریں اور فرات پر پل بھی بنائیں، مرزبان نے اپنے رہنما ان کے ساتھ کر دیئے، مثنیٰ ساتھ لیکر سوق بغداد کی طرف بڑھے اور فرات پر ان سے پل بنوا کر اس کو پار کر کے سوق بغداد پر حملہ کر دیا، اہل بازار بالکل غافل تھے، اس لئے وہ اس ناگہانی حملہ سے بالکل بدحواس ہو گئے اور کل سامان تجارت چھوڑ کر بھاگ گئے، یہ تمام سامان مسلمانوں کے قبضہ میں آیا[3]،

وفات | سوق بغداد کے بعد اور چھوٹی چھوٹی لڑائیاں ہوتی رہیں، حضرت عمرؓ ایران پر عام لشکر کشی کی تیاریاں کر رہے تھے کہ مثنیٰ کا وقت آخر ہو گیا، اور وہ واقعہ جسر کے صدموں سے قادسیہ سے پہلے وفات پا گئے[4]،

---

[1] اخبار الطوال ۱۲۰ [2] ابن اثیر ج ۲ ص ۳۴۱ [3] اخبار الطوال ص ۱۲۲ [4] اسد الغابہ ج ۴ ص ۲۹۹،

۱۳ حضرت محجنؓ بن ادرعؓ

نام ونسب محجن نام، باپ کا نام ادرع تھا، نسلاً اسلم بن افصی بن حارثہ بن عمرو بن عامر کی اولاد سے تعلق رکھتے تھے،

اسلام دعوتِ اسلام کے ابتدائی زمانہ میں مشرف باسلام ہوئے،

تیراندازی محجن کو تیر اندازی سے خاص شغف تھا، ایک مرتبہ وہ قبیلہ کے ساتھ تیراندازی کی مشق کر رہے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ادھر سے گذرے، آپ سپاہیانہ کھیلوں کو بہت پسند فرماتے تھے اس لئے خود بھی تیر اندازی میں شریک ہوگئے اور فرمایا بنی اسمٰعیل تیر اندازی کرو تمہارا باپ (حضرت اسمٰعیلؑ) بھی تیر انداز تھا، میں فلاں کے ساتھ ہوں،[1] ابن سعد کی روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں ابن ادرع کے ساتھ ہوں،[2]

عراق کا قیام عراق کی فتوحات کے بعد جب بصرہ آباد ہوا تو مدینہ چھوڑ کر یہاں کی سکونت اختیار کرلی اور مسجد بصرہ کی بنیاد ڈالی،

مدینہ کی مراجعت اور وفات کچھ دنوں کے بعد دیار حبیب کی کشش نے پھر مدینہ بلالیا، اور یہیں امیر معاویہ کے زمانہ میں وفات پائی،[3,4]

---

۱ بخاری کتاب الجہاد ۲ ابن سعد تذکرۂ محجن ۳ اسد الغابہ ج ۴ ص ۳۰۵ ۴ ابن سعد ج ۴ ق ۲ ص ۲۷،

۱۱۴۔ حضرت ابو القاسم محمد بن طلحہؓ

نام ونسب محمد نام، ابو القاسم کنیت، سجاد لقب، مشہور صحابی حضرت طلحہؓ احد من العشرۃ المبشرۃؓ کے صاحبزادہ ہیں، نسب نامہ یہ ہے، محمد بن طلحہ بن عبید اللہ بن عثمان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن لوئی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ قریشی، ماں کا نام حمنہ تھا، حمنہ ام المومنین حضرت زینبؓ کی حقیقی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی زاد بہن تھیں، اس رشتہ سے محمد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بھانجے ہوئے،

پیدائش محمد زمانۂ اسلام میں پیدا ہوئے، اور حصول برکت کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کئے گئے، آپ نے پوچھا نام کیا رکھا گیا، کہا گیا "محمد" فرمایا میرے نام پر، اچھا ان کی کنیت بھی ابو القاسم ہے[1]

حضرت عمرؓ کے بھائی زید کے پوتے کا نام بھی محمد تھا، ایک مرتبہ کسی نے ان کو پکار کر برا بھلا کہا، حضرت عمرؓ کو معلوم ہوا تو آپ نے بلا کر فرمایا کہ تمہارے نام کی وجہ سے اسم محمد پر گالیاں نہیں پڑ سکتیں" چنانچہ اسی وقت ان کا نام بدل کر عبد الرحمن رکھا، اور حضرت طلحہؓ کے لڑکوں کے پاس آدمی بھیجا کہ ان میں جن جن کا نام محمد ہے بدل دیا جائے، یہ لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ محمد بن طلحہ نے عرض کیا امیر المومنین میرا نام محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تجویز کردہ ہے، فرمایا اگر یہ سچ ہے تو جاؤ رسول اللہ کا رکھا ہوا نام میں نہیں بدل سکتا[2]

جنگ جمل میں شرکت اور کنارہ کشی جنگ جمل میں محمد کا دلی میلان حضرت علیؓ کی طرف تھا، لیکن

---

[1] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۲۰۳۔ [2] اصابہ تذکرہ محمد بن طلحہ بحوالہ صحیح بخاری

ان کے والد حضرت عائشہؓ کے ساتھ تھے، اس لئے باپ کی خاطر سے ضمیر کے خلاف حضرت عائشہ رضؓ کے ساتھ نکلے۔ لیکن دل مطمئن نہ تھا، اس لئے حضرت عائشہؓ سے پوچھا، اماں بیٹے کے متعلق کیا حکم ہوتا ہے؟ حضرت عائشہؓ ان کا منشاء سمجھ گئیں، گو ان کا منشاء حضرت عائشہؓ کے خلاف تھا، لیکن آپ نے جواب دیا، ایسی حالت میں تم خیر بنی آدم کا طریقہ اختیار کرو، اور اپنا ہاتھ روک لو[1]،

شہادت | یہ اجازت ملنے کے بعد انھوں نے تلوار میان میں کر لی، اور زرہ کو بچھا کر اس پر کھڑے ہو گئے[2] حضرت علیؓ کو ان کے دلی جذبات اور ان کی مجبوریوں کا علم تھا، اس لئے اپنی فوج میں اعلان کر دیا تھا کہ سیاہ ٹوپی والے (محمد) پر کوئی تلوار نہ اٹھائے، مگر میدان جنگ میں کون امتیاز کرتا، اس لئے محمد کی غیر جانبداری اور حضرت علیؓ کے اعلان کے باوجود کسی نے ان کا کام تمام کر دیا، قاتل کا نام بعض مدیح، بعض شداد اور بعض عصام بن مسعر بصری کو بتاتے ہیں زیادہ خیال آخری شخص کی طرف ہے[3]،

حضرت علیؓ کا تاثر | اختتام جنگ کے بعد جب حضرت علیؓ، اور ان کے ساتھ حضرت حسنؓ اور عمار بن یاسر اپنے مقتولین کی تلاش کرنے لگے تو حضرت حسنؓ کی نظر ایک لاش پر پڑی جو منہ کے بل زمین پر پڑی ہوئی تھی۔ قریب جا کر سیدھی کی اور صورت پر نظر پڑی تو منہ سے بے اختیار انا للہ و انا الیہ راجعون نکل گیا، اور فرمایا واللہ یہ قریشی بچہ ہے،

حضرت علیؓ نے پوچھا کون ہے، عرض کیا محمد بن طلحہ! ان کا نام سنکر فرمایا افسوس کیا جوان صالح تھا، یہ کہکر دہیں ملول و غمزدہ بیٹھ گئے، محمد کی شہادت کا حضرت حسنؓ پر اتنا شدید اثر ہوا کہ انھوں نے حضرت علیؓ سے کہا میں آپ کو اس جنگ سے روکتا تھا، لیکن آپ فلاں اشخاص کے کہنے میں آگئے، فرمایا جو کچھ ہونا تھا ہو چکا کاش میں آج سے ۲۰ سال پہلے

---

[1] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۳۷۵ [2] اسد الغابہ و اصابہ تذکرہ محمد بن طلحہ [3] مستدرک حاکم ج ۳ فضائل طلحہ

مر گیا ہوتا[1]

فضائل اخلاق محمد بن طلحہ یون تو تمام فضائلِ اخلاق کا ایک مجسم پیکر تھے لیکن زہد و عبادت کا رنگ بہت غالب تھا، اتنی عبادت و ریاضت کرتے تھے کہ "سجاد" بڑا سجدہ کرنے والا لقب پڑ گیا تھا[2] محمد پہلے شخص ہین جو سجاد کے لقب سے ملقب ہوئے[3] حضرت علیؓ نے جب ان کی لاش دیکھی تو ان کے دوسرے اوصاف بیان کرنے کے ساتھ یہ بھی فرمایا کہ "رب کعبہ کی قسم سجاد ہین، انھون نے والد کی اطاعت مین جان دی[4]" گو محمد دوسرے صحابہ کے مقابلہ مین بہت کم سن تھے، لیکن ان کے زہد و تقوی کی وجہ سے بڑے بڑے صحابہ ان سے برکت حاصل کرتے تھے، اور ان کی دعائین لیتے تھے[5]

۱۱۵ حضرت مسلم بن حارثؓ

نام و نسب مسلم نام، باپ کا نام حارث تھا، قبیلہ تمیم سے نسبی تعلق رکھتے تھے،

اسلام و غزوات ان کے اسلام کا زمانہ متعین طور پر نہین بتایا جا سکتا، قبولِ اسلام کے بعد خاصۃً لوجہ اللہ جہاد مین شریک ہوتے تھے، اور اشاعتِ اسلام کے مقابلہ مین مال غنیمت کی مطلق پروا نہ کرتے تھے، اس بے لوثی اور اخلاص کی وجہ سے کبھی کبھی ان مجاہدین کا جو جہاد کے ساتھ مالِ غنیمت کے بھی خواہان ہوتے تھے ہدفِ ملامت بننا پڑتا تھا، ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی دشمن کے مقابلہ مین سریہ بھیجا، مسلم بھی اس مین شریک تھے، قلعہ کے قریب پہنچے تو محصورین کا شور و غوغا سن کر پاس گئے، اور کہا اگر بچنا چاہتے ہو تو لا الہ الا اللہ کہو، ان کی اس فہمایش پر قلعہ والے مسلمان ہو گئے، اس پر ان کے بعض ساتھیون نے جو مالِ غنیمت کے خواہان تھے، انھین بڑی ملامت کی

---

[1] مستدرک حاکم ج ۳ فضائل طلحہ و اسد الغابہ تذکرہ محمد بن طلحہ [2] اسد الغابہ ج ۴ ص ۳۲۳ [3] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۳۷۴ [4] استیعاب ج اول ص ۲۴۲ [5] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۳۷۴

کہ تم نے ہم کو مالِ غنیمت سے محروم کر دیا اور واپس ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے واقعہ بیان کیا آپ نے سنکر مسلم کی بڑی توصیف فرمائی اور فرمایا تم کو قلعہ کے ہر فرد کے بدلہ میں اتنا اتنا اجر ملیگا اور خوشنودی کی سند کے طور پر آئندہ آنے والے خلفاء اور ائمہ کے نام ایک سفارشی تحریر لکھ کر عطا فرمائی، اور ایک دعا تلقین فرمائی کہ اس کو سات مرتبہ فجر و مغرب کے بعد پڑھا کرو، اس سے تم کو فائدہ ہوگا،[۱]

عہد خلفاء حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ میں مسلم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تحریری فرمان ان کو خدمت میں لیجا کر پیش کیا، آپ نے اس کو پڑھکر انھیں کچھ مرحمت فرمایا، مسلم چاروں خلفاء کے زمانہ میں زندہ تھے، اور ہر خلیفہ کے سامنے وہ تحریر پیش کرتے رہے، اور ان سب نے انھیں کچھ نہ کچھ ملتا رہا،[۲]

فضل وکمال ان کے زمانۂ وفات کی تعیین کے بارہ میں ارباب سیر خاموش ہیں، اتنا معلوم ہوتا ہے کہ عمر بن عبدالعزیز سے پہلے وفات پا چکے تھے، حضرت عمر بن عبدالعزیز خلفائے راشدین کے قدم بہ قدم چلتے تھے، چنانچہ ان کی سنت پوری کرنے کے لئے مسلم کے بیٹے حارث کو بلا کر کچھ دیا اور فرمایا اگر میں چاہتا تو خود تمھارے پاس آسکتا تھا، لیکن میں نے تم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سننے کے لئے تم کو زحمت دی ہے،[۳]

فضل وکمال مسلم فضل وکمال کی حیثیت سے کوئی امتیاز نہ رکھتے تھے تاہم ان کا دامن حدیث نبوی سے بالکل خالی نہیں ہے، ان سے ان کے لڑکے حارث نے حدیث روایت کی ہے[۴]

۱۱۶۔ حضرت مسور بن مخرمہؓ

نام ونسب مسور نام، ابو عبدالرحمن کنیت، نسب نامہ یہ ہے، مسور بن مخرمہ بن نوفل بن اہیب بن

---

[۱] ابن سعد ج ۷، ق ۲ ص ۱۳۷ [۲] اسد الغابہ ج ۴ ص ۳۶۱، [۳] ابن سعد ج ۷، ق ۲ ص ۱۳۷

[۴] ابن سعد حوالۂ مذکور [۵] تہذیب الکمال ص ۳۷۵،

زہرہ ابن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوئی قرشی زہری، مسور مشہور صحابی حضرت عبد الرحمن ابن عوفؓ کے بھانجے تھے،

پیدایش و بچپن مسور کی والدہ عاتکہ دعوتِ اسلام کے ابتدائی زمانہ مین مشرف باسلام ہوئی تھین، اور شرفِ ہجرت سے بھی مشرف ہوئین مسور انہی سیدہ خاتون کے بطن سے ۲ھ ہجری مین مکہ مین پیدا ہوئے، اور فتحِ مکہ کے بعد چھ برس مین مدینہ آئے[1]

عہد نبوی مین بہت صغیر السن تھے، اس لئے اس عہد کے حالات مین طفلانہ واقعات کے سوا اور کوئی واقعہ قابل ذکر نہین ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین آیا جایا کرتے تھے، ایک مرتبہ آپ وضو فرما رہے تھے، اور مسور آپ کی پشت پر کھڑے تھے، اتفاقاً پشت مبارک سے چادر ہٹ گئی اور خاتم نبوت نظر آنے لگی، ایک یہودی ادھر سے گذرا اُس نے مسور سے کہا محمدؐ کی پیٹھ سے چادر ہٹا دو، یہ بچے تھے ہٹانے لگے، آپؐ نے ان کے منہ پر پانی کا چھینٹا مارا،

اسی طریقہ سے ایک مرتبہ چھوٹا سا تہ بند باندھے ہوئے، ایک وزنی پتھر اُٹھائے ہوئے تھے، تہبند چھوٹا تھا کھل گیا، ہاتھ پتھر مین پھنسے تھے، اس لئے تہ بند نہ باندھ سکے اور اسی حالت مین پتھر لئے ہوئے چلے گئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھ کر فرمایا تہبند اٹھالو، ننگے نہ پھرو،[2]

اسی صغر سنی مین حجۃ الوداع مین شریک ہوئے، لیکن واقعات سب یاد تھے، چنانچہ روایت کرتے ہین کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفات مین خطبہ دیا، اور حمد کے بعد فرمایا

---

[1] اصابہ ج ۶ ص ۹۸، مسور کی پیدایش کے بعد ان کی مان نے ہجرت کی تھی لیکن مسور چھ برس تک اس لئے مکہ مین رہے کہ ان کے والد مخرمہ بن نوفل فتح مکہ کے بعد مشرف باسلام ہوئے، مسور انہی کے ساتھ مدینہ آئے۔ [2] ایضاً

کہ بت پرست اور مشرک دن رہے جب آفتاب پہاڑ کے سر پر ہوتا تھا، یہاں سے چلے جاتے تھا،
اور ہم غروب آفتاب کے بعد جائیں گے، اور لوگ مشعر حرام اسوقت جاتے جب آفتاب خوب پھیلا ہوتا

عہد خلفاء — خلفاء اربعہ کے زمانہ میں حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ مجلس شوریٰ کے رکن تھے... جب وہ مشورہ وغیرہ کے لئے جانے لگتے تو مسورؓ بھی ان کے ساتھ ہو لیتے تھے،[۲]
حضرت عثمانؓ کے زمانہ تک مدینہ میں رہے، ان کی شہادت کے بعد مکہ میں اقامت اختیار کر لی، یزید اور عبد اللہ بن زبیرؓ کے اختلافات میں عبد اللہ بن زبیرؓ کے ساتھ تھے، [۳] ۶۴ھ میں جب شامی فوجوں نے حرم کا محاصرہ کیا تو مسورؓ بھی عبد اللہ بن زبیرؓ کے ساتھ محصور تھے اور حطیم میں نماز پڑھتے تھے،[۳]

شہادت — اسی محاصرہ کے زمانہ میں جب کہ حرم پر گولہ باری ہو رہی تھی، ایک دن مسورؓ حسب معمول کھلے بند دن حطیم میں نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک پتھر آکر ان کے لگا، اس کے صدمہ سے پانچویں دن وفات پا گئے، عبد اللہ بن زبیرؓ نے نماز جنازہ پڑھائی، اس وقت ۷۰ سال کی عمر تھی،[۴]

فضل و کمال — گو مسورؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں بہت کم سن تھے، تاہم آپ سے سنی ہوئی کچھ حدیثیں ان کے حافظہ میں محفوظ تھیں، ان کی صغر سنی کی وجہ سے بعض محدثین ان کے سماع کے منکر ہیں، لیکن محدث حاکم نیشا پوری کے نزدیک ان کا سماع ثابت ہے[۵] تاہم ان کی مرفوع روایات بہت کم ہیں، ان کی روایات کی مجموعی تعداد جس میں مرفوع اور غیر مرفوع سب شامل ہیں، بائیس ۲۲ ہے۔ ان میں سے دو متفق علیہ ہیں اور چار میں امام بخاری اور ایک میں امام مسلم منفرد ہیں،[۶]

---

[۱] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۵۲۴ [۲] استیعاب ج اول ص ۲۱۹ [۳] اسد الغابہ و مستدرک حاکم ترجمہ مسورؓ [۴] مستدرک ج ۳ ص ۵۲۲ یہ محاصرہ ۶۴ھ تک جاری رہا تھا، ۶۴ھ سے لیکر ۶۴ھ تک کسی وقت میں مسورؓ کی شہادت ہوئی [۵] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۵۲۲ [۶] تہذیب الکمال ص ۳۷۷

اہل بیت نبوی سے روابط اور عقیدت

اہل بیت نبوی سے خاص تعلقات اور عقیدت رکھتے تھے، اور وہ سب بھی انھیں مانتے تھے، حضرت عائشہؓ عبد اللہ بن زبیرؓ کی خالہ تھیں، اس لئے ابن زبیرؓ ان کی بڑی امداد کرتے تھے، حضرت عائشہؓ بڑی فیاض تھیں، جو کچھ ملتا سب خرچ کر ڈالتیں، ان کی اس فیاضی پر ابن زبیرؓ نے کہا کہ اگر وہ اپنا ہاتھ نہ روکیں گی تو میں آیندہ کچھ نہ دونگا، حضرت عائشہؓ کو خبر ہوئی تو انھیں اس کا بڑا صدمہ ہوا، اور قسم کھائی کہ اب میں ابن زبیر سے کبھی نہ کچھ لونگی اور نہ ان سے بولونگی، اس عہد پر عرصہ تک قائم رہیں، ابن زبیرؓ ان کے اس عہد سے بہت پریشان ہوئے اور بہت سے لوگوں کو درمیان میں ڈال کر صفائی کی کوشش کی، لیکن حضرت عائشہؓ نے کسی کی سفارش نہ سنی، آخر میں ابن زبیرؓ نے مسور سے کہا کہ تم مجھے کسی طرح خالہ کے پاس پہنچادو، چنانچہ یہ ان کو اپنے ساتھ لے گئے اور بڑی مشکلوں سے ان کی خطا معاف کرائی[1]

ایک مرتبہ حضرت حسن بن حسن بن علیؓ نے مسور کی لڑکی کے ساتھ اپنا پیام بھجوایا مسور جاکر ان سے ملے اور عرض کیا، خدا کی قسم کوئی نسب، کوئی تعلق اور کوئی رشتہ میرے نزدیک آپ کے نسب، آپکے تعلق اور آپکے ساتھ سسرالی رشتہ قائم کرنے سے زیادہ محبوب و معزز نہیں ہے، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "فاطمہ میرا گوشت و پوست ہے، جس نے اس کو رنجیدہ کیا، اس نے مجھکو رنجیدہ کیا، اور جس نے اس کو خوش رکھا اس نے مجھکو خوش رکھا، اور قیامت کے دن میرے نسبی اور سسرالی رشتہ اور تعلق کے سوا باقی تمام رشتے اور تعلقات ٹوٹ جائینگے" ایسی حالت میں میرے لئے آپ سے رشتہ قائم کرنا باعث شرف و افتخار ہے، لیکن فاطمہ کی لڑکی (پوتی) آپکے نکاح میں ہے اس لیے میں اپنی لڑکی آپکے ساتھ بیاہ کر فاطمہ کی لڑکی کو رنج دینے کی تکلیف نہیں پہنچا سکتا[2]

[1] بخاری کتاب الادب باب الہجرۃ ملخصاً [2] مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۳۲۳

آثار نبویؐ سے بڑی گہری عقیدت تھی، اور اس کی حفاظت کا بڑا خیال رکھتے تھے، کربلا کے حادثۂ عظمیٰ کے بعد جب امام زین العابدینؓ مدینہ واپس آئے، تو مسور نے ان کی خدمت مین حاضر ہوکر عرض کیا کہ جو خدمت میرے قابل ہو اس کے بجالانے کے لئے بسر وچشم حاضر ہون، زین العابدین نے کہا کوئی اس قسم کی ضرورت نہین ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار زین العابدین کے پاس تھی مسور کو خطرہ تھا کہ یہ آپ کے ہاتھ سے نکل جائیگی، اس لئے عرض کیا آپ مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار دے سکتے ہین؟ مجھکو خطرہ ہے کہ وہ آپکے ہاتھون سے نکل جائیگی، اور اگر میرے پاس رہیگی، تو جب تک میری جان مین جان باقی ہے اس کو کوئی ہاتھ نہین لگا سکتا،[1]

۱۱۷- حضرت مطیع بن اسودؓ

نام ونسب: جاہلی نام عاص اور اسلامی مطیع ہے، نسب نامہ یہ ہے، مطیع بن اسود بن حارثہ بن نضلہ بن عوف بن عبید بن عویج بن عدی بن کعب قرشی عدوی،

اسلام: فتح مکہ مین مشرف باسلام ہوئے، اس وقت ان کا نام "عاص" نافرمان تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بدل کر "مطیع" فرمان بردار رکھا،[2] تبدیل نام کا یہ واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایکمرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد مین منبر پر تشریف فرما ہوکر لوگون کو بٹھا رہے تھے، اسی دوران مین عاص آگئے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد سن کر سب سے آخر مین بیٹھ گئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر سے اترنے کے بعد عاص جاکر آپ سے ملے، آپ نے پوچھا تم کو مین نے نماز مین نہین دیکھا، عرض کی فدیت بابی وامی یا رسول اللہ مین جس وقت مسجد مین داخل ہو رہا تھا، اس وقت آپ لوگون کو بیٹھنے کا حکم دے رہے تھے، .... اس لئے مین سب کے آخر مین بیٹھ گیا جہان آپ کی آواز پہنچ جاتی تھی،

[1] مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۳۲۳ [2] مسند احمد بن حنبل ج ۳ ص ۴۱۲،

یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم عاص نہین بلکہ مطیع ہو، اس دن سے ان کا نام مطیع ہوگیا،[1]

وفات | حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت مین وفات پائی،[2]

اولاد | ان کے کئی اولادین تھین، عبداللہ اور سلیمان وغیرہ، عبداللہ جنگِ جمل مین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حمایت مین کام آئے،[3]

۱۱۸۔ حضرت معاویہ بن حکم رض

نام ونسب | معاویہ نام، باپ کا نام حکم تھا، معاویہ بنو سلیم مین بود وباش رکھتے تھے، اور بدویانہ زندگی بسر کرتے تھے،

اسلام | ہجرت کے بعد کسی سنہ مین مشرف باسلام ہوئے، قبولِ اسلام کے بعد مکتب نبوت مین اسلام کی تعلیم حاصل کی، اپنی تعلیم اور اسلام کے واقعات کو وہ خود بیان کرتے ہین کہ جب مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو اسلام کے بعض احکام سیکھے منجملہ اور تعلیمات کے مجھکو ایک تعلیم یہ بھی ملی کہ جب کوئی چھینکے تو الحمد للہ کہو، اور جب کوئی چھینک کر الحمد للہ کہے تو یرحمک اللہ کہو، ایک دن مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ رہا تھا کہ کسی نے چھینکا اور الحمد للہ کہا مین نے باواز بلند یرحمک اللہ جواب دیا، لوگون نے مجھکو گھورنا شروع کیا، مین نے کہا تم لوگ مجھے غضب آلود نگاہون سے کیون گھور رہے ہو، میرے اس سوال پر لوگون نے سبحان اللہ سبحان اللہ کہنا شروع کیا، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز ختم کر چکے تو پوچھا نماز مین کون بولا تھا، لوگون نے مجھکو بتایا کہ یہ اعرابی تھا، آپ نے مجھکو بلا کر فرمایا نماز قراتِ قرآن اور اللہ عز وجل کے ذکر کے لئے ہے، جب تم نماز پڑھو تو

---

[1] استیعاب ج اول ص ۲۹۴ [2] اسد الغابہ ج ۴ ص ۴۰۳ [3] استیعاب ج اول ص ۲۹۴

تو تمہاری یہ شان ہونی چاہئے، یعنی اللہ عزوجل کا ذکر، اور قرأتِ قرآن، معاویہ پر اس نرمی کا یہ اثر ہوا کہ وہ کہتے تھے کہ مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ نرم معلم نہین دیکھا[1]

اسی دورانِ تعلیم مین انھون نے جاہلیت کے اوہام کے متعلق چند سوالات کیے کہ یارسول اللہ! ہم لوگ ابھی زمانۂ جاہلیت سے زیادہ قریب ہین، ابھی اسلام کو آئے ہوئے زیادہ زمانہ نہین گذرا، اس لئے ہم مین ابھی تک کچھ لوگ کاہنون کے پاس جاتے ہین، فرمایا تم ان کے پاس نہ جایا کرو، پھر پوچھا کہ بعض لوگ اوہام سے فال بد لیتے ہین، فرمایا یہ دل کے اوہام ہین ان سے نہ متاثر ہونا چاہیے،

پھر یہ سوال کیا کہ

یارسول اللہ ہم مین کچھ لوگ ایسے ہین جو خط کھینچتے ہین (جاہلیت کے تفاؤل کا ایک طریقہ تھا) فرمایا بعض انبیا بھی خط کھینچتے تھے اس لئے اگر کوئی ایسا خط کھینچے تو کوئی مضائقہ نہین، آخر مین عرض کیا، یارسول اللہ میری ایک لونڈی ہے، جو احد اور جوانیہ کی طرف بکریان چرایا کرتی تھی، ایک دن وہ اس پر چڑھ گئی، اور ایک بکری بھیڑیا لے گیا، مین انسان ہون، مجھے غصہ آگیا، مین نے لونڈی کو مارا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ناگوار ہوا، آپ کی ناگواری دیکھکر مین نے کہا اس کو اس کفارہ مین آزاد کرتا ہون، فرمایا، اس کو میرے پاس لاؤ مین لے آیا، آپ نے اس سے پوچھا اللہ کہان ہے؟ اس نے کہا آسمان پر، پوچھا مین کون ہون، اس نے کہا آپ اللہ کے رسول ہین، فرمایا، اس کو آزاد کردو، یہ مومنہ ہے[2]

---

[1] ابوداؤد کتاب ابواب تفریع استفتاح الصلوٰۃ باب تشمیت العاطس فی الصلوٰۃ۔

[2] ایضاً ج اول ص ۹۳

۱۱۹۔ حضرت معقل بن سنانؓ

نام ونسب معقل نام، ابو عبد الرحمٰن کنیت، نسب نامہ یہ ہے معقل بن سنان بن مظہر بن عرکی بن فتیان بن سبیع بن بکر بن اشجع اشجعی،

اسلام وغزوات فتح مکہ سے پہلے مشرف باسلام ہوئے، فتح مکہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب اور اپنے قبیلہ کے علمبردار تھے،[1]

عہد فاروقی کوفہ آباد ہونے کے بعد یہاں گھر بنالیا، حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ایک مرتبہ مدینہ آئے، بڑے صاحب جمال تھے، کسی (غالباً عورت) نے ان کے حسن وجمال کی تعریف میں یہ شعر کہا:۔

اعوذ برب الناس من شر معقل ‌ ‌ ‌ اذا معقل راح البقیع مرجلا

میں لوگوں کے رب سے معقل کے شر سے پناہ مانگتی ہوں جب وہ گیسو سنوار کے بقیع کی طرف نکلتے ہیں"

حضرت عمرؓ نے یہ شعر سنا تو ان کو مدینہ سے بصرہ بھیجدیا،[2]

یزید کی مخالفت معقل یزید کے طور وطریقوں کی وجہ سے اس کے سخت خلاف تھے، امیر معاویہ نے جب یزید کی بیعت کے لئے ممالک محروسہ سے وفود طلب کئے تو معقل بھی مدینہ والوں کے ساتھ اظہار بیعت کے لئے بھیجے گئے۔ شام جانے کے بعد ایک دن یزید کے ندیم خاص مسلم بن عقبہ کے سامنے یزید کے متعلق اپنے خیالات ظاہر کئے، کہ میں یزید کی بیعت کے لئے جبریہ بھیجا گیا ہوں، میری آمد کو قضائے الٰہی کے سوا کیا کہا جائے۔ جو شخص میخوار ہو، محرمات کے

---

[1] اصابہ ج ۶ ص ۱۲۵ [2] ایضاً

ساتھ نکاح کرتا ہو، وہ کس طرح بیعت کا مستحق ہے؟ اسی سلسلہ مین انھون نے یزید کی تمام برائیان بیان کر ڈالین اور مسلم سے کہا کہ مین نے تم سے یہ باتین رازدارانہ کی ہین، اس لئے ان کو اپنی ہی ذات تک محدود رکھنا، مسلم نے کہا امیرالمومنین سے تو نہ کہونگا، لیکن جب موقع ملیگا تمھاری گردن اڑا دونگا،[1]

دینوری کا بیان ہے کہ معقل نے کہا تھا کہ مین مدینہ واپس جاکر فاسق وفاجر یزید کی بیعت توڑ کر مہاجرین مین سے کسی کے ہاتھ پر بیعت کرلونگا، اس وقت مسلم ان پر قابو نہ پا سکا، مگر قسم کھائی کہ جب بھی تم میرے قابو مین آؤگے تمھاری گردن اڑا دونگا۔[2]

شہادت مدینہ آنے کے بعد معقل نے جو کچھ کہا تھا کر دکھایا، جب عبداللہ بن زبیرؓ نے حجاز مین خلافت کا دعویٰ کیا اور یزید نے ان کے مقابلہ کے لئے فوجین روانہ کین تو معقل ابن زبیرؓ کے ساتھ ہوگئے اور جب ابن زبیرؓ نے شکست کھائی، تو مدینہ کے لوگون کے ساتھ یہ بھی گرفتار ہوئے اور مسلم کے سامنے پیش کئے گئے، معقل پیاسے تھے، مسلم نے کہا معقل پیاسے معلوم ہوتے ہو، انھون نے اثبات مین جواب دیا، مسلم نے بادام کا شربت بنانے کا حکم دیا، اور شربت پلاکر کہا اب کبھی کسی مفرح چیز کی خواہش کرنے کا موقع نہ ملے گا، یہ کہکر ان کی گردن مارنے کا حکم دیا، فوراً اس حکم کی تعمیل ہوئی اور معقل حق پرستی کے جرم پر بنی امیہ کی ستم آرائی کا شکار ہوگئے۔[3]

فضل وکمال فضل وکمال اور مذہبی حیثیت کا اندازہ علامہ ابن عبدالبر کی اس رائے سے کیجئے، کان فاضلا تقیا شابا معقل فاضل، پاکباز اور جوان تھے،[4]

---

[1] ابن سعد ج ۴ ق ۲ ص ۳۴ [2] اخبار الطوال ص ۲۷۶ [3] مستدرک ج ۳ فضائل معقل
[4] استیعاب ج اول ص ۲۶۷

۱۲۰۔ حضرت معقل بن یسارؓ

نام ونسب | معقل نام، ابوعبداللہ کنیت، نسب نامہ یہ ہے معقل بن یسار بن عبداللہ بن صیفر بن حراق ابن لای بن کعب بن عبد بن ثور بن ہدمہ بن لاطم بن عثمان بن عمرو بن اد بن طابخہ بن الیاس بن مضر۔

اسلام اور صلح حدیبیہ میں شرکت | معقل صلح حدیبیہ کے قبل مشرف باسلام ہوئے، صلح حدیبیہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھے، اور جس وقت آپ لوگوں سے موت پر بیعت (بیعت رضوان) لے رہے تھے اس وقت معقل ایک شاخ سے آپ کے اوپر سایہ کئے ہوئے کھڑے تھے،[1]

عہدۂ قضا | آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو قبیلہ مزینہ کا قاضی بنانا چاہا، انھوں نے معذرت کی کہ مجھ میں اس ذمہ داری کو سنبھالنے کی اہلیت نہیں ہے، آپ نے دوبارہ فرمایا نہیں تم ان کے فیصلے کیا کرو، انھوں نے پھر معذرت کی کہ میں اچھی طرح فیصلہ نہیں کر سکتا تیسری مرتبہ پھر آپ نے باصرار فرمایا، نہیں تم فیصلہ کرو، خدا قاضی کے ساتھ اس وقت تک رہتا ہے، جب تک وہ عمداً ظلم دنا انصافی نہیں کرتا،[2]

عہدِ فاروقی | معقل کی قوت فیصلہ کی وجہ سے حضرت عمرؓ انھیں بہت مانتے تھے مہماتِ امور میں ان سے مشورہ کرتے، اور بڑی بڑی خدمتیں ان کے سپرد کرتے، عراق کی فوجکشی کے سلسلہ میں ۲۱ھ میں جب یزدگرد نے مردان شاہ کو ایک لشکر جرار کے ساتھ مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے بھیجا تو حضرت عمرؓ نے اکابر صحابہ سے مشورہ لیا، اس

---

[1] مسند احمد بن حنبل ج ۵ ص ۲۵ [2] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۵۷۷۔

مشورہ مین معقل بھی تھے[۱] اسی زمانہ مین حضرت عمرؓ نے ابو موسیٰ اشعریؓ کو بصرہ مین ایک نہر کھدوانے کا حکم دیا، اور فرمایا تیاری کے بعد معقل کے ہاتھون سے اس مین پانی جاری کرایا جائے[۲]، امیر معاویہ کے زمانہ مین جب زیاد نے اس نہر کو دوبارہ درست کرایا تو تبرکاً معقل ہی کے ہاتھون اس کا افتتاح کرایا،[۳]

علالت اور وفات

امیر معاویہؓ کے زمانہ مین بیمار پڑے، عبید اللہ بن زیاد ان کی عیادت کو آیا، اس سے فرمایا میرا وقت آخر ہے، اگر زندگی کی امید ہوتی تو ایک حدیث جس کو مین نے ابھی تک نہین بیان کیا ہے نہ بیان کرتا، لیکن اب وقت آخر ہے اس لئے بیان کئے دیتا ہون، مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص رعایا کی گلہ بانی کرتا ہے، اگر اس رعایا کی خیانت کی اور اسی حالت مین مر گیا تو خدا اس پر جنت حرام کر دیگا[۴]، اسی مرض مین وفات پائی، ساٹھ اور ستر کے درمیان عمر تھی،[۵]

فضل و کمال

حضرت معقلؓ بڑے صاحب کمال صحابی تھے، ان کے کمال کی سب سے بڑی سند یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انھین باصرار قبیلہ مزینہ کا عہدۂ قضا سپرد فرمایا تھا، بہت ایسے مسائل جن کے متعلق کبار صحابہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی فیصلہ نہ سنا تھا، معقل کے علم مین تھے، ایک مرتبہ کسی شخص نے عبد اللہ بن مسعودؓ سے پوچھا کہ ایک شخص نے بلا تعیین مہر ایک عورت سے شادی کی اور بلا خلوت صحیحہ مر گیا ایسی صورت مین عورت کو ترکہ اور مہر ملے گا یا نہین، انھون نے (غالبًا قیاس سے) جواب دیا بلاشبہہ اس قسم کی منکوحہ کو اس کے جیسی اوصاف والی عورت کے برابر مہر ملے گا، میراث بھی پائیگی، اور عدت بھی پوری کرنی ہوگی،

---

[۱] اصابہ ج ۶ ص ۱۲۶، [۲] فتوح البلدان ص ۳۶۶ [۳] ایضاً [۴] مسلم کتاب الایمان باب استحقاق الوالی الغاش لرعیۃ النار [۵] اصابہ ج ۶ ص ۱۲۶،

معقل بھی موجود تھے۔ انھوں نے کہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بروع بنت واشق کے بارہ مین یہی فیصلہ فرمایا تھا، عبداللہ بن مسعودؓ کو آپ کا یہ فیصلہ معلوم نہ تھا، اس لئے اپنے فیصلہ کے توارد پر بہت محظوظ ہوئے[1]

ان سے چونتیس حدیثین مروی ہین، ان مین ایک متفق علیہ ہے، اور ایک مین امام بخاری دو مین امام مسلم منفرد ہین[2]، ان کے رواۃ کا دائرہ خاصہ وسیع ہے، عمران بن حصین، معاویہ ابن قرہ، علقمہ بن عبداللہ، حکم بن اعرج، عمرو بن میمون، حسن بصری، نافع بن ابی نافع، ابی الملیح ابن اسامہ، مسلم بن مخراق، عیاض اور ابو خالد وغیرہ نے ان سے روایتین کی ہین[3]

غیرت وحمیت معقل نہایت غیور اور باحمیت آدمی تھے، شادی اور طلاق عربون مین معمولی بات تھی، مگر ان کی غیرت طلاق کو پسند نہ کرتی تھی، اور وہ اسے نہایت مکروہ سمجھتے تھے، انھون نے ایک شخص کے ساتھ اپنی بہن کی شادی کی، اس نے چند دنون کے بعد طلاق دیدی، اور عدت گذرنے کے بعد پھر نکاح کا پیام دیا، معقل نے کہا مین نے تمھارے ساتھ شادی کر کے تمھاری عزت افزائی کی تھی، تم نے طلاق دیدی، اب کبھی تمھارے ساتھ شادی نہ کرونگا ان کے انکار پر یہ حکم نازل ہوا،

واذا طلقتم النساء فبلغن اجلھن	جب تم عورتون کو طلاق دو اور وہ اپنی عدت
فلا تعضلوھن الخ	پوری کر چکین تو ان کو نہ روکو،

اس حکم ربانی کے سامنے عزت مندی اور خودداری کے تمام جذبات سرد پڑ گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے کوئی عذر نہین، اور دوبارہ اس شخص کے ساتھ بہن کی شادی کر دی،[4]

---

[1] اسد الغابہ ج ۴ ص ۳۹۷ [2] تہذیب الکمال ص ۳۸۳ [3] تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۲۳۵
[4] بخاری کتاب النکاح، باب من قال لا نکاح الا بولی

۱۲۱۔ حضرت ناجیہؓ بن جندب

نام ونسب ذکوان نام، ناجیہ خطاب اور صاحب البدن لقب ہے، نسب نامہ یہ ہے، ناجیہ بن جندب ابن عمیر بن یعمر بن دارم بن عمرو بن واثلہ بن سہم بن مازن بن سلامان بن افصی اسلمی

اسلام ان کے اسلام کا زمانہ متعین طور سے نہیں بتایا جاسکتا، لیکن حدیبیہ سے پہلے مشرف باسلام ہو چکے تھے، صلح حدیبیہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قربانی کے جانوروں کے نگران یہی تھے، مدینہ نکلنے کے بعد کچھ دور بڑھکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ قریش نے خالدؓ بن ولید کو روکنے کیلئے بھیجا ہے، آپ لڑنا پسند نہ فرماتے تھے، اس لئے ہمراہیوں سے پوچھا تم میں کون ایسا شخص ہے جو ان لوگوں (قریش) کا راستہ بچا کر ہم کو دوسرے راستہ سے نکال لیجائے، جندب نے عرض کی فدیت بابی وامی یا رسول اللہ میں یہ خدمت انجام دونگا، چنانچہ قریش کا راستہ کاٹ کر ایک دوسرے راستہ سے مسلمانوں کو حدیبیہ پہنچا دیا[1]،

حدیبیہ کے جس میدان میں مسلمان خیمہ زن ہوئے تھے وہاں پانی نہ تھا، جابجا خشک گڈھے تھے، لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پانی کی شکایت کی، آپ نے اپنے ترکش سے ایک تیر نکال کر ناجیہ کو دیا کہ ان کو جاکر خشک گڈھے میں گاڑ دو، انھوں نے ایک گڈھے کے وسط میں گاڑ دیا، اس کی برکت سے خشک گڈھے میں پانی کا فوارہ چھوٹنے لگا،

حدیبیہ کے پاس جب معلوم ہوا کہ قریش مکہ کے داخلہ میں مزاحم ہونگے، تو ناجیہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجازت ہو تو میں جانوروں کو حرم میں لیجا کر ذبح کر دوں، فرمایا موجودہ حالات میں تم کس طرح لیجا سکتے ہو، عرض کی، میں ایسے راستہ سے لیجاؤں گا،

[1] ابن سعد ج ۴ ق ۲ ص ۴۲ [2] اصابہ ج ۶ ص ۲۲۲

کہ قریش کو پتہ تک نہ چلے گا، چنانچہ آپ نے جانوران کے حوالے کر دیئے، انھون نے حرم مین لیجا کر ذبح کر دیا[1]

عمرۃ القضا مین بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قربانی کے جانورون کو لیجانے اور ان کی نگرانی کی خدمت ان ہی کے سپرد ہوئی، چنانچہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے چار اسلمی نوجوانون کو ساتھ لیکر قربانی کے جانورون کو مکہ لے گئے[2]

حجۃ الوداع | حجۃ الوداع مین بھی ہمرکاب تھے، اس مین بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قربانی کے جانورون کی نگرانی ان ہی کے سپرد تھی[3]، اسی لئے ان کو صاحب بدن رسول اللہ، یعنی رسول اللہ کے قربانی کے جانور والے کہا جاتا ہے[4]

وفات | امیر معاویہؓ کے عہدِ خلافت مین وفات پائی[5]

۱۲۲- حضرت نبیشۃ الخیرؓ

نام ونسب | نبیشۃ نام، ابو طریف کنیت، خیر لقب، نسب نامہ یہ ہے نبیشۃ بن عمرو بن عوف ابن عبد اللہ بن عتاب بن حارث بن حصین بن نابغہ بن لحیان بن ہذیل بن مدرکہ بن الیاس بن مضر مضری،

اسلام | ان کے اسلام کا زمانہ متعین طور پر نہین بتایا جاسکتا، فتحِ مکہ کے بعد کسی وقت مشرف باسلام ہوئے،

خیر کا خطاب | اسلام کے بعد دربار رسالت سے خیر کا لقب ملا، اس کا واقعہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ نبیشہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوئے، اس وقت آپ کے پاس کچھ

[1] اصابہ ج ۶ ص ۲۲۲ [2] ابن سعد ج ۴ ق ۲ ص ۵۵ [3] ایضاً [4] استیعاب تذکرۂ ناجیہ [5] ابن سعد ج ۴ ق ۲ ص ۴۵

قیدی تھے نبیشہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ان پر احسان فرمائیے، اور فدیہ لیکر رہا کردیجیے"
فرمایا تم نے نیک صلاح دی، تم نبیشۃ الخیر ہو۔[1]

وفات | زمانۂ وفات کے بارہ میں ارباب سیر خاموش ہیں،

فضل و کمال | حضرت نبیشہ رضؓ سے گیارہ حدیثیں مروی ہیں۔[2]

تبلیغ فرمان رسول | معمولی معمولی باتوں میں فرمان نبوی کی تبلیغ پیش نظر رہتی تھی ایک مرتبہ چند آدمی ایک بڑے پیالہ میں کھانا کھا رہے تھے، اتفاق سے نبیشہ بھی پہنچ گئے، انھوں نے ان لوگوں سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص کھانے کے بعد پیالہ چاٹیگا میں اس کے لئے دعاے مغفرت کرونگا۔[3]

۱۲۳۔ حضرت واثلہ رضؓ بن اسقع

نام ونسب | واثلہ نام، ابو قرضافہ کنیت، نسب نامہ یہ ہے واثلہ بن اسقع بن عبد العزی ابن عبد یالیل بن ناشب بن غیرہ بن سعد بن لیث بن بکر بن کنانہ کنانی،

اسلام | ۹ھ میں غزوۂ تبوک سے چند دن پہلے قبول اسلام کے ارادہ سے مدینہ آئے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ نے فرمایا جاؤ پانی اور بیر کی پتیوں سے نہاؤ اور زمانۂ کفر کے بالوں کو صاف کراؤ، یہ کہکر ان کے سر پر دست شفقت پھیرا،

غزوۂ تبوک | ان کے اسلام قبول کرنے کے بعد ہی غزوۂ تبوک کی تیاریاں شروع ہوئیں، تمام مجاہدین اپنا اپنا سامان درست کر رہے تھے، واثلہ بھی تیاری کرنے کے لئے گھر گئے یہاں کچھ نہ تھا، اس لئے واپس آئے، ان کی واپسی تک مجاہدین کا قافلہ روانہ ہو چکا تھا، اور ان کے

[1] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۱۱۹ [2] تہذیب الکمال ص ۴۰۵ [3] ابن سعد ج ۷، ق اول ص ۲۸ [4] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۵۶۹

شرکت کی بظاہر کوئی صورت باقی نہ تھی، لیکن ذوقِ جہاد بے تاب کئے ہوئے تھا، چنانچہ انھون نے مدینہ کی گلیون مین پھر پھر صدا لگانا شروع کی کہ کون مجھ کو میرے مال غنیمت کے بدلہ مین تبوک لے چلتا ہے؟ اتفاق سے ایک انصاری بزرگ بھی باقی رہ گئے تھے، انھون نے کہا، "مین لے چلونگا کھانا مین دونگا، اور اپنی سواری پر بٹھاؤن گا، خدا کی برکت پر بھروسہ کر کے تیار ہو جاؤ"، واثلہ کو تیاری ہی کیا کرنی تھی، فوراً ساتھ ہو گئے۔ انصاری بزرگ نے نہایت حسن سلوک اور شریفانہ طریقہ سے انھین رکھا، اور وہ غزوۂ تبوک مین شریک ہوئے، لڑائی ختم ہونے کے بعد اس کے مالِ غنیمت مین سے چھ اونٹنیان واثلہ کے حصہ مین بھی آئین شرط کے مطابق وہ ان اونٹنیون کو انصاری بزرگ کے پاس لائے، انھون نے ان اونٹنیون کی چال ڈھال وغیرہ کو دیکھنے کے بعد کہا تمھاری یہ سب اونٹنیان نہایت اچھی ہین، واثلہ نے کہا شرط کے مطابق سب حاضر ہین، انصاری بزرگ نے کہا بھتیجے تمھاری اونٹنیان تمھین مبارک ہون، تم انھین لیجاؤ، میرا مقصد صرف ثوابِ آخرت تھا،[1]

بیت المقدس کا قیام بصرہ آباد ہونے کے بعد کچھ دنون یہان رہے، پھر شام منتقل ہو گئے، اور دمشق سے تین کوس کی مسافت پر بلاط نامی گاؤن مین اقامت اختیار کر لی،[2] اور شام کی لڑائیون مین شریک ہوتے رہے، آخر مین بیت المقدس مین سکونت اختیار کر لی تھی،

وفات سنہ ۸۳ھ مین ۱۰۵ سال کی عمر مین وفات پائی، واقدی کے بیان کے مطابق سنہ ۸۵ھ مین انتقال کیا، اور ۹۸ سال کی عمر تھی،[3] آخر عمر مین بصارت جاتی رہی تھی، داڑھی مین زرد خضاب کرتے تھے[4]

---

[1] ابو داؤد کتاب الجہاد باب الرجل یکری دابتہ علی النصف والسہم [2] اسد الغابہ ج ۵ ص ۷۷
[3] ابن سعد ج ۷ ق ۲ ص ۱۲۹ [4] اسد الغابہ ج ۵ ص ۷۷

فضل و کمال واثلہ اصحاب صفہ میں تھے،[۱] اصحاب صفہ کا مشغلہ تعلیم و تعلم تھا، اس لئے واثلہ کا بھی یہی شغل تھا، اس کے علاوہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت گذاری کی بھی سعادت حاصل کرتے تھے[۲] گو اس سعادت کی مدت سال سوا سال سے زیادہ نہ تھی، تاہم اس تقریب سے انہیں خدمت نبوی کی حاضر باشی اور استفادہ کا موقع ملجاتا تھا، اس لئے بہت سی احادیث نبوی ان کے حافظہ میں محفوظ تھیں، چنانچہ ان کی مرویات کی مجموعی تعداد چھپن[۵۶] ہے، ان میں سے ایک میں بخاری اور ایک میں مسلم منفرد ہیں[۱] ان سے ان کی لڑکیوں فسیلہ، جمیلہ اور اسماء نے اور دوسرے رواۃ میں بسر بن سعد، بسر بن عبید اللہ، مکحول، عبداللہ بن عامر اور شداد بن عمارہ وغیرہ نے روایتیں کی ہیں[۳]

روایت حدیث میں واثلہ کا اصول روایت حدیث میں واثلہ الفاظ کی پابندی ضروری نہیں سمجھتے تھے، بلکہ روایت بالمعنی یعنی صرف حدیث کا صحیح مفہوم اور منشاء بیان کر دینا کافی سمجھتے تھے، ان کی حدیث دانی کی وجہ سے شائقین حدیث ان کے پاس سماع کے لئے آیا کرتے تھے، ایکمرتبہ مکحول نے آکر کہا ابو الاسقع کوئی ایسی حدیث سنائیے جس میں آپ کو کسی قسم کا شک و شبہہ نہ ہو، نہ اس میں کوئی زیادتی ہو اور نہ کچھ بھولے ہوں، یہ شرائط سنکر واثلہ نے حاضرین سے سوال کیا تم میں سے کسی نے گذشتہ شب کو قرآن پڑھا ہے؟ لوگوں نے کہا ہاں لیکن ہم حافظ نہیں ہیں، بولے جب قرآن کو جو تمہارے پاس لکھا ہوا موجود ہے، صحیح طور پر حافظہ میں محفوظ نہیں رکھ سکتے اور اس میں تم کو کمی بیشی ہو جانے کا خوف رہتا ہے تو حدیثیں جن کو بیشتر حالتوں میں ہم نے صرف ایک ہی مرتبہ سنا ہے بجنسہا کیونکر یاد رہ سکتی ہیں، روایت حدیث میں تمہارے لئے اتنا کافی ہے کہ حدیث کا مفہوم اور اس کے صحیح معنی بیان کر دو[۵]

---

[۱] ابن سعد ج ۷ ق ۲ ص ۱۲۹ [۲] استیعاب ج ۲ ص ۶۲۵ [۳] استیعاب ج ۲ ص ۶۲۵ [۴] تہذیب الکمال ص ۴۱۹ [۵] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۵۶۹

عبادت | واللہ اورادو وظائفِ ماثورہ نہایت پابندی کے ساتھ پڑھتے تھے، ان کی صاحبزادی اسماء کا بیان ہے کہ والد نمازِ فجر کے بعد سے طلوعِ آفتاب تک قبلہ رخ بیٹھکر وظیفہ پڑھتے تھے، اور اس وقت جب کبھی میں ان سے کسی ضرورت سے بات کرنا چاہتی تو بولتے نہ تھے، ایک دن میں نے پوچھا آپ بولتے کیوں نہیں، فرمایا میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو شخص نماز کے بعد بغیر کسی سے بات کئے ہوئے سورۂ قل ہو اللہ تلاوت کرے تو اس کے اس سال کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں[1]

فیاضی | ابتدا میں نہایت نادار تھے، اسی لئے اصحاب صفہ کے زمرہ میں شامل ہو گئے تھے، بعد میں خدا نے فارغ البال کیا، فارغ البالی کے زمانہ میں نہایت فیاض اور سیر چشم تھے، اور صبح وشام دونوں وقت برابر لوگوں کو بلا کر کھانے میں شریک کرتے تھے[2]

۱۲۴۔ حضرت وائل بن حجرؓ

نام ونسب | وائل نام، ابو ہنیدہ کنیت، نسب نامہ یہ ہے، وائل بن حجر بن ربیعہ بن وائل ابن یعمر حضرمی، ان کے والد حجر سلاطین حضرموت میں تھے، وائل خود حضرموت کے رئیس تھے،

اسلام | فتح مکہ کے بعد جب عرب کے مختلف گوشوں کے وفود قبولِ اسلام کے لئے جوق در جوق مدینہ آنے لگے تو وائل بھی اپنے قبیلہ کے ساتھ مدینہ وارد ہوئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ورود سے پیشتر صحابہ کو ان کی آمد کی اطلاع دیدی تھی، اور ان کا تعارف بھی کرادیا تھا کہ "وائل بن حجر جو سلاطینِ حضرموت کی یادگار ہیں خدا ورسول کے مطیع وفرمان بردار بنکر دور دراز کی مسافت طے کر کے حضرموت سے آرہے ہیں" جب وائل مدینہ پہنچے، تو آنحضرت

---

[1] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۷۵ [2] ابن سعد ج ۴ ق ۲ ص ۱۲۹

صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے رتبہ کے مطابق ان کا استقبال کیا، اپنے قریب ردائے مبارک بچھا کر اس پر بٹھایا، اور ان کے اور ان کی اولاد کے لیے دعا فرمائی کہ خدایا وائل، ان کی اولاد اور اولاد کی اولاد پر برکت نازل فرما، اور ان کو سرداران حضرموت کا حاکم بنا[۱]"

اسلام قبول کرنے کے بعد جب وائل واپس جانے لگے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حضرموت میں زمین کا ایک قطعہ مرحمت فرمایا، اور ان کے بارہ میں ایک خط مہاجرین امیہ کے اور دوسرا حضرموت کے رؤسا اور سرداروں کے نام لکھ کر حوالہ کیا، اور چلتے وقت معاویہ کو کچھ دور تک مشایعت کے لیے بھیجا، وائل سوار تھے اور معاویہ سواری کے ساتھ پیدل چل رہے تھے، گرمی کا موسم تھا، تپتی ہوئی ریت پیروں کو جھلسائے دیتی تھی، معاویہ نے پاؤں جلنے کی شکایت کی، وائل نے کہا سواری کے سایہ میں آجاؤ، معاویہ نے کہا اس سے کچھ نہ ہوگا، اپنے ساتھ سواری پر بٹھا لیجئے، وائل ابھی نئے نئے اسلام لائے تھے، دماغ میں نخوت و رعونت بسی ہوئی تھی، جواب دیا، خاموش تم بادشاہوں کے ساتھ بیٹھنے کے قابل نہیں ہو[۲]،

جنگ صفین میں شرکت کوفہ آباد ہونے کے بعد یہاں اقامت اختیار کرلی، جنگ صفین میں حضرت علیؓ کے ساتھ تھے، اور حضرموت کا علم ان ہی کے ہاتھ میں تھا[۳]،

امیر معاویہ کے عہد خلافت میں ایک مرتبہ ان کے پاس گئے، امیر نے پہچان کر نہایت خندہ پیشانی کے ساتھ استقبال کیا، اور اپنا واقعہ یاد دلایا، اور چلتے وقت نقدی سلوک کرنا چاہا لیکن وائل نے انکار کر دیا، ان کے انکار پر امیر معاویہ نے جاگیر پیش کی، مگر وائل نے اسے بھی قبول نہ کیا، اور کہا مجھکو اس کی ضرورت نہیں کسی دوسرے حاجتمند کو دیدیا[۴]،

وفات ان ہی کے عہد خلافت میں وفات پائی[۵]،

---

[۱] استیعاب ج ۲ ص ۵۹۶ [۲] ایضاً [۳] اسد الغابہ ج ۵ ص ۸۱ [۴] استیعاب ج ۲ ص ۶۲۵ [۵] اصابہ ج ۶ ص ۳۱۲

۱۲۵- وحشی بن حرب

نام ونسب
وحشی نام، ابودسمہ کنیت. نسلاً حبشی اور حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کے غلام تھے،

حمزہ کا قتل
جنگِ بدر مین حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے جبیر بن مطعم کے چچا طعیمہ بن عدی کو قتل کیا تھا، اس لئے جبیر کو اس کے انتقام کی بڑی فکر تھی، جب احد کی تیاریان شروع ہوئین تو جبیر نے وحشی سے کہا کہ اگر تم چچا کے انتقام مین حمزہ کو قتل کردو تو تم آزاد ہو، آزادی کا نام سنکر وحشی فوراً تیار ہوگیا، میدانِ جنگ مین جب صف آرائی ہوئی اور مشرکین کی طرف سے "سباع" نے مبارز طلبی کی، تو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اس کے مقابلہ کو نکلے، اور ایک ہی وار مین اس کا کام تمام کردیا، وحشی ایک چٹان کی آڑ مین گھات مین بیٹھا ہوا تھا جیسے ہی حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ "سباع" کو قتل کرکے ادھر سے گذرے اس نے نیزہ سے ایسا وار کیا کہ نیزہ ناف کے پار اتر گیا اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اسی جگہ شہید ہوگئے[۱]

اسلام
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو چچا کی شہادت کا بڑا قلق تھا، اس لئے وحشی اشتہاری مجرم ہوگیا، اور جب مکہ فتح ہوگیا تو اس نے طائف مین پناہ لی، جب طائف کا وفد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین جانے لگا تو لوگون نے وحشی سے کہا تم بھی وفد کے ساتھ چلے جاؤ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفراء کے ساتھ برا برتاؤ نہین کرتے، لوگون کے کہنے سے وحشی ساتھ ہوگیا، اور مدینہ پہنچکر دفعۃً کلمہ پڑھتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آگیا،[۲]

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے محبوب چچا تھے، آپ پر ان کی شہادت کا نہایت شدید اثر تھا، لیکن وحشی اولاً سفیر کی حیثیت سے اور پھر مسلمان ہوکر آئے تھے

[۱] بخاری کتاب المغازی باب قتل حمزہ رضی اللہ عنہ، [۲] ابن ہشام ج اول ص ۲۵۲

اس لئے ان کے ساتھ کوئی برا سلوک نہین ہو سکتا تھا تاہم آپ نے ان کے چہرہ پر نظر ڈالنا گوارا نہ کیا
وحشی سے پوچھا تم ہی نے حمزہ کو شہید کیا تھا انھون نے محجوب ہو کر عرض کیا، آپنے جو سنا ہے صحیح ہے،
آپ نے فرمایا اگر ہو سکے تو تم اپنا چہرہ مجھے نہ دکھلاؤ وحشی تعمیلِ ارشاد مین فوراً ہٹ گئے[1]

حسن تلافی | حضرت حمزہؓ کی شہادت کا جرم وحشی کے دل پر ایسا زخم تھا جو انھین چین نہین لینے دیتا تھا، اور وہ قبولِ اسلام کے بعد سے برابر اس کی تلافی کی کوشش مین لگے ہوئے تھے خوش قسمتی سے بہت جلد ان کو اس کا موقع مل گیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جب مشہور مدعیِ نبوت مسیلمۂ کذاب کا فتنہ اٹھا تو وحشی نے کہا اب وقت ہے کہ مین مسیلمہ کو قتل کرکے حمزہ کے خون کا کفارہ ادا کر دون، چنانچہ وہی نیزہ جس سے حضرت حمزہؓ کو شہید کیا تھا لیکر مسیلمہ کے مقابلہ مین جانے والی مہم کے ساتھ ہو گیے[2] اور میدانِ جنگ مین پہنچکر مسیلمہ کی تاک مین لگے رہے، وہ ایک دیوار کے سوراخ کے پار نظر آیا، انھون نے نیزہ تان کر اس کے سینہ پر ایسا وار کیا کہ نیزہ سینہ کے پار ہو گیا، جو کچھ کمی رہگئی، اس کو ایک انصاری نے بڑھکر پورا کر دیا[3] اس طرح وحشی نے اسلام کے بہت بڑے دشمن کا خاتمہ کر کے حضرت حمزہؓ کا خونبہا ادا کر دیا،

۱۲۶ حضرت وہبؓ بن قابوس

نام و نسب | وہب نام، باپ کا نام قابوس تھا، نسلاً قبیلہ مزینہ سے تعلق رکھتے تھے، اور ارض مزینہ مین رہتے تھے،

اسلام | جنگِ احد کے زمانہ مین اپنے بھتیجے حارث کے ساتھ بکریان لے کر مدینہ آئے، یہان

[1] بخاری کتاب المغازی باب قتل حمزہؓ [2] سیرت ابن ہشام ج اول ص ۴۵۴ [3] بخاری کتاب المغازی باب قتل حمزہؓ،

بالکل سناٹا تھا، پوچھا سب لوگ کہاں گئے؟ معلوم ہوا کوہِ اُحد پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مشرکین کے مقابلہ مین گئے ہوئے ہین، یہ سنکر اسی وقت مشرف باسلام ہو گئے۔

شہادت قبول اسلام کے بعد احد کی رزمگاہ مین پہنچے، ہنگامۂ کارزار گرم تھا، وہب مسلمانون کے ساتھ مل کر حملہ آور ہو گئے، اسی دوران مین مشرکین مین سے خالد بن ولید اور عکرمہ بن ابی جہل پشت کی جانب سے نمودار ہوئے، اور نہایت جم کر مقابلہ کیا، ابھی یہ مقابلہ جاری تھا کہ مشرکین کا ایک اور جتھا نظر آیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اس سے کون نپٹے گا، وہب نے عرض کیا مین یا رسول اللہ! یہ کہکر اس قدر تیر باری کی کہ جتھا واپس جانے پر مجبور ہو گیا، مگر ایک دوسرا جتھا نمودار ہو گیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اس کے مقابلہ مین کون آتا ہے، وہب نے پھر اپنے کو پیش کیا، اور اس زور شور سے حملہ آور ہوئے کہ اس جتھے کا بھی منہ پھیر دیا۔ اس سے فارغ ہوئے تھے کہ تیسرا جتھا دکھائی دیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا، اس کے مقابلہ کے لیے کون اٹھتا ہے، اس مرتبہ بھی اس سوال کے جواب مین وہب ہی کی آواز آئی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت دی، جاؤ جاکر جنت لو، یہ مژدہ سنکر شادان و فرحان یہ کہتے ہوئے کہ "نہ کسی کو چھوڑون گا اور نہ اپنے بچاؤ کی کوشش کرون گا" مشرکین کے جم غفیر مین گھس گئے، اور تلوار چمکاتے ہوئے اس پار سے اس پار نکل گئے، مسلمان یہ جرأت اور بہادری دیکھکر عش عش کرتے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرماتے تھے کہ "خدایا اس پر رحم کر"۔ وہب دیر تک حیرت انگیز شجاعت کے ساتھ لڑتے رہے، آخر مین مشرکین چارون طرف سے ٹوٹ پڑے، اور ہر طرف سے نرغہ مین لیکر تیرون اور تلوارون کی بارش شروع کر دی، تن تنہا اس ہجوم کا کب تک مقابلہ کرتے، بالآخر سینکڑون زخم کھا کر خلعت شہادت سے سرفراز ہو گئے۔[1]

---

[1] ابن سعد ج ۴ ق اول ص ۱۸۱

شہادت کے بعد شمار کیا گیا تو بیس زخم ایسے کاری تھے کہ ان میں سے ہر ایک زخم شہادت کے لیے کافی تھا، شہید کرنے کے بعد مشرکین نے نہایت بری طرح مثلہ کیا تھا، ان کے بھتیجے حارث یہ المناک منظر دیکھ کر بے قابو ہوگئے، اور بے تابانہ اٹھ کر اسی بہادری اور بے جگری سے لڑ کر جام شہادت پیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وہب کی شہادت کا نہایت سخت اثر ہوا، چچا بھتیجے دونوں کی لاشوں پر کھڑے ہو کر فرمایا کہ "میں تم سے راضی ہوں" مشرکوں نے وہب کی لاش کا اس بری طرح مثلہ کیا تھا کہ قریب جاکر نظر ڈالنے کی ہمت نہ پڑتی تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود تشریف لے گئے، اور دفن تک ان کے پیروں کی سمت کھڑے رہے، اور قبر میں رکھنے بعد اپنے ہاتھوں سے سرخ بوٹوں کی چادر کھینچ کر اڑھائی، چادر چھوٹی تھی، پاؤں کھلے رہ گئے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر حرملہ ڈلوائی، اور اپنے ہاتھوں سے سپرد خاک کر کے واپس ہوئے، اس حیثیت سے وہب کی شہادت بڑی قابل رشک تھی کہ قبول اسلام کے بعد ان کا ایک لمحہ بھی دنیا سے ملوث نہ ہوا، اور سیدھے جنت الفردوس کو سدھارے، اس طیب و طاہر زندگی اور اس شہادت پر بڑے بڑے صحابہ رشک کرتے تھے، حضرت عمرؓ اور حضرت سعدؓ کہتے تھے کہ کاش مزنی کی شہادت ہم کو نصیب ہوئی ہوتی۔[1]

۱۲۷۔ حضرت ہاشم بن عتبہؓ

نام ونسب ہاشم نام، ابو عمر کنیت، مرقال لقب، نسب نامہ یہ ہے، ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص ابن اہیب بن عبد مناف بن زہرہ قرشی زہری، ہاشم مشہور صحابی حضرت سعدؓ بن ابی وقاص

[1] ابن سعد ج ۴ ق اول ص ۱۸۱

فاتح ایران کے بھتیجے ہین،

اسلام | فتح مکہ مین مشرف باسلام ہوئے،

فتوحات مین شرکت | شجاعت وشہامت ان کا خاندانی جوہر تھا، بہت آخر مین اسلام کے شرف سے مشرف ہوئے تھے، اس لئے حیاتِ نبوی صلعم مین اس کے مظاہرہ کا موقع نہ ملا، سب اول فاروقی عہد مین ان کے جوہر نمایان ہوئے، شام کی فتوحات مین خالد بن ولید رضہ کے دوش بدوش داد شجاعت دی، یرموک کی مشہور جنگ مین ایک آنکھ شہید ہوئی [1]

اس زمانہ مین پورے شام اور ایران مین جنگ چھڑی تھی، ہاشم دونون مین شریک ہوئے، ایران کی معرکہ آرائیون کے سلسلہ مین قادسیہ کا معرکہ نہایت اہم ہے، اس کیلئے حضرت عمر رضہ نے دار الخلافہ سے جو منتخب بہادر بھیجے تھے، اس مین ایک ہاشم بھی تھے، چنانچہ وہ حضرت عمر رضہ کے حکم سے چھ ہزار کی جمعیت کیساتھ شام سے روانہ ہوئے، اور ٹھیک تیسرے دن ایران کے حدود مین پہنچے اور یرموک کے معرکہ مین شریک ہوئے، اس جنگ مین انھون نے اپنی شجاعت کے نہایت حیرت انگیز مناظر دکھائے اور ایسے کارہائے نمایان کئے کہ مجاہدینِ قادسیہ مین کوئی بھی ان کے کارنامون کو نہ پہنچ سکا، فاتحینِ قادسیہ مین ان کا نام سرِفہرست ہے [2]

مدائن کی فتح کے بعد جب یزدگرد نے جلولا مین تیاریان شروع کین، اور سعد بن ابی وقاص رضہ کو اس کی خبر ہوئی تو انھون نے ہاشم کو بارہ ہزار فوج کے ساتھ اس کے مقابلہ کو بھیجا، ان کے جلولا پہنچنے سے پہلے ایرانی تمام انتظام مکمل کر کے مقابلہ کے لئے تیار ہو چکے تھے، اور ہر ایرانی نے میدان جنگ مین جان دیدینے کا عہد کر لیا تھا، اور ان کے پاس حلوان سے امداد پر امداد چلی آ رہی تھی، اس لئے ہاشم کے آنے کے بعد مسلمانون نے طے کیا کہ بلا کسی توقف وانتظار کے حملہ کر دینا

---

[1] استیعاب ج ۲ ص ۶۱۷ [2] استیعاب ج ۲ ص ۶۱۷،

چاہئے، ورنہ ایرانیون کی امدادی فوجون کا سلسلہ ان کی قوت بہت بڑھا دیگا، اس وقت مقابلہ
مین زیادہ دشواری ہوگی، اس فیصلے کے بعد مسلمانون نے جنگ چھیڑ دی، پہلے تیر چلے، پھر نیزے نکلے،
آخر مین تلوار کی نوبت آئی اور اس گھمسان کی جنگ ہوئی کہ تلوارون کی دھارین الٹ الٹ گئین، ایرانی
برابر کا جواب دے رہے تھے، آخر مین مسلمانون نے ہر طرف سے سمٹ کر ایسا زبردست حملہ کیا
کہ ایرانیون کے پاؤن اکھڑ گئے، اور وہ میدان چھوڑ کر بھاگ نکلے، مسلمان صبح سے شام تک
تعاقب کرکے مارتے رہے، شام کی تاریکی مین مجبوراً علیٰحدہ ہونا پڑا،

اس شکست فاش کے بعد یزدگرد حلوان چلا گیا، اور مسلمان دجلہ کے مشرقی ساحل کے
دیہاتون پر قبضہ کرتے ہوئے مہرود پہنچے، یہان کے باشندون نے جزیہ دیکر اطاعت قبول کرلی،
مہرود کے بعد بندنیجین پہنچے، یہان کے باشندون نے بھی جزیہ دیکر اطاعت قبول کرلی، خانقین
مین ایرانیون کا ایک جتھا باقی رہ گیا تھا، اسے جریر بن عبداللہ بجلی نے ہٹا دیا، اور سواد دجلہ کا
پورا علاقہ ہاشم کے زیر قیادت تسخیر ہوگیا، اس کے بعد ہاشم اور اشعث بن قیس، دقوقا، خانیجار
ہوتے ہوئے باجرمی کے اضلاع کو فتح کرتے ہوئے سن بار کو عبور کرکے شہرزور کی سرحد تک
پہنچ گئے [1]

جلولاء کا معرکہ اپنی اہمیت کی وجہ سے فتح الفتوح کہا جاتا ہے، اس مین دس لاکھ مال غنیمت
مسلمانون کے ہاتھ آیا، اس کی کامیابی تمامتر ہاشم کی کوششون کا نتیجہ تھی،

جنگ جمل | اس کے بعد جب خانہ جنگی کا دور آیا اور مسلمانون کی تلوارین آپس ہی مین چلنے لگین
تو ہاشم کی حق پرست تلوار حقدار کی حمایت مین بے نیام ہوئی، ان کا رجحان ابتدا ہی سے
حضرت علیؓ کی جانب تھا، چنانچہ حضرت عثمانؓ کی خبر شہادت سنکر حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے

[1] یہ تمام واقعات فتوح البلدان بلاذری ص ۲۶۲ و ۲۶۵ سے ماخوذ ہین،

کہا کہ اب اس امت کے بہترین فرد کے ہاتھوں پر بیعت کر لینی چاہیے، ابو موسیٰؓ نے کہا، ابھی جلدی کی کیا ضرورت ہے، لیکن ہاشم کو توقف گوارا نہ تھا، انھوں نے حضرت علیؓ کی خدمت میں جانے تک کی تاخیر گوارا نہ کی، اور اپنا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر رکھ کر کہا یہ علیؓ کا ہاتھ ہے اور یہ میرا، میں بیعت کرتا ہوں، جب حضرت علیؓ نے جنگ جمل کی تیاریاں شروع کیں تو حضرت حسنؓ، حضرت عمارؓ بن یاسر اور ہاشم کو کوفیوں کے آمادہ کرنے کے لیے کوفہ روانہ کیا،[1] اور اس کے بعد جب جنگ جمل کا آغاز ہوا تو ہاشم شروع سے آخر تک حضرت علیؓ کے ساتھ اور ان کے دست راست رہے،

جنگ صفین

جنگ جمل کے بعد صفین میں بھی پیش پیش تھے، اور وقتاً فوقتاً کوفی فوجوں کو لیکر شامیوں کے مقابلہ میں نکلے تھے، اشہر حرم میں التوائے جنگ کے بعد جب دوبارہ جنگی تیاریاں شروع ہوئیں تو حضرت علیؓ نے بڑا علم ہاشم کو مرحمت فرمایا،[2]

شہادت

آخری فیصلہ کن معرکوں کے سلسلہ میں ایک دن پھر حضرت علیؓ نے ہاشم کو علم برداری کا اعزاز بخشا، انھوں نے علم برداری کا پورا حق ادا کر دیا، صبح سے شام تک مسلسل لڑتے رہے شام کی تاریکی میں ان کے ساتھیوں کے پاؤں اکھڑ گئے، مگر وہ اپنے خاص آدمیوں کے ساتھ برابر جمے رہے، حارث بن منذر تنوخی نے نیزہ سے زخمی کر دیا، زخم بہت کاری تھا لیکن ہاشم کے استقلال میں فرق نہ آیا، وہ اسی طرح لڑتے رہے، اسی درمیان میں حضرت علیؓ کا پیام پہنچا کہ علم آگے بڑھاتے جاؤ، ہاشم نے پیام لانے والے سے کہا کہ تم میری حالت کا مشاہدہ کرتے جاؤ، اس نے پیٹ پر نظر ڈالی تو دیکھا کئی شگاف پڑے ہوئے تھے، زخموں نے بالکل نڈھال کر دیا تھا، چنانچہ قاصد کی واپسی کے بعد ہی وہ زمین پر گر پڑے، ان کے گرنے سے ان کے باقی ماندہ ساتھیوں کے بھی پاؤں اکھڑ گئے، اور ہاشم نے اسی محشرستانِ قتال میں جان دیدی،[3]

---

[1] اخبار الطوال ص ۱۵۳ [2] ایضاً ص ۱۸۲ [3] ایضاً ص ۱۹۵، ۱۹۶

اس معرکہ میں ان کا ایک پاؤں کٹ کر الگ ہو گیا تھا، لیکن شجاعت کا یہ عالم تھا کہ اس کٹے ہوئے پاؤں کو زمین پر ٹیک کر لڑتے تھے، اور یہ رجز پڑھتے جاتے تھے، الفحل یحمی شوکہ معقولا[1]

اولاد | ان کی اولاد میں عبد اللہ ان کے خلف الصدق اور بڑے نامور فرزند تھے، ہاشم کی شہادت کے بعد حضرت علیؓ نے ان کو علم مرحمت فرمایا تھا،[1]

فضائل اخلاق | ہاشم اس شجاعت و شہامت کے ساتھ دوسرے محاسن اخلاق سے بھی آراستہ تھے، علامہ ابن اثیر لکھتے ہیں کان من شجعان الابطال والفضلاء الاخیار۔ ہاشم بڑے نامور بہادروں اور اخیار فضلا میں تھے،[2]

۱۲۸- حضرت ہشام بن حکیمؓ

نام ونسب | ہشام نام، باپ کا نام حکیم تھا، نسب نامہ یہ ہے، ہشام بن حکیم بن حزام بن خویلد بن اسد بن عبد العزیٰ بن قصی قرشی اسدی، ام المومنین حضرت خدیجہ صدیقہؓ ہشام کے والد حکیم کی پھوپھی تھیں،

اسلام | فتح مکہ میں مشرف باسلام ہوئے،[3] قبول اسلام کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن کی بعض سورتوں کی تعلیم حاصل کی،

وفات | حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں وفات پائی بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اجنادین کے معرکہ میں شہید ہوئے لیکن بروایت صحیح جیسا کہ آگے چل کر معلوم ہوگا، ہشام حمص اور فلسطین میں احتساب کرتے تھے، اور یہ دونوں مقام اجنادین کے بعد فتح ہوئے۔

امر بالمعروف ونہی عن المنکر | ہشام کے صحیفۂ اخلاق میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا عنوان بہت نمایاں ہے، انھوں نے اس کو اپنا مقصد حیات قرار دے لیا تھا، تمام ارباب سیر متفق

---

[1] اخبار الطوال ص ۱۹۵ و ۱۹۶ [2] اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۹ [3] استیعاب ج ۲ ص ۶۱۱

اللفظ ہین کہ کان ممن یامر بالمعروف وینہی عن المنکر" یعنی ہشام امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والون مین تھے، اس فریضہ کے خاطر انھون نے کسی سے دوستانہ تعلقات نہین پیدا کئے اور اہل وعیال کے علائق سے بھی آزاد رہے، ایک سیاح کی طرح چکر لگا کر ہر جگہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فرض ادا کرتے تھے،[۱]

ان کی تبلیغ کا دائرہ غربا کے جھونپڑون سے لیکر امرا وعمال کے قصور اور ایوانِ حکومت تک یکسان وسیع تھا، عہد فاروقی کے مشہور فوجی افسر اور والی حکومت عیاض نے فتوحات کے سلسلہ مین کسی کو کوڑے لگائے، ہشام نے انھین سخت تنبیہ کی، عیاض ایک ممتاز افسر تھے، ان کو ہشام کی یہ علانیہ تنبیہ بہت ناگوار ہوئی، اور اس سے ان کو بڑی تکلیف پہنچی، چونکہ ہشام کی اس مین کوئی ذاتی غرض شامل نہ تھی، اس لئے دو تین دن کے بعد انھون نے عیاض سے معذرت کی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سنایا کہ "آخرت مین سب سے زیادہ عذاب اس شخص پر ہوگا جو دنیا مین لوگون کو عذاب دیگا"، عیاض نے کہا تم نے رسول اللہ کے جو افعال دیکھے اور جو اقوال سنے وہ مین نے بھی دیکھے اور سنے، لیکن تم رسول اللہ کا یہ فرمان بھول گئے کہ "جو شخص کسی حاکم کو نصیحت کرنا چاہے تو اس کو علانیہ نہ کرنا چاہیئے، بلکہ اس کا ہاتھ پکڑ کے الگ لیجا کر سمجھا دینا چاہئے، اگر وہ قبول کرلے تو فبہا، ورنہ کہنے والا اپنے فرض سے سبکدوش ہو گیا"،[۲]

ایک مرتبہ چند ذمیون کو دھوپ مین کھڑا دیکھا، سبب پوچھا تو معلوم ہوا جزیہ نہ ادا کرنے کے جرم مین سزا دیجا رہی ہے، یہ سنکر بولے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص دنیا مین لوگون کو عذاب دیتا ہے خدا اس کو آخر مین عذاب دیگا، اور فلسطین کے حاکم عمیر بن سعد کو یہ حدیث سنا کر ذمیون کو تکلیف سے نجات دلائی،[۳]

---

[۱] استیعاب واصابہ تذکرۂ ہشام [۲] مسند احمد بن حنبل ج ۳ ص ۴۰۴ [۳] مسند احمد ابن حنبل ج ۳ ص ۴۰۳

حضرت عمرؓ کو ان کے اس احتساب پر اتنا اعتماد تھا کہ جب کوئی ایسا واقعہ پیش آتا جسے وہ ناپسند کرتے تو فرماتے جب تک مین اور ہشام زندہ ہون ایسا نہین ہوسکتا[1]

فضل وکمال قرآن کریم کی بعض سورتون کی تعلیم براہ راست زبانِ وحی والہام سے حاصل کی تھی اس لئے بعض مرتبہ قرأت مین انکا علم کبار صحابہ کے مقابلہ مین زیادہ صحیح نکلتا تھا، ایک مرتبہ ہشام نماز مین سورۂ فرقان پڑھ رہے تھے، حضرت عمرؓ نے سنا تو انھین عام قرأت سے ان کی قرات مین اختلاف معلوم ہوا ہشام نے سلام پھیرا، تو حضرت عمرؓ نے ان کو چادر سے کس لیا اور پوچھا، اس طریقہ سے تمکو کس نے پڑھایا، انھون نے کہا رسول اللہ نے، حضرت عمرؓ نے فرمایا تم جھوٹ کہتے ہو، مجھکو رسول اللہ نے ہی یہ آیتین تعلیم دی ہین، مگر اس مین اور تمھارے قرات مین اختلاف ہے اور انھین کشان کشان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین لاکر عرض کیا یا رسول اللہ! قرآن کی قرات یہ ایسے حروف مین کرتے ہین، جس کے خلاف آپنے مجھے تعلیم دی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دونون سے پڑھوا کر سنا اور فرمایا ان دونون قرأتون مین کوئی اختلاف نہین ہے، قرآن سات حرفون پر نازل ہوا ہے جو ان مین آسان معلوم ہو اوسے اختیار کرو[2]

حدیث مین ان کا کوئی قابلِ ذکر پایہ نہین ہے تاہم حدیث کی کتابین ان کی مرویات سے بالکل خالی نہین ہین، جبیر بن کثیر اور عروہ نے ان سے روایت کی ہے[3]

۱۲۹۔ حضرت ہند بن حارثہؓ

نام ونسب ہند نام، باپ کا نام، حارثہ تھا، نسب نامہ یہ ہے، ہند بن حارثہ بن سعید بن عبداللہ بن غیاث بن سعد بن عمرو بن عامر بن ثعلبہ بن مالک بن افصی اسلمی،

---

[1] استیعاب ج ۲ ص ۶۱۱ [2] بخاری ابواب فضائل القرآن [3] تہذیب الکمال ص ۴۰۹،

اسلام | ہند آٹھ بھائی تھے اور آٹھوں صلح حدیبیہ کے پہلے مشرف باسلام ہوئے، صلح حدیبیہ مین
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھے، اور بیعت رضوان کے شرف سے مشرف ہوئے، ان مین دو
بھائی ہند اور اسماء مستقل طور سے دامن نبوی سے وابستہ ہو گئے، شب و روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
خدمت گذاری مین رہتے تھے، حضرت ابوہریرہؓ جیسے آستانۂ نبوت کے حاضر باش روایت کرتے ہین
کہ اسماء، اور ہند کی خدمت گذاری اور حاضر باشی کی وجہ سے مین انھین آپکا خادم سمجھتا تھا،[1]

ہند نہایت مسکین تھے، معاش کا کوئی سہارا نہ تھا، اس لیے اصحاب صفہ کے
کے زمرہ مین شامل ہو گئے،[2] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشورہ کے روزہ کا حکم بنی اسلم
مین ان ہی کے ذریعہ بھجوایا تھا،[3]

وفات | امیر معاویہؓ کے عہد خلافت مین وفات پائی،[4]

۱۳۰ حضرت یاسر بن عامرؓ

نام ونسب | یاسر نام، ابو عامر کنیت، یاسر مشہور صحابی حضرت عمارؓ کے والد ہین، نسب نامہ یہ ہے
یاسرؓ بن عامر بن مالک بن کنانہ بن قیس بن حصین بن ودیم بن ثعلبہ بن عوف بن حارثہ بن عامر الاکبر بن
یام بن عنس بن مالک بن اود بن یشجب بن عریب بن زید بن کہلان بن سبا بن یشجب بن یعرب
قحطان عنسی قحطانی،

اسلام سے پہلے | حضرت یاسرؓ قحطانی النسل اور یمن کے باشندے تھے، اپنے ایک مفقود الخبر بھائی
کی تلاش مین یہ ان کے دو[2] بھائی حارث اور مالک مکہ آئے، حارث اور مالک تو لوٹ گئے،

[1] اسد الغابہ ج ۵ ص ۷۱ [2] ابن سعد ج ۴ ق ۲ ص ۱۵ [3] اسد الغابہ ج ۵ ص ۷۱
[4] ابن سعد ج ۴ ق ۲ ص ۱۵

لیکن یاسر نے ابوحذیفہ بن مغیرہ سے حلیفانہ تعلق پیدا کرکے مکہ مین اقامت اختیار کرلی، ابوحذیفہ
نے اپنی ایک لونڈی سمیہ سے ان کی شادی کردی، ان ہی کے بطن سے حضرت عمارؓ پیدا ہوئے
تھے، قانوناً عمار ابوحذیفہ کے غلام تھے، لیکن انھون نے ان کو آزاد کردیا تھا، اور باپ بیٹے
دونون ابوحذیفہ کے ساتھ رہتے تھے،[1]

اسلام | ابوحذیفہ کی وفات کے بعد مکہ مین جب اسلام کا غلغلہ بلند ہوا تو تینون مان باپ بیٹے
مشرف باسلام ہوگئے،[2] اس وقت بہت کم لوگون نے اس دعوت حق کا جواب دیا تھا،
بروایت صحیح اس وقت ان کی تعداد تیس پینتیس سے زیادہ نہ تھی،

آزمایش | دعوت اسلام کے آغاز مین بڑے بڑے ذی وجاہت مسلمان جبابرۂ قریش کی ستم
آرائیون سے محفوظ نہ تھے، تو ان تینون بے یار و مددگار غریبون کا کیا شمار تھا حضرت سمیہؓ بنی مخزوم
کی غلامی مین تھین، اور تینون ان کے زیر بار احسان تھے، اس لیے بنی مخزوم نے انھین مشقِ ستم
بنالیا، طرح طرح کی اذیتین دیتے، ٹھیک دوپہر کی دھوپ مین تپتی ہوئی ریگ پر لٹاتے، حضرت
عمارؓ خصوصیت کے ساتھ اس آزمایش کا نشانہ بنتے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان بے بس غریبون
کو اس حال مین دیکھکر تسلی دیتے کہ آل یاسر خدا تم کو اس کے بدلہ مین جنت عطا کرے گا،[3]

شہادت | بنی مخزوم نے اپنی تمام سختیان ان تینون پر ختم کردین لیکن ان کی زبان کلمۂ توحید
سے نہ پھری، آخر مین سمیہ کو ابوجہل نے نہایت وحشیانہ طریقے سے نیزہ سے زخمی کرکے شہید کرڈالا،[4]
حضرت یاسرؓ ضعیف و ناتوان تھے، ان وحشیانہ سزاؤن کی تاب نہ لاسکے، اور کچھ دنون کے بعد
وہ بھی شہید ہوگئے،[5]

---

[1] ابن سعد ج ۳ ق اول ص ۱۰۰ [2] ایضاً [3] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۳۸۳ [4] ایضاً [5] اصابہ ج ۶
ص ۳۳۳ و ابن سعد ج ۳ ق اول تذکرۂ عمار بن یاسرؓ

۱۳۱۔ حضرت یزید بن ابی سفیانؓ

نام ونسب یزید نام، ابوخالد کنیت، خیر لقب، نسب نامہ یہ ہے، یزید بن ابی سفیان بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی قرشی اموی، ماں کا نام زینب تھا، یزید حضرت امیر معاویہؓ کے سوتیلے بھائی، اور ابوسفیان کی اولاد میں سب سے زیادہ نیک اور سلیم الطبع تھے، اس لئے یزید الخیر لقب ہوگیا تھا،

اسلام وغزوات فتح مکہ میں اپنے اہل خاندان کے ساتھ مشرف باسلام ہوئے، غزوات میں سب اول حنین میں شرکت کی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حنین کے مال غنیمت سے چالیس اوقیہ (سونا یا چاندی) اور سو اونٹ مرحمت فرمائے،[1] اور بنی فراس کا امیر بنایا،[2]

شام کی فوجکشی اور امارت یزید نہایت شجاع اور بہادر تھے، لیکن بہت آخر میں اسلام لائے تھے، اس لئے عہد نبوی میں انھیں کارگذاری دکھانے کے کم مواقع ملے، عہد صدیقی سے ان کے کاموں کا آغاز ہوتا ہے، چنانچہ جب شام پر فوج کشی ہوئی تو حضرت ابوبکرؓ نے یزید کو شرف امارت عطا کیا اور روانگی کے وقت کچھ دور تک پیادہ پا رخصت کرنے کے لئے نکلے، یزید نے خلیفۂ رسول اللہ کو پیادہ دیکھکر عرض کیا یا آپ بھی سوار ہوجایئے یا مجھے پیدل چلنے کی اجازت مرحمت ہو، فرمایا نہ مجھکو سوار ہونے کی ضرورت ہے نہ تم کو اترنے کی، میں چلنے قدم رکھتا ہوں ان کو راہ خدا میں شمار کرتا ہوں، رخصتی کے وقت فرمایا تمکو شام میں تارک الدنیا راہب ملیں گے ان سے اور ان کی رہبانیت سے تعرض نہ کرنا، تم کو جنگ میں ایسے لوگوں سے واسطہ پڑیگا جو بیچ

[1] ابن سعد ج ۷ ق ۲ ص ۱۲۷ [2] اصابہ ج ۶ ص ۳۴۱،

سر منڈاتے ہین، اسی حصہ پر تلوار مارنا، ہین تمکو دس نصیحتین کرتا ہون، ان کا ہمیشہ خیال رکھنا، عورتون بچون اور بڈھون کو نہ مارنا، پھلے پھولے درختون کو نہ کاٹنا، آبادیان نہ ویران کرنا، بکری اور اونٹ کھانے کے علاوہ بے کار نہ ذبح کرنا، درخت نہ جلانا، پانی مین نہ ڈبانا، خیانت اور بزدلی نہ کرنا[1]

ان زرین ہدایات کو لے کر یزید شام روانہ ہوئے، اور ارض شام مین پہنچنے کے بعد سب سے پہلے خالد بن ولید کے ساتھ بصری پر حملہ آور ہوئے، بصری والون نے صلح کر لی، بصری کے بعد فلسطین کا رخ کیا، اجنادین مین رومیون کا مقابلہ ہوا، ان کو شکست دی، اردن کی فتح کے بعد حضرت ابو عبیدہ بن الجراح نے یزید کو ساحلی علاقہ کی طرف روانہ کیا، انھون نے عمرو بن العاص کے ساتھ مل کر اس کو زیر نگین کیا[2]

دمشق کے محاصرہ مین شہر پناہ کے ہر ہر حصہ پر علحدہ علحدہ افسر متعین تھے، چنانچہ باب صغیر سے لیکر باب کیسان تک کی نگرانی یزید کے سپرد تھی دمشق کی فتح کے بعد جب ابو عبیدہ نے حمص کا ارادہ کیا تو یزید کو دمشق پر اپنے قائم مقام کی حیثیت سے چھوڑ گئے[3]

اس سلسلہ کی مشہور جنگ یرموک مین یزید ایک حصۂ فوج کے افسر تھے، حضرت ابو عبیدہ کی وفات کے بعد ۱۸ھ مین حضرت عمر نے یزید کو فلسطین کا حاکم بنایا، اور قیساریہ کی مہم ان کے سپرد کی، مسلمان اسوقت قیساریہ کا محاصرہ کئے ہوئے تھے، یزید حضرت عمر کے حکم کے مطابق سترہ ہزار فوج لے کر ان کی مدد کو قیساریہ پہنچے، اور اپنے بھائی معاویہ کو اپنا قائم مقام بنا کر پھر فلسطین لوٹ آئے، امیر معاویہ نے یہ مہم سر کر کے ان کے پاس اطلاع بھیجی، انھون نے

---

[1] موطا امام مالک کتاب الجہاد باب النہی عن قتال النساء والولدان فی الغزو [2] اسد الغابہ ج ۵ ص ۱۱۲

[3] فتوح البلدان بلاذری ص ۱۲۳ [4] ایضاً ص ۱۲۶ و ۱۲۷،

دار الخلافہ اطلاع دی[1]، غرض یزید شام کی فتوحات مین شروع سے آخر تک امتیازی حیثیت سے شریک رہے، اور ان کی شجاعت و تجربہ سے فتوحات مین بڑی قیمتی مدد ملی، ان سب کی تفصیلات خالدؓ بن ولید اور عمروؓ بن العاص کے حالات مین لکھی جا چکی ہین، اس لیے اس موقع پر خاص واقعات کے سوا انھین قلم انداز کر دیا گیا،

وفات | سنہ ۱۸ھ کے آخر یا ۱۹ھ کے شروع مین طاعون کی وبا مین ارض شام مین انتقال کیا،

۱۳۲- حضرت یزید بن شجرہ رہاویؓ

نام و نسب | یزید نام، باپ کا نام شجرہ تھا، قبیلۂ مذحج کی ایک شاخ سے نسبی تعلق رکھتے تھے، ان کے جد اعلیٰ رہا سے اوپر نسب نامہ یہ ہے، رہا بن یزید بن عتبہ بن حرب بن مالک ابن آذر شامی،

اسلام | ان کے اسلام کا زمانہ متعین طور سے نہین بتایا جا سکتا، غالباً عہد رسالت کے آخر مین مشرف باسلام ہوئے،

ذوق جہاد | ان کا خاص وہ امتیازی وصف جہاد کا شوق و ولولہ تھا، مگر عہد رسالت مین تاخیر اسلام کی وجہ سے انھین اس سعادت کا موقع نہین ملا، خلفائے راشدین کے زمانہ مین بعض لڑائیون مین شرکت کا پتہ چلتا ہے، ان کی تلوار پورے طور پر امیر معاویہ کے زمانہ مین بے نیام ہوئی، اس عہد مین رومیون کے مقابلہ مین اکثر مہین ابن شجرہ ہی کی قیادت مین بھیجی جاتی تھین[3]، ان کی ایک تقریر سے جو انھون نے مسلمانون کے سامنے ترغیب جہاد کے لئے کی تھی، ان کے ولولۂ جہاد کا اندازہ ہوتا ہے،

---

[1] فتوح البلدان بلاذری ص ۱۴۷ [2] ایضاً [3] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۴۹۴

لوگو! کاش تمہیں بھی سیاہ وسپید اور سرخ وسبز رنگوں اور فوجوں کے کوچ میں وہ کچھ نظر آتا جو میں دیکھتا ہوں میدان جنگ میں جب مسلمان نماز کے لئے صف بستہ ہوتے ہیں تو جنت و دوزخ اور آسمانوں کے دروازے کھل جاتے ہیں اور حوریں اپنی پوری آرایش جمال کے ساتھ نکل آتی ہیں، اور ہر اس مجاہد کے لئے جو میدانِ کارزار میں قدم رکھتا ہے دعا کرتی ہیں کہ خدایا اسے ثابت قدم رکھ اور اس کی مدد فرما، اور جو پیچھے ہٹتا ہے اس سے اپنا چہرہ چھپا لیتی ہیں، پس اے قوم کے معززین! مرے ماں باپ تم پر فدا ہوں جنگ میں پوری کوشش اور ثابت قدمی دکھاؤ، یاد رکھو کہ تم میں سے جب کوئی میدانِ جنگ کی طرف قدم بڑھاتا ہے، تو خون کے فوارہ کی پہلی پھوار سے اس کے گناہ خزان رسیدہ پتوں کی طرح جھڑ جاتے ہیں، اور حوریں آگر اپنے ہاتھوں سے اس کا گرد وغبار جھاڑتی ہیں[1]،

امارت حج ۳۹ھ میں امیر معاویہؓ نے ان کو اپنی جانب سے امیر الحج بنا کر بھیجا تھا حضرت علیؓ کی جانب سے قثم بن عباس مکہ کے حاکم تھے، اس لئے امارتِ حج کے بارہ میں اختلاف ہوا، حضرت ابو سعید خدریؓ نے ایک تیسرے شخص شیبہ بن عثمان کا نام امارت حج کے لیے پیش کیا، ان پر فریقین رضامند ہوگئے[2]

وفات ۵۳ھ میں رومیوں کے مقابلہ میں کسی معرکہ میں شہید ہوئے[3]،

۱۳۳۔ حضرت ابو امامہ باہلیؓ

نام ونسب صدی نام، ابو امامہ کنیت، نسب نامہ یہ ہے ابو امامہ بن عجلان بن وہب بن

[1] حاکم نے پوری تقریر لکھی ہے، ہم نے اس کا ابتدائی ٹکڑا نقل کیا ہے [2] اسد الغابہ ج ۵ ص ۱۱۴ [3] مستدرک حاکم حوالۂ مذکور واستیعاب ج ۲ ص ۶۲۹،

عریب بن وہب بن رباح بن حارث بن وہب بن معن بن مالک بن اعصر بن سعد بن قیس بن عیلان بن مضر باہلہ معن بن مالک کی بیوی تھیں، معن کی اولاد اپنی ماں کی نسبت سے باہلی مشہور ہوئی،

اسلام اور بیعت رضوان | ابو امامہ ان خوش قسمت بزرگون مین ہین جنھون نے اسلام کی دعوت کا جواب اس وقت دیا، جب اس کا جواب نوک سنان اور تیر و خنجر سے ملتا تھا، اسلام کے بعد سب سے اول غزوۂ حدیبیہ مین شریک ہوئے اور بیعت رضوان کا شرف حاصل کیا، جب مسلمانون کو رضوان الٰہی کی یہ

لقد رضی اللہ عن المومنین	اللہ راضی ہوا مسلمانون سے جب انھون نے تمھارے
اذ یبایعونک تحت الشجرۃ،	ہاتھون پر درخت کے نیچے بیعت کی،

سند ملی تو ابو امامہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ! مین بھی ان لوگون مین ہون جو بیعت کے شرف سے مشرف ہوئے، آپ نے فرمایا تم مجھ سے ہو اور مین تم سے ہون،[1]

دعوت اسلام | قبول اسلام کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انھین ان کے قبیلہ مین دعوت اسلام کے لئے بھیجا، جس وقت یہ پہنچے اس وقت اہل قبیلہ اونٹون کو پانی پلانے کے بعد ان کا دودھ دوہکر پی رہے تھے، ابو امامہ کو دیکھا تو مرحبا بالصدی بن عجلان "صدی بن عجلان خوش آمدید" کہکر استقبال کیا، قبیلہ مین ان کے اسلام کی خبر ہو چکی تھی، چنانچہ استقبال کے بعد سب سے پہلا سوال یہ ہوا کہ ہم نے سنا ہے کہ اس شخص (رسول اللہ) کے ساتھ تم بھی بے دین ہو گئے؟ ابو امامہ نے جواب دیا نہین بے دین تو نہین ہوا، ہان خدا اور اس کے رسول پر ایمان لایا ہون اور رسول اللہ نے تمھارے پاس بھیجا ہے، تاکہ تمھارے سامنے اسلام اور اس کے قوانین پیش کردون، ابھی یہ گفتگو جاری تھی کہ بعض بعض اہل قبیلہ ایک بڑے کاسہ مین

[1] اصابہ ج ۳ ص ۱۸۲،

خون لائے، سب حاضرین بڑے ذوق وشوق سے کھانے لگے، اور ابو امامہ کو بھی شرکت کی دعوت دی، انھون نے کہا تم لوگون پر افسوس آتا ہے، مین اس شخص کے پاس سے آرہا ہون جس نے بحکم خدا اس چیز کو حرام قرار دیا ہے، لوگون نے وہ حکم پوچھا، ابو امامہ نے یہ آیہ حرمت علیکم المیتۃ والدم ولحم الخنزیر ا- ماذکیتم تک تلاوت کرکے سنائی اور اسی سلسلہ مین اسلام کی تبلیغ شروع کردی، اس کا جواب انکار کی صورت مین ملا، ابو امامہ کو پیاس معلوم ہوئی، پانی مانگا لیکن دعوت اسلام کے بعد ہی تمام اہل قبیلہ ان سے پھر گئے اور جنھون نے تھوڑی دیر پہلے مرحبا کہکر استقبال کیا تھا ان ہی کیجانب سے یہ جواب ملا کہ تم تڑپ تڑپ کر مرجاؤ، مگر تم کو پانی کا ایک قطرہ نہین مل سکتا، یہ خشک جواب سنکر ابو امامہ تپتی ہوئی ریت پر سوگئے، خواب مین قدرت الٰہی نے سیراب کردیا، سو کر اٹھے تو قبیلہ والے اپنی بدخلقی پر باتین کررہے تھے کہ تمھارے سرداورن مین سے ایک شخص تمھارے پاس آیا اور تم نے دودھ اور خرمے تک سے اس کی تواضع نہ کی، اس احساس کے بعد اہل قبیلہ نے ان کے سامنے دودھ اور خرما پیش کیا، مگر انھون نے اس کے قبول کرنے سے انکار کردیا، اور کہا خدا نے مجھکو سیراب کردیا ہے[1]، حافظ ابن حجر کی روایت کے مطابق ان کا قبیلہ آخر مین ان کی کوششون سے مشرف باسلام ہوگیا،[2]

وفات | جنگ صفین مین حضرت علیؓ کے ساتھ تھے، پھر شام مین اقامت اختیار کرلی اور وہین عبدالملک اموی کے عہد ۸۶ھ مین وفات پائی، وفات کے وقت ایک سو چھ[3] برس کی عمر تھی، ابن سعد نے ۶۱ برس کی عمر لکھی ہے، لیکن یہ صریحاً غلط ہے، اس لئے کہ اس صورت مین حضرت عمرؓ کے زمانہ مین ابو امامہ کی پیدائش ماننا پڑے گی،

فضل وکمال | فضل وکمال مین امتیازی پایہ رکھتے تھے، حدیث کی تبلیغ واشاعت ان کا خاص

---

[1] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۶۴۲ [2] اصابہ ج ۳ ص ۱۴۲ [3]

مشغلہ تھا، جہان دو چار آدمی ایک جگہ مل جاتے ان کے کانون تک احادیث نبوی پہنچا دیتے،
سلیم بن عامر راوی ہین کہ جب ہم لوگ ابو امامہ کے پاس بیٹھتے تو وہ ہم کو احادیث کی بہت اہم باتین سناتے اور کہتے کہ ان کو سنو، سمجھو، اور جو سنتے ہو اس کو دوسرون تک پہنچاؤ[1]، لوگون سے کہتے کہ ہماری یہ مجلسین تم لوگون کے لئے خدائی تبلیغ (گاہین) ہین، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے جو احکام ہمارے لئے بھیجے گئے، ان کو آپنے ہم تک پہنچایا، اب تم لوگ ہم سے جو اچھی باتین سنو ان کی تبلیغ کرو، اور دوسرن تک پہنچاؤ[2]،

اس مشغلہ کی وجہ سے تشنگان علم اکثر اس سرچشمۂ فیض کے گرد جمع رہتے اور شایقین حدیث ان سے حدیثین سننے کے لئے آتے تھے سلیمان بن حبیب محاربی روایت کرتے ہین کہ ایک مرتبہ مین حمص کی مسجد مین داخل ہوا، مکحول اور ابن ابی زکریا بیٹھے ہوئے تھے، مکحول نے کہا کیا اچھا ہوتا اگر ہملوگ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ابو امامہ کے پاس چلتے، ان کا حق ادا کرتے اور ان سے حدیث سنتے، اس تجویز پر ہم لوگ اٹھ کر ابو امامہ کے پاس پہنچے، سلام وجواب کے بعد انھون نے کہا تمھارا آنا تمھارے لئے رحمت اور تم پر حجت ہے، مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس امت کے لئے جھوٹ اور عصبیت سے زیادہ کسی چیز کے لئے خوف کرتے ہوئے نہین دیکھا، اس لئے خبردار! جھوٹ اور عصبیت سے ہمیشہ بچتے رہنا، آپنے ہمکو یہ حکم دیا تھا کہ آپکا یہ فرمان تم لوگون کے کانون تک پہنچا دیا جائے ہم اپنا فرض ادا کر چکے، اب اسے دوسرون کے کانون تک پہنچانا تمھارا فرض ہے[3]،

ان کے مرویات کی مجموعی تعداد (۲۵۰) ہے ان مین سے پانچ روایتین بخاری مین

[1] مسند دارمی باب البلاغ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتعلیم السنن [2] ابن سعد ج ۷، ق ۲ ص ۱۳۲
[3] اسد الغابہ ج ۳ ص ۱۶،

اور تین مسلم میں ہیں[1]۔ ان کے رواۃ اور تلامذہ میں سلیمان بن حبیب محاربی، شداد بن عمار دمشقی، محمد بن زیاد الالہانی، ابو سلام الاسود، مکحول الشامی، شہر بن حوشب، قاسم بن عبد الرب، رجاء بن حیوٰۃ، سالم بن ابی الجعد، خالد بن سعدان، ابو غالب الراسبی، ابو سلیم بن عامر وغیرہ قابل ذکر ہیں[2]۔

۱۳۴۔ حضرت ابو بصیرؓ

نام و نسب عتبہ نام، ابو بصیر کنیت، نسب نامہ یہ ہے، عتبہ بن اسید بن جاریہ بن اسید بن عبد اللہ ابن ابی سلمہ بن عبد اللہ بن غیرہ بن عوف بن ثقیف، ماں کا نام سالمہ تھا، نانہالی شجرہ یہ ہے، سالمہ بنت عبد بن یزید بن ہاشم بن مطلب،

اسلام اور قید محن ابو بصیر اس زمانہ میں مشرف باسلام ہوئے، جب تعزیرات مکہ میں اس کی ادنیٰ سزا قید و بند تھی، چنانچہ ابو بصیر اسلام کے جرم میں قید محن میں ڈال دیئے گئے[3]، صلح حدیبیہ کے زمانہ میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ تشریف لائے تو ابو بصیر کسی نہ کسی طرح قید سے چھوٹ کر آپ کے پاس پہنچے، اسوقت صلح ہو چکی تھی اس کی دفعات میں ایک دفعہ یہ بھی تھی کہ جو مسلمان مشرکین کے پاس سے بھاگ کر رسول اللہ کے پاس چلا جائیگا، اس کو آپ واپس کر دیں گے، اس لئے ان کے آنے کے بعد ہی ازہر بن عبد عوف اور اخنس بن شریق نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آدمی بھیجے کہ وہ معاہدہ کے رو سے ابو بصیر کو واپس لے آئیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ابو بصیر کی واپسی کے نتائج معلوم تھے لیکن معاہدہ کی پابندی کے خیال سے آپ نے ابو بصیر سے فرمایا کہ "ہم نے ان لوگوں سے

[1] تہذیب الکمال ص ۴۶۷ [2] تہذیب التہذیب ج ۴ ص ۲۰۸ [3] سیرۃ ابن ہشام ج ۲ ص ۲۱۶، ۱۷۳

جو معاہدہ کیا ہے وہ تمکو معلوم ہے، ہمارے مذہب مین بدعہدی اور فریب بہت بری چیز ہے اس لئے
اس وقت تم واپس چلے جاؤ، آیندہ خدا تمھاری اور دوسرے ناتوان اور مظلوم مسلمانون کی رہائی
کا کوئی نہ کوئی سامان کردیگا۔"

ابوبصیر مشرکین کے مظالم تجربہ کرچکے تھے، اس لئے عرض کیا یارسول اللہ آپ مجھکو مشرکین
کے حوالہ کرتے ہین کہ وہ میرے مذہب مین مجھے فتنہ مین بتلا کرین، آپنے فرمایا" ابوبصیر جاؤ عنقریب
اللہ تعالیٰ تمھارے اور دوسرے کمزور مسلمانون کے لئے کوئی راہ نکال دیگا" اس مکرر حکم کے بعد
چون و چرا کی گنجایش نہ تھی، اس لئے راضی برضا ہو کر قریش کے آدمیون کے ساتھ واپس چلے گئے،

ذوالحلیفہ پہنچ کر ساتھ لیجانے والے آدمی کھجورین کھانے کیلئے ٹھہر گئے، ابوبصیر نے ان
مین سے ایک سے کہا واللہ تمھاری تلوار کتنی اچھی ہے، دوسرے نے بھی ان کی تائید کی تلوار میان
سے کھینچ کر کہا ہان واللہ نہایت عمدہ تلوار ہے، مین نے اس کا بارہا تجربہ کیا ہی، ابوبصیر نے
کہا لاؤ ذرا مین بھی دیکھون، اور تلوار لیکر ایک شخص کو وہین ڈھیر کردیا، دوسرا آدمی خوف سے
بھاگ نکلا، اور مدینہ جاکر مسجد نبوی مین پہنچا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بدحواس دیکھکر فرمایا
یہ خوف زدہ معلوم ہوتا ہے، قریب جاکر اس شخص نے واقعہ بیان کیا کہ میرا ایک ساتھی اس طرح
سے مار ڈالا گیا، اور میری جان بھی خطرہ مین ہے، ابھی یہ شخص واقعہ بیان کررہا تھا کہ ابوبصیر بھی
پہنچ گئے اور عرض کی یانبی اللہ آپ کو خدا نے ذمہ داری سے سبکدوش کردیا، آپنے مجھے معاہدہ
کے مطابق واپس کردیا تھا، خدا نے مجھے نجات دلادی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی
باتین سنکر فرمایا کہ یہ شخص بھی آتش جنگ بھڑکانے کا آلہ ہے، اگر اسے کچھ مددگار اور ساتھی مل
جائین، ابوبصیر نے یہ سنا تو سمجھے کہ آپ پھر لوٹا دینگے، اس لئے مدینہ سے ساحلی مقامات کی طرف
نکل گئے، کچھ دنون کے بعد اسی قسم کے ایک اور ستم رسیدہ بزرگ حضرت ابوجندل بھی پہنچ گئے

ان دونوں نے دوسرے بلاکشانِ ستم کے لئے راستہ کھول دیا اور مظلوم مسلمان قریش کے پنجہ ظلم سے بھاگ بھاگ کر یہاں جمع ہونے لگے، چند دنوں میں ان کی خاصی جماعت گئی، اتفاق سے قریش کے کاروانِ تجارت کا گذرگاہ یہی تھا، جب کوئی قافلہ گذرتا تو یہ لوگ اہل قافلہ کو قتل کرکے سامان لوٹ لیتے اس سے قریش کی تجارت خطرہ میں پڑگئی، چنانچہ انھوں نے عاجز آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آدمی بھیجا کہ خدا اور صلہ رحمی کا واسطہ اس مصیبت سے ہمکو نجات دلایئے، آیندہ سے جو مسلمان بھاگ جائیگا وہ آزاد ہے، اس پر کلام اللہ کی یہ آیت نازل ہوئی[1]

ھوالذی کف ایدیھم عنکم وایدیکم عنھم — وہی ہے جس نے مشرکین کا ہاتھ تم سے اور تمھارا ہاتھ ان سے روک دیا،

وفات اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آزاد گروہ کے پاس لکھ بھیجا کہ ابوجندل اور ابو بصیر ہمارے پاس چلے آئیں اور دوسرے لوگ اپنے اپنے گھروں کو واپس چلے جائیں، یہ خط ایسے وقت پہنچا کہ حضرت ابوبصیرؓ بستر مرگ پر تھے، خط ہاتھ میں لیکر پڑھنے لگے، اور پڑھتے پڑھتے روح قفسِ عنصری سے پرواز کرگئی، ابوجندلؓ نے نماز جنازہ پڑھا کر اسی ویرانہ میں سپرد خاک کیا، اور یادگار کے طور پر قبر کے پاس ایک مسجد بنادی[2]

۱۳۵ حضرت ابوبکرہؓ

نام ونسب نفیع نام، ابوبکرہ کنیت، باپ کا نام مسروح تھا، امیر معاویہ کے مشہور گورنر زیاد کے ماں جائے بھائی تھے، طائف کے ایک رئیس کی غلامی میں تھے،

اسلام وآزادی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف کا محاصرہ کیا تو عام اعلان فرمایا کہ جو آزاد

[1] بخاری کتاب الشروط باب الشروط فی الجہاد والمصالحۃ مع اہل الحرب وسیرۃ ابن ہشام حالات صلح حدیبیہ

[2] استیعاب ج ۲ ص ۶۴۶

ہم سے مل جائیگا وہ مامون ہے، اور جو غلام چلا آئیگا وہ آزاد ہے، یہ اعلان سنکر رؤسائے طائف کے بہت سے غلام اسلام کے دامن حریت مین آگئے، ان مین ایک ابوبکرہ بھی تھے، اعلان کے مطابق آپنے انھین آزاد فرمادیا، لیکن آزادی کے بعد ہی وہ اپنے کو آقائے دو عالم کا غلام ہی کہتے رہے،[1] لوگون سے کہتے تھے میرے لیے یہ فخر کافی ہے کہ تمہارا دینی بھائی اور سرکار رسالت کا غلام ہون، اور اگر تملوگون کو آبائی نسبت پر اصرار ہے، تو نفیع بن مسروح کہا کرو،[2] آزادی کے بعد قدیم آقا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوکر عرض کیا کہ میرا غلام میرے حوالہ کیا جائے، آپ نے فرمایا، وہ خدا و رسول کے آزاد کردہ ہین، اس لئے اب واپس نہین کئے جا سکتے[3]

حد قذف کا اجرا حضرت عمرؓ کے آغاز خلافت تک دیار حبیب ہی مین رہے، بصرہ آباد ہونے کے بعد یہان سکونت اختیار کرلی، اسی زمانہ مین زنا کے ایک مقدمہ مین بحیثیت شاہد پیش ہوئے لیکن شہادت ناکافی تھی اس لئے ان پر حد قذف جاری ہوئی، اس کے بعد عہد کرلیا کہ آیندہ سے کسی دو آدمیون کے درمیان شہادت نہ دینگے،[4]

فتنہ سے کنارہ کشی حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد جب دور فتن کا آغاز ہوا اور بڑے بڑے صحابی اس مین مبتلا ہوگئے، اس وقت ابوبکرہ نے اپنا دامن بچائے رکھا، فرماتے تھے کہ جنگ جمل مین قریب تھا کہ مین اصحاب جمل کے ساتھ ہوجاؤن، مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان نے کہ جس قوم نے اپنا حاکم عورتون کو بنایا، وہ کبھی فلاح نہین پاسکتی، مجھے بچا لیا،[5]

جنگ صفین سے بھی علحدہ رہے، اور حتی الامکان دوسرونکو بھی ان خانہ جنگیون مین شرکت سے بچانیکی کوشش کی، ایک شخص ہتھیار لگا کر حضرت علیؓ کی مدد کو جارہا تھا، راستہ مین ابوبکرہ ملے

[1] ابن سعد ج ۷، ق اول ص ۹ [2] اسد الغابہ ج ۵ ص ۱۵۱ [3] ابن سعد ج ۷ ق ا ص ۹ [4] استیعاب و اسد الغابہ ج ۵ ص ۱۵۱ [5] بخاری کتاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی کسری وقیصر،

پوچھا کہاں کا قصد ہے، اسنے کہا ابن عم رسول اللہ کی مدد کو جارہا ہون، ابوبکرہ نے کہا رسول اللہ کا یہ فرمان بھی سنا ہو کہ جب دو مسلمان ایک دوسرے کے خلاف تلوارین نکالین تو دونون جہنمی ہین[1]،

وفات | امیر معاویہ کے عہد حکومت مین بصرہ مین وفات پائی،

اولاد | حضرت ابوبکرہؓ اولاد کیجانب سے بڑے خوش نصیب تھے، اپنے بعد متعدد لڑکے عبداللہ، عبیداللہ، عبدالرحمن، عبدالعزیز، مسلم، رواد، یزید اور عتبہ وغیرہ یادگار چھوڑے[2]، عبیداللہ سجستان کے گورنر تھے، عبیداللہ کے علاوہ اور لڑکے بھی علم و فضل اور مال وزر سے مالامال تھے[3]،

فضل وکمال | گو ابوبکرہ بہت آخر مین مشرف باسلام ہوئے، لیکن غلامی کی نسبت سے انھین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور آپکے سرچشمۂ فیض سے استفادہ کا کافی موقع ملا، چنانچہ ان سے ۱۳۲ حدیثین مروی ہین، ان مین سے آٹھ متفق علیہ ہین، اور پانچ مین امام بخاری منفرد ہین، ان سے روایت کرنے والون مین زیادہ تر انکے صاحبزادگان ہین[4]،

ذوق عبادت | وہ زہد و ورع کا ایک پیکر مجسم تھے، عبادت و ریاضت انکا مشغلۂ حیات تھا جو آخری لمحہ تک قائم رہا، کان ابوبکرہ کثیر العبادۃ حتی مات[5]،

۱۳۶۔ حضرت ابوجہم بن حذیفہؓ

نام ونسب | عامر یا عبید نام، ابوجہم کنیت، نسب نامہ یہ ہے، ابوجہم بن حذیفہ بن غانم بن عامر ابن عبداللہ بن عبید بن عویج بن عدی بن کعب قرشی عدوی، ماں کا نام بسیرہ تھا، نانہالی شجرہ یہ ہے، بسیرہ بنت عبداللہ بن اداہ بن ریاح بن عبداللہ بن قرط بن رزاح بن عدی بن کعب

---

[1] بخاری کتاب الفتن باب اذا التقی المسلمان بسیفہما [2] ابن سعد ج ۷ ق اول ص ۱۳۴، ۱۳۶ [3] ایضاً [4] تہذیب الکمال ص ۴۰۴ [5] اسد الغابہ ج ۵ ص ۱۵۱،

ابوجہم قریش کے نہایت معمر اور با اثر لوگون مین تھے، قریش مین اون کی بڑی عزت و وقعت تھی،

اسلام فتح مکہ کے زمانہ مین مشرف باسلام ہوئے[۱]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین ہدیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص روابط تھے، ایکمرتبہ ابوجہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیخدمت مین ایک بوٹے دار قمیص ہدیہ کی، آپ نے اسے پہنکر نماز پڑھی، بوٹون کی وجہ سے آپ کا خیال بٹ گیا، اس لئے نماز پڑھنے کے بعد واپس کردی[۲]

امارت صدقہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو صدقہ وصول کرنے پر مامور فرمایا، ایک آدمی نے صدقہ دینے مین جھگڑا کیا، ابوجہم نے اسے مارا، اتفاق سے وہ زخمی ہوگیا، اس کے قبیلہ والون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیخدمت مین حاضر ہوکر کہا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمکو اس کا معاوضہ ملنا چاہیے آپنے فرمایا، اتنی اتنی رقم لے لو، وہ راضی نہ ہوئے، آپنے دوسری مرتبہ پھر فرمایا، پھر وہ لوگ رضامند نہ ہوئے۔ آپنے تیسری مرتبہ ارشاد فرمایا، اس مرتبہ راضی ہوگئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ آج رات کو مین لوگون کے سامنے تقریر کرکے تمھاری رضامندی کی اطلاع دونگا، انھون نے کہا مناسب ہے، چنانچہ شب کو اُن کی موجودگی مین صحابہ کے سامنے تقریر کی کہ یہ لیثی زخمی کرنے کا معاوضہ مانگنے کے لئے آئے تھے۔ مین نے ان کے سامنے اتنی اتنی رقم پیش کی، یہ لوگ راضی ہوگئے، یہ ارشاد فرماکر لیثیون سے خطاب فرمایا کہ تم لوگ راضی ہو، اسوقت یہ لوگ انکار کرگئے۔ ان کے انکار پر مہاجرین نے انھین مارنے کا ارادہ کیا لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے روک دیا، اس کے بعد رقم مین اور زیادہ اضافہ کرکے فرمایا، اب راضی ہو، انھون نے کہا ہان۔ آپنے فرمایا مین لوگون کے سامنے تقریر کرکے تمھاری رضامندی کی اطلاع دونگا۔ انھون نے اجازت دی، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تقریر کرکے لوگون کے سامنے ان کی رضامندی

---

[۱] اسد الغابہ ج ۵ ص ۱۶۲ [۲] استیعاب ج ۲ ص ۶۷۰ خفیف تغیر کیساتھ یہ واقعہ حدیث کی کتابون مین بھی ہے

کی تصدیق کرادی[1]،

تدفین عثمان غنیؓ | حضرت عثمانؓ کی شہادت کے وقت مدینہ مین نہایت سخت فتنہ برپا ہوا، مدینہ باغیون کے قبضہ مین تھا، اوران کے خوف سے کسی کو خلیفۂ مظلوم کی لاش دفن کرنے کی ہمت نہ پڑتی تھی، دوسرے دن جن چند سرفروش مسلمانون نے ہتھیلیون پر سر رکھکر بے گور وکفن لاش کو دفن کیا تھا، ان مین ایک ابوجہم بھی تھے[2]،

وفات | ابوجہم نے کافی عمر پائی، ان کی طوالت عمر کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ انھون نے کعبہ کی دو تعمیرین دیکھین، ایک زمانہ جاہلیت مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بچپن مین قریش کی تعمیر، دوسری ابن زبیرؓ کے زمانہ خلافت مین ان کی تعمیر، ان دونون زمانون مین کم وبیش ایک صدی کا فصل تھا، اس طویل عمر کے بعد عبدالملک کے عہد حکومت مین وفات پائی[3]، بعض روایتون سے معلوم ہوتا ہے کہ امیر معاویہ کے زمانہ مین وفات پاچکے تھے، لیکن پہلی روایت زیادہ مستند ہے،

فضل وکمال | ابوجہم کا مذہبی علوم مین کوئی پایہ نہ تھا، لیکن نسابی مین جو جاہلیت کا نہایت ممتاز علم تھا، بڑا کمال رکھتے تھے، اوران چار علماے نسب مین سے ایک تھے جو اس عہد مین سارے عرب مین استاد مانے جاتے تھے[4]،

۱۳۷ حضرت ابوجندل بن سہیلؓ

نام ونسب | عاص نام، ابوجندل کنیت، نسب نامہ یہ ہے، ابوجندل بن سہیل بن عمرو بن عبد شمس بن عبدود بن نصر ابن مالک بن حسل بن عامر بن لوی قرشی عامری،

---

[1] ابوداؤد ج ۲ کتاب الدیات باب العامل یصاب علی یدیہ خطأ [2] اصابہ ج ۷، ص ۴۳ [3] استیعاب ج ۲ ص ۶۵۰ [4] ایضاً،

اسلام اور قید محن

ابوجندل اس وقت مشرف باسلام ہوئے جب ان کا گھر اسلام دشمنی سے تیرہ وتار ہو رہا تھا، ان کے والد سہیل نے اسلام کے جرم میں ان کے پیرون مین بیڑیان ڈال کر قید کر دیا اور وہ کئی برس تک اس قید محن مین گرفتار رہے، سنہ ۶ھ مین صلح حدیبیہ کے موقع پر ان کے والد سہیل قریش کیجانب سے معاہدۂ صلح لکھانے کے لئے آئے جب معاہدہ کی کتابت شروع ہوئی، اور یہ دفعہ زیر بحث تھی کہ "قریش کا جو آدمی بھی خواہ وہ مسلمان ہی کیون نہو مسلمانون کے پاس چلا آئیگا، تو مسلمان اس کے واپس کرنے پر مجبور ہون گے، ابھی اسپر بحث ہو رہی تھی اور قلم بند نہ ہوئی تھی کہ ابوجندل جو کسی طرح موقع پاکر نکل آئے تھے بیڑیان پہنے ہوئے پہنچ گئے، اور اپنے کو مسلمانون کے سامنے ڈال دیا، سہیل نے کہا محمد شرائط صلح پورا کرنے کا یہ پہلا موقع ہے، آپنے فرمایا ابھی صلحنامہ مکمل نہین ہوا ہے، سہیل نے کہا اگر ابوجندل واپس نہ کئے گئے تو پھر ہم کو کسی شرط پر صلح منظور نہین، آپنے فرمایا ابوجندل کو یہین رہنے دو، سہیل نے کہا یہ نہین ہوسکتا، آپنے بہت اصرار کیا، لیکن سہیل کسی طرح ابوجندل کو مسلمانون کے پاس چھوڑنے پر آمادہ نہ ہوا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معاہدہ کی پابندی کا بڑا خیال تھا، اس لئے سہیل کے اصرار پر ابوجندل کو حوالہ کرنے کے لئے آمادہ ہوگئے، ابوجندل کو کافرون نے اتنا مارا تھا کہ ان کے بدن پر نشان پڑ گئے تھے، جب انھون نے دیکھا کہ رسول اللہ انہین واپس کر دینگے تو مجمع کو مار کے نشانات دکھا کر فریاد کی کہ مسلمانو! پھر مجھے کفار کا نشانۂ ستم بنانے اور اس مصیبت مین مبتلا رہنے کے لئے کافرون کے حوالہ کیے دیتے ہو، ان کی فریاد پر حضرت عمرؓ بہت متاثر ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، کیا آپ پیغمبر برحق نہین ہین؟ فرمایا بیشک ہون، پھر پوچھا کیا ہم حق پر اور ہمارے دشمن باطل پر نہین ہین؟ فرمایا بیشک ہین، عرض کیا پھر ہم کیون دبکر صلح کرین، آپنے فرمایا مین خدا کا پیغمبر ہون اور اس کے حکم کی نافرمانی نہین

کرسکتا، وہی میرا مددگار ہے[1]

غرض اسی طرح ابوجندل کو پابجولان واپس کردیا، ابوجندل نے پھر فریاد کی، کہ مسلمانو! کیا میرے مذہب میں رخنہ ڈلوانے کے لئے مجھے قریش کے حوالہ کرتے ہو، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی دلدہی کی کہ ابوجندل صبر وضبط سے کام لو، خدا تمہارے اور دوسرے مظلوم مسلمانوں کے لئے کوئی راستہ پیدا کریگا، ہم صلح کرچکے اور صلح کے بعد ان سے بدعہدی نہیں کرسکتے "

رہائی اور غزوات

اس ارشاد کے بعد مزید چون وچرا کی گنجایش نہ تھی، چنانچہ ابوجندل خاموشی کے ساتھ چلے گئے، اور کچھ دنوں بعد کسی طرح قید سے چھوٹ کر ابوبصیر کی جماعت میں شریک ہوگئے اور عرصہ تک ان کے ساتھ رہے، (دیکھو حالات ابوبصیر) پھر جب کفار مکہ نے صلح حدیبیہ کی وہ دفعہ جس کی رو سے ابوجندل واپس کئے گئے تھے، واپس لے لی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوجندل اور ان کے ساتھی ابوبصیر کو مدینہ بلا بھیجا، ابوبصیر کو مدینہ آنے کی نوبت نہیں آئی، اور وہ اسی وادیِ غربت میں پیوندِ خاک ہوگئے، ابوجندل مدینہ واپس ہوئے، مدینہ آنے کے بعد جس قدر غزوات ہوئے سب میں شرکت کی سعادت حاصل کی[2]

شام کی فوج کشی میں شرکت اور وفات

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی بھر مدینہ میں رہے، اس کے بعد حضرت عمرؓ کے زمانہ میں جب شام پر فوجکشی ہوئی تو اس میں مجاہدانہ شرکت کی اور پانچ چھ سال تک مسلسل جہاد فی سبیل اللہ میں مشغول رہکر حضرت عمرؓ کے عہد خلافت ۱۸ھ میں طاعون کی وبا میں عمواس میں وفات پائی،[3]

فضل وکمال

فضل وکمال میں شاعری کے علاوہ اور کوئی شے قابلِ ذکر نہیں ہے، حافظ

[1] بخاری باب الشروط والمصالحۃ مع اہل الحرب [2] استیعاب ج ۲ تذکرۂ ابوجندل و ابوبصیر [3] ایضاً

ابن عبد البر نے ان کے اشعار نقل کئے ہیں،

۱۳۸۔ حضرت ابو ثعلبہ خشنی رضؓ

نام و نسب ان کے نام میں بڑا اختلاف ہے، اکثر ارباب سیر جرثوم لکھتے ہیں، ابو ثعلبہ کنیت ہے، نسب کا سلسلہ خشین وائل سے ملتا ہے، وائل سے اوپر شجرہ یہ ہے، وائل بن نمر بن وبرہ بن ثعلبہ بن حلوان بن عمران ابن حاف بن قضاعہ،

اسلام و بیعت رضوان دعوت اسلام کے آغاز میں مشرف باسلام ہوئے، صلح حدیبیہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھے، اور بیعت رضوان میں رضائے الٰہی کی سند حاصل کی[۱]،

غزوات غزوات کی شرکت کے متعلق کوئی تصریح نہیں ملتی، خیبر کے مال غنیمت میں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حصہ مرحمت فرمایا تھا[۲]، اس سے قیاس ہوتا ہے کہ شاید اس غزوہ میں شریک ہوئے ہوں گے،

اشاعت اسلام البتہ دوسری خدمات جلیلہ پر مامور ہوتے رہتے تھے، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ان کے قبیلہ میں مبلغ بنا کر بھیجا تھا، اور ان کی کوششوں سے انکا قبیلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ہی میں مشرف باسلام ہوگیا[۳]،

وفات شام فتح ہونے کے بعد یہاں قیام پذیر ہوگئے، گو شام میں قیام تھا، لیکن جنگ صفین میں غیر جانبدار رہے[۴]، امیر معاویہ کے عہد میں سر بسجدہ واصل بحق ہوئے[۵]، زندگی میں اکثر کہا کرتے تھے کہ خدا مجھکو تم لوگوں کی طرح ایڑیاں رگڑ کے اور دم گھٹا کے نہ اٹھائیگا، انکا یہ کہنا بالکل صحیح نکلا، ایک

---

[۱] اسد الغابہ ج ۵ ص ۱۵۵ [۲] ایضاً [۳] استیعاب ج ۲ ص ۶۶۹ و اسد الغابہ ج ۵ ص ۵۵ [۴] اصابہ ج ۷ ص ۲۹ [۵] اسد الغابہ ج ۵ ص ۱۵۵،

شب کو آدھی رات گئے نماز مین مشغول تھے، ان کی لڑکی نے خواب دیکھا کہ والد کا انتقال ہوگیا، اس خواب پریشان سے وہ گھبرا کر اُٹھ بیٹھی، اور آواز دی معلوم ہوا نماز پڑھ رہے ہین، تھوڑی دیر کے بعد دوسری آواز دی، کوئی جواب نہ ملا، پاس جاکر دیکھا تو سجدہ مین تھا، اور روح پرواز کرچکی تھی[۱]۔

فضل وکمال | فضل وکمال کے اعتبار سے کوئی امتیازی پایہ نہ تھا تاہم ان سے چالیس حدیثین مروی ہین، انمین سے تین متفق علیہ ہین اور ایک مین امام مسلم منفرد ہین، جبیر بن نفیر، ابن مسیب اور مکحول نے ان سے روایتین کی ہین[۲]۔

فضائل اخلاق | یون تو ابو ثعلبہ کی ذات تمام فضائل صحابیت کی جامع تھی، لیکن خنگوئی اور راست گفتاری انکا خاص وصف تھا، سچ بات کے علاوہ کبھی جھوٹ سے زبان آلودہ نہ ہوئی، ان کے معاصرین کہتے ہین کہ ہم نے ابی ثعلبہ سے زیادہ سچی بات کہنے والا نہین دیکھا، کائنات عالم پر نظر ڈال کر قدرت خداوندی پر غور وفکر کیا کرتے تھے، رات کے سناٹے اور تاریکی مین باہر نکل کے آسمان پر نظر ڈالتے، اور قدرت خداوندی پر غور کرتے کرتے سجدہ مین گر جاتے[۳]۔

۱۳۵۔ حضرت ابو رفاعہ عدوی رضؓ

نام ونسب | تمیم نام، ابو رفاعہ کینت، نسب نامہ یہ ہے، تمیم بن اسید بن عدی بن مالک بن تمیم بن دؤل بن جبل بن عدی بن عبد مناۃ بن ادبن طابخہ بن الیاس بن مضر عدوی مضری،

اسلام | غالباً فتح مکہ کے بعد کسی زمانہ مین مشرف باسلام ہوئے، اسلام کا واقعہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد مین خطبہ دے رہے تھے کہ ابو رفاعہ پہنچے اور قریب جاکر عرض کیا یا رسول اللہ ایک غریب الدیار، اپنے دین کی بابت سوال کرنے آیا ہے، وہ نہین جانتا کہ اس کا مذہب کیا ہے،

---

[۱] اصابہ ج ۷، ص ۲۹ [۲] تہذیب الکمال ص ۴۴۶ [۳] اصابہ ج ۷، ص ۲۹،

اس سوال پر آپ نے خطبہ روک کر اپنے پاس بلایا اور ایک کرسی پر جس مین لوہے کے پایے لگے ہوے تھے بیٹھکر ان کو ضروری تعلیم دی[1]،

جہاد فی سبیل اللہ اور شہادت

ابو رفاعہ کی رگ رگ مین جہاد فی سبیل اللہ کا خون دوڑتا رہتا تھا۔ وہ خدا سے دعا مانگا کرتے تھے کہ خدا مجھے ایسی طاہر اور پاکیزہ موت دے جس پر دوسرے مسلمانون کو رشک آئے، اور وہ موت تیری راہ مین ہو[2]۔ ان کی یہ پر اخلاص دعا مقبول ہوئی،

سنہ ۴۴ھ مین عبد الرحمن بن سمرہ کی ماتحتی مین کابل پر فوج کشی ہوئی، اس فوج مین بنو حنیفہ کا پورا قبیلہ شریک ہوا، ابو رفاعہ نے بھی شرکت کا ارادہ کیا، ابو قتادہ عدوی نے روکا کہ تمھارے بال بچے بالکل تنہا ہین اس لیے تم نہ جاؤ، لیکن یہ ذوق شہادت مین بے تاب تھے، جواب دیا، مین مصمم ارادہ کر چکا ہون اس لئے ضرور شریک ہونگا، چنانچہ فوج مین شامل ہو کر کابل روانہ ہو گئے، بحستان پہنچنے کے بعد رات بھر فوج ایک قلعہ کے گرد چکر لگاتی رہی، اور ابو رفاعہ شہادت کی تیاری مین ساری رات عبادت کرتے رہے، آخری شب مین نیند کا غلبہ ہوا، ڈھال کا تکیہ لگا کر سو گئے، صبح کو اسلامی فوج دشمن کے رخ کا اندازہ لگانے مین ایسا مشغول ہوئی کہ کسی کو ابو رفاعہ کا خیال نہ رہا، ابو رفاعہ رات بھر کے جگے تھے صبح کو بھی آنکھ نہ کھلی، دشمنون نے انھین تنہا پا کر ذبح کر دیا، کچھ دیر کے بعد جب لوگون کو ان کا خیال آیا، اور ان کی تلاش مین نکلے تو دیکھا کہ وہ خاک و خون مین غلطان ہین، اور تین گبر جنھون نے ان کو قتل کیا تھا ان کے کپڑے اتار دیے ہین کہ اتنے مین مسلمان پہنچ گئے اور قاتلون کو بھگا کر شہید فی سبیل اللہ کی لاش ساتھ لے گئے[3]،

[1] مسلم کتاب الجمعہ باب تخفیف الصلوٰۃ والخطبہ [2] ابن سعد ج ۷ ق اول ص ۴۸ [3] ابن سعد ج ۷ ق اول ص ۴۸، سنہ شہادت اور مقام شہادت کی تعیین استیعاب سے لی گئی ہے،

فضل وکمال | فضل وکمال کے لحاظ سے ممتاز صحابہ مین تھے، علامہ ابن عبد البر لکھتے ہین کہ ابو رفاعہ فضلائے صحابہ مین تھے،[1] قرآن کی متعدد سورتین براہ راست زبان نبوی سے یاد کی تھین، حدیثون سے بھی تہی دامن نہ تھے، حمید بن بلال اور صلہ بن اشیم نے ان سے روایتین کی ہین،[2]

ذوق عبادت | عبادت اور ریاضت ان کا خاص مشغلہ تھا، تلاوت قرآن سے غیر معمولی شغف تھا، تہجد بڑے التزام اور پابندی کے ساتھ پڑھتے تھے، ایک موقع پر انھون نے خود بیان کیا تھا کہ جب سے مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بقرہ اور دوسری آیات قرآنی سیکھی ہین اس وقت سے نہ بقرہ نے میرا ساتھ چھوڑا اور نہ قیام لیل سے کسل پیدا ہوا،[3]

۱۴۰- حضرت ابوسفیانؓ بن حارث

نام ونسب | مغیرہ نام، ابوسفیان کنیت، نسب نامہ یہ ہے، ابوسفیان بن حارث بن عبد المطلب ابن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن ہاشم ہاشمی، مان کا نام غزنہ تھا، نانہالی شجرہ یہ ہے، غزنہ بنت قیس ابن طریف بن عبد العزیٰ بن عامرہ بن عمیرہ بن ودیعہ بن حارث بن فہر، ابوسفیان کے والد حارث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی چچا تھے، اور ابوسفیان نے حضرت حلیمہ سعدیہ کا دودھ پیا تھا، اس لئے وہ نسبی اور رضاعی دونون رشتون سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بھائی تھے، سن مین بھی آپ کے برابر تھے، اس لئے دونون مین غایت درجہ الفت ومحبت تھی،[4]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کی مخالفت | لیکن الفت ومحبت کا یہ رشتہ ظہور اسلام کے بعد ٹوٹ گیا، دوسرے عمائد قریش کی طرح ابوسفیان بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتنے خلاف ہوگئے کہ ان کی

---

[1] استیعاب ج ۲ ص ۶۶۷، [2] تہذیب الکمال ص ۴۴۹ [3] ابن سعد ج ۷ ق اول ص ۳۴

[4] ابن سعد ج ۴ ق اول ص ۳۴،

مخالفت دشمنی اور عناد کے درجہ تک پہنچ گئی تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت اور اسلام کے استیصال کو انھون نے اپنا مقصدِ حیات بنا لیا تھا، چنانچہ فتح مکہ سے پہلے مسلمانون اور مشرکون کے درمیان جس قدر معرکے ہوئے، ابوسفیان ان سب مین پیش پیش تھے، ان کی ساری قوتین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کے خلاف صرف ہوتی تھین[1]، شاعر تھے، اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کہہ کر کوچہ و بازار مین سناتے پھرتے تھے، طوطیِ اسلام حضرت حسان بن ثابت نے ان اشعار

الا ابلغ ابا سفیان عنی — مغلغلۃ فقد برح الخفاء

ھجوت محمداً فاجبت عنہ — وعند اللہ فی ذاک الجزاء

"ابوسفیان کو میری جانب سے یہ پیام پہنچا دو کہ پردہ اٹھ گیا، تم نے محمد کی ہجو کی، مین نے اس کا جواب دیا، اور اس جواب مین خدا کے پاس میرے لیے جزا ہے۔"

مین انھین کی ہجو کا ذکر کیا ہے[2]،

اسلام کامل بیس برس تک یہ معاندانہ روش قائم رہی، فتحِ مکہ سے کچھ دنون پہلے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فتحِ مکہ کی تیاریون مین مصروف تھے، اور مکہ مین آپ کی آمد آمد کی خبر پھیل رہی تھی، ابوسفیان نے ایک دن بیوی سے کہا محمدؐ آیا چاہتے ہین، تم لوگ یہان سے نکل چلو، نیک خاتون نے جواب دیا عرب و عجم محمدؐ کے مطیع و منقاد ہوتے جاتے ہین، لیکن تم ابتک اسی بغض و عداوت پر قائم ہو، حالانکہ تم پر ان کی امداد و اعانت کا زیادہ حق ہے، بیوی کی بات دل مین اثر کر گئی، اسی وقت سواری کا انتظام کیا، اور اپنے لڑکے جعفر کو ساتھ لیکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین چل کھڑے ہوئے، اس وقت مسلمانون کا مقدمۃ الجیش مقام ابواء تک پہنچ چکا تھا، ابوسفیان

[1] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۲۵۴ [2] اسد الغابہ ج ۵ ص ۲۱۳،

اشتہاری مجرم تھے، ہرآن جان کا خطرہ لگا ہوا تھا، ڈرتے ڈرتے چھپتے چھپاتے کسی طرح مسلمانون کے لشکرگاہ تک پہنچے اور دفعۃً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آگئے، آپ کا دل ان کے گذشتہ اعمال کی وجہ سے سخت متنفر تھا، اس لئے نظر پڑتے ہی منہ پھیر لیا، ابوسفیان اس رخ پر گئے تو آپ نے دوسری طرف منہ پھیر لیا، یہ دیکھ کر مسلمان انھین پکڑنے کے لئے بڑھے، ابوسفیان سمجھے کہ اب کام تمام ہوا، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رحم وکرم، عفو ودرگذر اور آپکے ساتھ اپنی گوناگون قرابتون کا واسطہ دلاکر مسلمانون کو روکا[۱]۔

ابوسفیان کی پوری زندگی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، اسلام اور مسلمانون کی مخالفت مین گذری تھی، انھون نے آپ کی تحقیر وتذلیل، مسلمانون کی ایذارسانی اور اسلام کے استیصال کا کوئی دقیقہ باقی نہ رکھا تھا، اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل مین ان کے لئے کوئی جگہ باقی نہ رہ گئی تھی، اور آپ کسی طرح درگذر فرمانے پر آمادہ نہ تھے، آخر مین ابوسفیان نے ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کو درمیان مین ڈالا، انھون نے سفارش کی کہ "اپنے ابن عم کو مایوس نہ کیجئے"، فرمایا مجھے ایسے ابن عم کی ضرورت نہین ہے، انھون نے میری آبروریزی کا کون سا دقیقہ اٹھا رکھا ہے، ابوسفیان سے کچھ بن نہ پڑتا تھا، گذشتہ زندگی پر سخت نادم اور شرمسار تھے، لیکن بارگاہِ نبویؐ مین کوئی شنوائی نہ ہوئی، جب بالکل مایوس ہوگئے، تو کہا خیر اگر عفو وکرم کا دروازہ بالکل بند ہوچکا ہے، تو

ع جان سے ہم بھی گذر جائینگے سوچا ہی یہی

اور اس کمسن بچہ کو ساتھ لیکر دربدر مارے مارے پھرین گے اور بھوک پیاس سے تڑپ تڑپ کر جان دیدینگے، ابوسفیان لاکھ مجرم سہی پھر بھی چچیرے بھائی تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کانون تک اس عزم کی خبر پہنچی تو دل بھر آیا اور نفرت وحقارت کے سارے جذبات مہر ومحبت سے بدل گئے[۲]۔

---

[۱] ابن سعد ج ۴ ق اول ص ۴۳۔ [۲] سیرۃ ابن ہشام ج ۲ ص ۲۴۲۔

ابوسفیان کو سامنے آنے کی اجازت ملی، دونوں باپ بیٹے عمامہ باندھے ہوئے سامنے لائے گئے، اور السلام علیک یا رسول اللہ کہہ کر آگے بڑھے، آپ نے فرمایا، ان کے چہروں سے ڈھاٹا ہٹاؤ، صورت تو دکھائی دے، لوگوں نے ڈھاٹا ہٹا دیا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اثر پذیر کرنے کے لئے ان کا نسب بیان کیا، اس کے بعد باپ بیٹے دونوں کلمہ پڑھکر مشرف باسلام ہو گئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی ایک ہجو کی طرف اشارہ کرکے فرمایا، ابوسفیان تم نے مجھکو کب نکالا تھا، عرض کی یا رسول اللہ اب زیادہ ملامت کرکے شرمندہ نہ کیجئے، فرمایا اب کوئی ملامت نہیں، اور حضرت علیؓ کو حکم دیا کہ اپنے ابن عم کو لیجاؤ اور وضو اور سنت کی تعلیم دیکر میرے پاس لاؤ، حضرت علیؓ ساتھ لے گئے اور نہلا کر واپس لائے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی، پھر مسلمانوں کو حکم دیا کہ اعلان کر دو کہ ابوسفیان سے خدا اور رسول راضی ہو گیا، اس لئے تم لوگ بھی راضی ہو جاؤ[1]۔

غزوات اسلام کے بعد تلافی مافات کی فکر ہوئی، ابھی غزوۂ فتح نہیں ہوا تھا، سب سے پہلے اس میں شریک ہوئے، پھر غزوۂ حنین میں شمشیر ہاشمی کے جوہر دکھائے، اس غزوہ میں جب مشرکین کے ریلے کی وجہ سے مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چاروں طرف سے منتشر ہو گئے اور ایک عام بے ترتیبی پھیل گئی، اس وقت بھی ابوسفیان اپنی جگہ پر جمے رہے، اور شمشیر برہنہ گھوڑے کی پیٹھ سے موت کے منہ میں کود پڑے، حضرت عباسؓ نے یہ جانبازی دیکھکر پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اپنے ابن عم اور بھائی کی خطاؤں کو معاف کر دو، فرمایا میں نے معاف کر دیا، خدا ان کی تمام عداوتوں کو جو انھوں نے میرے ساتھ کی ہیں، معاف فرمائے، اور شفقت برادرانہ میں ابوسفیان سے فرمایا میری عمر کی قسم تم میرے بھائی ہو، اس برادرانہ اور شفقت آمیز

[1] ابن سعد ج ۴ ق اول ص ۳۷،

خطاب پر ابوسفیان نے قدم مبارک چوم لئے، اور رہوار نبوی کی لگام تھام کر مشرکین کے سامنے سینہ سپر ہو گئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فدویت و جان نثاری پر "اسد اللہ"، اور "اسد الرسول" کا معزز لقب عطا کیا، طائف میں بھی ہمرکاب تھے، غرض اسلام کے بعد کسی غزوہ مین انکا قدم پیچھے نہین رہا،

وفات | آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تمام مسلمانون کے لئے ایک مصیبتِ عظمیٰ تھی، ابوسفیانؓ پر ایک کوہِ الم ٹوٹ پڑا، وہ اس حادثہ سے سخت متاثر ہوئے، ابھی یہ زخم مندمل نہ ہونے پایا تھا کہ تھوڑے ہی دنون کے بعد انکے بھائی نوفل چل بسے، ان حوادث نے انھین دنیا سے بالکل برداشتہ خاطر کر دیا، خدا سے دعا مانگتے تھے کہ خدایا رسول اللہ اور بھائی کے بعد زندگی بے مزہ اور دنیا بے لطف ہو گئی، اس لئے جلد دنیا سے اٹھا لے، خدا نے یہ دعا قبول کی اور اس دعا کے چند ہی دنون کے بعد ایک معمولی اور اتفاقی واقعہ موت کا سبب بن گیا، حج کے موقع پر منیٰ مین سر منڈایا، سر مین ایک پھنسی تھی، وہ چھل گئی، اس سے خون جاری ہو گیا، اور ایسا جاری ہوا کہ کسی طرح نہ رکا، مدینہ واپس آکر خود ہی اپنی قبر کھود کر اپنی پہلی منزل تیار کی، جب حالت زیادہ نازک ہوئی تو خویش و اقارب نے رونا دھونا شروع کیا، ان کا گریہ و بکا سنکر فرمایا اسلام کے بعد سے آج تک کوئی لغزش نہین ہوئی اس لیے رونا دھونا بند کرو، قبر کھودنے کے تیسرے دن وفات پاگئے، حضرت عمرؓ نے نماز جنازہ پڑھائی، اور ابوسفیانؓ جنت البقیع رکن ابی طالب مین سپرد خاک کئے گئے،[۳]

حلیہ | صورۃً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم شبیہ تھے،

اولاد | ابوسفیان نے مختلف اوقات مین متعدد شادیان کین، اور ان سے بہت سی اولادین

---

[۱] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۲۵۵ و ۲۵۶ [۲] ابن سعد ج ۴ ق اول ص ۳۶ [۳] ابن سعد ج ۴ ق اول ص ۳۷ و اسد الغابہ تذکرۂ ابوسفیان بن حارث،

ہوئیں، بیویوں میں جمانہ، نعم، ام عمرو، اور دو ام ولد تھیں ان سے جعفر، عبد اللہ، جمانہ، حفصہ، عاتکہ، امیمہ اور کلثوم بہت سی اولادیں تھیں، لیکن ان میں سے آیندہ کوئی اولاد باقی نہ رہی، اور ابو سفیان کی نسل منقطع ہوگئی،[۱]

فضائل اخلاق

قبول اسلام کے بعد تلافی مافات کے لئے ابو سفیان اسلامی تعلیم کا ایک پیکر مجسم بن گئے تھے جہاد فی سبیل اللہ کے ولولے اور جوش کا اندازہ اوپر ہوچکا، یہی جہاد مذہب کے ہر شعبہ میں تھا، شبانہ یوم کا بڑا حصہ نماز میں گذرتا تھا، گرمیوں کے طولانی دنوں میں صبح سے لیکر نصف النہار تک نمازیں پڑھتے تھے، نصف النہار کے وقت رک جاتے اور ظہر کے وقت سے لیکر پھر عصر تک یہ سلسلہ جاری رہتا،[۲] اس عبادت وریاضت کو دیکھکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو "نوجوانان جنت کے سردار" کا لقب عطا فرمایا،[۳]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بچپن میں دلی تعلق تھا، ظہور اسلام کے بعد درمیان میں یہ تعلق منقطع ہوگیا تھا، اسلام قبول کرنے کے بعد پھر وہی لطف قائم ہوگیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انہیں بہت محبوب رکھتے تھے، کان احب قریش الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکان شدیداً علیہ فلما وسلم کان احب الناس الیہ، یعنی قریش میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ محبوب ابو سفیان سے تھے اسکے بعد وہ آپکے سخت دشمن ہوگئے، اس کے بعد جب اسلام لائے تو پھر سب سے زیادہ محبوب ہوگئے،[۴] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انھیں فرط محبت میں "خیر اہلی" فرماتے تھے،[۵] ابو سفیان کو بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غایت درجہ الفت تھی، آپ کی وفات سے ابو سفیان پر کوہ الم ٹوٹ پڑا تھا، اکثر رویا کرتے تھے، اور موت کی دعا مانگا کرتے تھے، اسی تاثر کی حالت میں ایک نہایت رقت انگیز مرثیہ کہا، یہ مرثیہ حافظ ابن عبد البر نے نقل کیا ہے،[۶]

---

[۱] ابن سعد ج جزو اول ص، [۲] ایضاً [۳] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۲۵۵ [۴] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۲۵۵ [۵] استیعاب ج ۲ ص ۷۰۸،

۱۴۱۔ حضرت ابو سفیان بن حرب رضی اللہ عنہ

نام و نسب صخر نام، ابو سفیان کنیت، نسب نامہ یہ ہے، صخر بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف قرشی اموی، ابو سفیان کا خاندان بنی امیہ قریش کی نہایت مقتدر شاخ تھی، اور عقاب یعنی قریش کے قومی نشان کا حامل یہی خاندان تھا، علمدار اسی خاندان کے ارکان بنائے جاتے تھے، ظہور اسلام کے وقت اس عہدہ پر ابو سفیان ممتاز تھے، جب قریش مین کوئی جنگ چھڑنے والی ہوتی تھی، تو معززین قریش جمع ہو کر علمدار کے ہاتھ مین علم دیتے تھے،[۱]

اسلام سے پہلے ظہور اسلام کے وقت اس کی سب سے زیادہ مخالفت ان ہی لوگون کی جانب سے عمل مین آئی جو قریش کے سب سے با اثر رئیس تھے، اور جن کا اثر و اقتدار نسلاً بعد نسلٍ چلا آتا تھا ابو سفیان بھی رؤسائے قریش مین تھے، اور بنی ہاشم کے حریف تھے، اس لئے اسلام اور پیغمبر اسلام کے ساتھ انھین دوہری مخالفت تھی، چنانچہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذارسانی، مسلمانون کی مخالفت، اور اسلام کے استیصال مین سب سے پیش پیش رہتے تھے اسلام کے مٹانے مین انھون نے اپنی پوری قوتین صرف کر دین، آغاز دعوتِ اسلام سے لیکر فتح مکہ تک اسلام کی مخالفت اور اس کی بیخ کنی کا کوئی دقیقہ اٹھا نہین رکھا دعوتِ اسلام کے آغاز مین قریش کا جو وفد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو طالب کے پاس آپ کی شکایت لیکر گیا تھا، اس کے ایک رکن ابو سفیان بھی تھے،[۲]

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کرنے کی جو سازش ہوئی تھی جس کے سبب سے آپ نے

---

[۱] اسد الغابہ ج ۵ ص ۲۱۶ [۲] سیرۃ ابن ہشام ج اول ص ۱۴۰

ہجرت فرمائی تھی اس مین بھی ابوسفیان کا ہاتھ شامل تھا، کفر واسلام کا سب سے پہلا مقابلہ بدر مین ہوا، اس مین ابوسفیان نہ شریک ہو سکے اس وقت وہ کاروان تجارت لیکر گئے ہوے تھے،

بدر مین بڑے بڑے معزز مین قریش مارے گئے تھے۔ اس لئے سارا قریش جذبۂ انتقام مین دیوانہ ہو رہا تھا، ابوجہل اور عتبہ بن ربیعہ مارے جا چکے تھے، ان کے بعد قریش کی مسندِ ریاست پر ابوسفیان بیٹھے، اس لئے بحیثیت سردارِ قوم کے مقتولین بدر کا انتقام ان کا پہلا فرض تھا، اس کے علاوہ خود اون کا ایک لڑکا حنظلہ مارا گیا تھا، اس لئے یہ انتقام اور زیادہ مؤکد ہو گیا تھا۔ اور انھون نے حلف لے لیا تھا کہ، جب تک محمد سے بدر کا انتقام نہ لے لین گے اس وقت تک عورتون کو نہ چھوئین گے۔۔ اس حلف کے بعد دو سو سوارون کا دستہ لیکر مدینہ پہنچے، یہان کے یہود مسلمانون کے خلاف تھے۔ اس لئے ابوسفیان ایک یہودی رئیس حیی بن اخطب کے پاس گئے، رات کا وقت تھا، گھرون کے دروازے بند ہو چکے تھے، ابوسفیان نے حیی کا دروازہ کھٹکھٹایا، مگر اس نے دشمن کے خوف سے نہ کھولا، اس لئے ابوسفیان اس کے دروازہ سے لوٹ آئے اور ایک دوسرے ممتاز یہودی اور بنی نضیر کے سردار اور خزانچی سلام بن مشکم کے پاس پہنچے، اس نے نہایت پرتپاک استقبال کیا اور بڑی خاطر و تواضع کی، کھانا کھلایا، شراب پلائی، اور ابوسفیان کی مہم کے متعلق بہت سی راز کی باتین بتائین، صبح کو ابوسفیان نے مدینہ کے قریب عریض پر حملہ کر کے کھجور کے باغون کی ٹٹیان جلا ڈالین، اور ایک انصاری اور ان کے حلیف کو قتل کر کے لوٹ آئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے تعاقب کیا، قرقرۃ الکدر مین پہنچکر معلوم ہوا کہ ابوسفیان بہت آگے نکل چکا ہے، اس لئے واپس تشریف لے آئے، [1]

---

[1] سیرۃ ابن ہشام ج اول ص ۴۷-۴۲۶،

اس واقعہ سے ایک حد تک ابوسفیان کی قسم پوری ہوگئی، لیکن ابھی مقتولین بدر کا انتقام باقی تھا، اور جن جن لوگون کے اعزہ واقربا مارے گئے تھے، وہ انتقام کے لیے بیچین تھے، چنانچہ ابوجہل کا لڑکا عکرمہ، عبداللہ بن ربیعہ، صفوان بن امیہ، اور جن جن لوگون کے اعزہ واقربا مارے گئے تھے ابوسفیان کے پاس پہنچے، اور کہا آپ لوگ اپنے کاروانِ تجارت (یہ وہی کاروان تجارت ہے، جو بدر کے زمانہ مین سامانِ تجارت لے کر گیا تھا) کا نفع ہمکو دیدیجئے کہ اس کے ذریعہ ہم لوگ محمدؐ کے مقابلہ کا سامان کرین، ابوسفیان نے کہا مین اپنا حصہ سب سے پہلے دیتا ہون اس کے علاوہ قریشی خاندان کے ہر ممبر نے نہایت فراخ دلی کے ساتھ چندہ دیا[1]

غرض قریش تیاریان کرکے بڑے سروسامان سے مسلمانون کے استیصال کیلئے نکلے اور مدینہ کے پاس کوہ احد پر فوجین اتارین، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سات سو جان نثارون کی مختصر جماعت لیکر مدافعت کے لیے تشریف لے گئے احد پر دونون کا مقابلہ ہوا، مسلمانون کی جانفروشی نے کفر کے ٹڈی دل کو پسپا کردیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صف بندی کے وقت مسلمانون کا ایک دستہ پشت پر حفاظت کے لیے متعین کردیا تھا کہ مخالفین عقب سے حملہ آور نہ ہو سکین، مشرکین کی پسپائی کو دیکھ کر اس دستہ نے مالِ غنیمت کی طمع مین اپنا مرکز چھوڑ دیا، خالد بن ولید مشرکین کے دستہ کو لیے ہوئے منڈلا رہے تھے، انھون نے میدان خالی پاکر عقب سے حملہ کردیا مسلمان اس ناگہانی حملہ کی تاب نہ لاسکے، اور بہت بری طرح پیچھے ہٹے، بہت سے مسلمان اس پسپائی مین شہید ہوگئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ انور زخمی اور دندانِ مبارک شہید ہوے، آپ کے پاس چند جان نثارون کے علاوہ کوئی باقی نہ رہگیا تھا، ہر شخص اپنی جگہ بدحواس ہو رہا تھا اس لیے آپ کی شہادت کی خبر اڑ گئی[2]

---

[1] سیرۃ ابن ہشام ج ۲ ص ۱۳۶ و ابن سعد حصۂ مغازی ص ۲۵ [2] ایضاً ص ۲۹۔

ابوسفیان یہ خبر سنکر فرطِ مسرت سے پہاڑ پر چڑھ گیا اور فاتحانہ غرور مین باآواز بلند پوچھا محمد ہین؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگون کو منع کر دیا کہ جواب نہ دیا جائے، جب ابوسفیان کے سوال کا کوئی جواب نہ ملا، تو سمجھا نصیب دشمنان محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا کام تمام ہو گیا، دوسری آواز دی ابن ابی قحافہ (حضرت ابوبکرؓ) ہین، اس سوال پر بھی کسی نے کوئی جواب نہ دیا، تیسری مرتبہ اس نے حضرت عمرؓ کو پکارا، اس مرتبہ بھی جواب نہ ملا، یہ خاموشی دیکھکر وہ سمجھا کہ سب ختم ہو گئے، حضرت عمرؓ سے ضبط نہ ہو سکا، آپ پکار اٹھے او دشمنِ خدا تیرے رسوا کرنیوالون کو خدا نے زندہ رکھا ہے، یہ سنکر اس نے ہبل کی جے پکاری "اعل ھبل" ہبل بلند رہ، صحابہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے جواب مین کہا،" اللہ اعلی واجل" خدا برتر اور بڑا ہے، یہ جواب سنکر ابوسفیان بولا، لنا عزی ولا عزی لکم" ہمارے پاس ہمارا معبود عزی ہے، اور تمھارے پاس نہین ہے، صحابہؓ نے جواب دیا؛" اللہ مولنا ولا مولی لکم" خدا ہمارا مولا ہے اور تمھارا کوئی مولی نہین ہے،[1]

ابوسفیان کامیابی کے نشہ مین مخمور تھا، بولا آج کا دن بدر کا جواب ہے، لوگون نے بغیر میرے حکم کے مسلمان لاشون کے ہاتھ پاؤن کاٹ لیے ہین، لیکن مجھے اس کا کوئی افسوس بھی نہین ہے،[1] بروایت ابن اسحق حضرت عمرؓ نے یہ سن کر فرمایا ہمارے شہداء جنت مین ہین اور تیرے مقتولین جہنم مین، ابوسفیان نے حضرت عمرؓ کی آواز سنی تو پاس بلا کر پوچھا سچ سچ بتاؤ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کام تمام ہو گیا یا زندہ ہین؟ آپنے فرمایا خدا کی قسم وہ زندہ ہین، اور تمھاری گفتگو سن رہے ہین، یہ سنکر ابوسفیان نے کہا ابن قمئہ نے کہا تھا کہ مین نے محمد کا کام تمام کر دیا، لیکن مین تم کو اس سے زیادہ سچا سمجھتا ہون،[2]

اختتامِ جنگ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے احتیاطاً قریش کے تعاقب مین ستر

---

[1] بخاری کتاب المغازی باب غزوۂ احد [2] سیرۃ ابن ہشام ج ۲ ص ۲،

آدمی بھیجے تاکہ وہ دوبارہ نہ لوٹ سکین، دوسرے دن خود بہ نفس نفیس مقام حمراراسد تک تعاقب مین تشریف لے گئے، آپ کا خطرہ صحیح تھا، ابوسفیان یہ خیال کرکے کہ ابھی مسلمانون کا پورا استیصال نہین ہوا ہے، مقام روحا سے دوبارہ واپسی کا قصد کررہا تھا کہ اس دوران مین قبیلہ خزاعہ کے رئیس معبد سے جو مسلمانون کی شکست کی خبر سنکر تصدیق کے لئے آیا تھا، اور اب واپس جارہا تھا، ملاقات ہوئی، اس سے ابوسفیان نے اپنا خیال ظاہر کیا اس نے کہا مین ابھی اپنی آنکھون سے دیکھتا چلا آرہا ہون، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس سروسامان کے ساتھ آرہے ہین کہ ان کا مقابلہ سخت دشوار ہے، یہ خبر سنکر ابوسفیان نے ارادہ بدل دیا،[1]

احد کے بعد یہودیون نے مسلمانون کے خلاف تحریک شروع کی، ابوسفیان اس مین بھی پورے طور سے معاون و مددگار تھے، ۵ھ مین جب تمام عرب قبائل نے مسلمانون کے استیصال کے لئے مدینہ پر ہجوم کیا، تو قریش بھی ابوسفیان کی قیادت مین جمع ہوئے، لیکن یہ طوفان ہوا کی طرح اڑ گیا، یہی متحدہ اجتماع جنگ خندق کے نام سے مشہور ہے،

۶ھ مین جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرب وجوار کے تمام امراء اور فرمان روا ؤن کے نام دعوت اسلام کے خطوط بھیجے، تو ایک خط ہرقل کے نام بھی بھیجا، وہ صحیح عیسوی مذہب کا پیرو اور حق کا متلاشی تھا، اس لئے اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات معلوم کرنے چاہے، اتفاق سے اس وقت قریش کا کاروان تجارت شام آیا ہوا تھا، اس مین ابوسفیان بھی تھا، ہرقل نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات دریافت کرنے کے لئے اس قافلہ کو ایلیا طلب کیا، اور تمام ارکان سلطنت کے روبرو ترجمان کے ذریعہ سے سوالات شروع کئے، سب سے پہلے پوچھا تم مین کون اس شخص سے جو اپنے کو نبی سمجھتا ہے زیادہ قریبی تعلق رکھتا ہے، ابوسفیان نے اپنے کو پیش کیا کہ

---

[1] یہ تمام حالات ابن سعد سے ماخوذ ہین،

ہین اس کا قریب تر عزیز ہون، ہرقل نے اسے قریب بلایا، اور دوسرے قریشیون سے کہا مین اس سے اس شخص (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) کے متعلق سوالات کرون گا، جہان وہ غلط جواب دے تملوگ فوراً ٹوک دینا، ابوسفیان کا بیان ہے کہ اگر اس وقت مجھکو اپنے ہمراہیون کی تردید کرنے کا خطرہ نہ ہوتا تو مین جھوٹ بول دیتا، اس اہتمام کے ساتھ سوالات وجوابات شروع ہوے۔

ہرقل، قریش مین اس شخص کا نسب کیسا ہے؟

ابوسفیان، قریش کا عالی نسب آدمی ہے؟

ہرقل، اس سے پہلے تم مین سے کسی نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔

ابوسفیان، نہین

ہرقل، شرفا و معززین اس کے پیرو ہین یا کمزور وناتوان۔

ابوسفیان، ناتوان وکمزور،

ہرقل، ان کی تعداد بڑھتی جاتی ہے یا گھٹتی ہے،

ابوسفیان، بڑھتی جاتی ہے،

ہرقل، کوئی شخص اس مذہب کو قبول کرنے کے بعد اس سے بیزار ہوکر مرتد بھی ہوتا ہے ؟

ابوسفیان، نہین،

ہرقل، کبھی اس نے دھوکہ اور فریب دیا ہے،

ابوسفیان، نہین، البتہ اس دوران مین حال معلوم نہین، (ابوسفیان کا بیان ہو کہ اس سوال کے علاوہ اور کسی مین مجھے اپنی طرف سے ملانے کا موقع نہین ملا،)

ہرقل، اس شخص سے اور تملوگون سے کبھی کوئی جنگ بھی ہوئی ہے،

ابوسفیان، ہان،

ہرقل، اس کا کیا نتیجہ رہا،

ابوسفیان، کبھی ہم غالب رہے اور کبھی وہ،

ہرقل، وہ تم کو کس چیز کا حکم دیتا ہے

ابوسفیان، وہ کہتا ہے، تنہا خدائے واحد کی عبادت کرو، اس میں کسی کو شریک نہ کرو اور اپنے آباو اجداد کے مذہب کو چھوڑ دو، نماز پڑھو، خیرات کرو، صلہ رحمی کرو، پاک دامن رہو،

اس گفتگو کے بعد ہرقل کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت اور آپ کی نبوت کا پورا یقین ہو گیا اور اس نے بطارقہ کے سامنے علی الاعلان آپ کی رسالت کا اعتراف کیا[1]،

بنی خزاعہ اور بنی بکر کے قبائل مدتون سے حریف چلے آرہے تھے، لیکن اسلام کے مقابلہ مین دونون متحد ہو گئے تھے، صلح حدیبیہ کے زمانہ مین بنی خزاعہ مسلمانون کے اور بنی بکر قریش کے حلیف ہو گئے، اس متضاد وتخالف نے پھر دونون کو ایک دوسرے کے خلاف کر دیا، اور بنی بکر نے عین حرم مین بنی خزاعہ پر حملہ کر کے انھین قتل کیا، بنی خزاعہ کے ارکان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس فریاد لیکر پہنچے، بنی خزاعہ آپکے حلیف تھے، اس لئے صلح حدیبیہ کی رو سے ان پر قریش یا ان کا کوئی حلیف حملہ نہین کر سکتا تھا، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے پاس ضمرہ کو یہ پیام دیکر بھیجا کہ یا بنی خزاعہ کے مقتولین کا خونبہا ادا کیا جائے یا قریش ان کی حمایت سے الگ ہو جائین، ورنہ اعلان کر دیا جائے کہ حدیبیہ کا معاہدہ ٹوٹ گیا، یہ شرائط سنکر قرظہ بن عمر نے کہا ہمکو تیسری صورت منظور ہے، ضمرہ نے آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ جواب سنا دیا، قرظہ نے یہ جواب تو دیا، لیکن بعد مین جب قریش نے اس جواب اور اس کے نتائج پر غور کیا، تو بہت نادم ہوئے، اور اسی وقت ابوسفیان کو حدیبیہ کے معاہدہ کی تجدید کے لئے مدینہ بھیجا، انھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین جا کر کہا کہ ہم حدیبیہ کے

[1] بخاری،

موقع پر موجود نہ تھے، اس لئے چاہتے ہین کہ تم دوبارہ ہمارے سامنے اس معاہدہ کی تجدید کردو، اور اس کی مدت مین بھی اضافہ کردو، آپنے پوچھا کیا تم مخصوص اسی کے واسطے آئے ہو، انھون نے کہا ہان، فرمایا اس درمیان مین کوئی جدید واقعہ تو نہین پیش آیا، ابوسفیان نے کہا پناہ بخدا ہم لوگ سابق معاہدہ پر قائم ہین، اس مین کوئی تبدیلی نہین کی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اصل حقیقت سے واقف تھے، اس لئے تجدید معاہدہ پر راضی نہوے، لیکن ابوسفیان کسی نہ کسی طرح قریش کی غلطی کی تلافی چاہتا تھا، اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جواب پانے کے بعد حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ کو درمیان مین ڈالنا چاہا، لیکن ان دونون بزرگون نے انکار کیا، ان کے انکار کے بعد وہ حضرت فاطمہؓ کے پاس گیا اور ان سے کہا، اگر اس وقت حسن درمیان مین پڑکر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کہدے تو ہمیشہ کے لئے عرب کا سردار کہلائیگا، لیکن اس پر فاطمہ زہرا رضامند نہ ہوئین، ان سب سے مایوس ہوکر مہاجرین وانصار کے پاس جاکر کہا، لیکن سبنے صاف انکار کردیا، ہر جگہ مایوسی ہونیکے بعد آخر مین حضرت علیؓ کے مشورہ سے مسجد نبویؐ مین کھڑے ہوکر خود سے تجدید معاہدہ کا اعلان کرکے مکہ لوٹ گیا[1]

فتح مکہ | سنہ ۸ھ مین جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تطہیر کعبہ کے لئے مکہ پر فوج کشی کا ارادہ کیا تو گو اسے مخفی رکھنے کا اہتمام کیا تھا مگر مکہ مین آپ کی آمد کی خبرین پہنچ گیئن، اسوقت وہ مشرکین اور جبابرہ قریش جنھون نے آپ کو نہایت بے کسی کی حالت مین اس ارض مقدس سے جلا وطن کیا تھا، اپنے انجام سے بہت گھبرائے کہ اب اسلام کے سیلاب کو روکنا ان کے بس سے باہر ہوچکا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کے قریب پہنچکر مرظہران مین قیام فرمایا، ابوسفیان حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقا تحقیقات کے لئے نکلے تھے، دور سے دیکھا کہ مرظہران کا میدان رات کی تاریکی مین روشنی کی کثرت سے وادی ایمن بنا ہوا ہے،

[1] زرقانی ج ۲ ص ۳۳۲ تا ۳۳۳، ملخصاً

ابوسفیان نے کہا یہاں عرفہ کی جیسی روشنی کیسے ہو رہی ہے، بدیل نے کہا بنی عمرو آگ روشن کیے ہیں، ابوسفیان نے اعتراض کیا کہ ان کی تعداد اتنی کہاں ہے[1]

گو قریش نے مسلمانوں پر بڑی ستم آرائیاں کی تھیں، پھر بھی وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اکثر اکابر صحابہ کے ہم خاندان تھے، اور ان میں ان کے اعزہ واقربا بھی موجود تھے اس لئے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے دل میں خیال آیا کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں داخل ہو گئے اور قریش نے پہلے سے جان ومال کی امان نہ لیلی تو سب تباہ ہو جائینگے، چنانچہ وہ اس تلاش میں نکلے کہ اگر مکہ جانے والا کوئی آدمی مل جائے، تو اس کی زبانی قریش سے کہلا بھیجیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرظہران تک پہنچ چکے ہیں، وہ لوگ آکر جان بخشی کرالیں، اتفاق سے حضرت عباس رضی اللہ عنہ اسی سمت گئے، جدھر ابوسفیان اور بدیل تھے، ابوسفیان کی آواز سنکر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اسکو پکارا اس نے آواز پہچان کر کہا ابوالفضل! حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ہاں میں ہوں، ابوسفیان بولا میرے ماں باپ فدا ہوں تم یہاں کہاں، فرمایا رسول اللہ اور مسلمان آگئے ہیں، ابوسفیان نے سراسیمہ ہو کر کہا پھر کوئی تدبیر بتاؤ، حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ان کے ساتھیوں کو لوٹا دیا اور انھیں عفو تقصیر کے لئے اپنے ساتھ سوار کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے چلے،[2]

حضرت عباس رضی اللہ عنہ ابوسفیان کو لے تو چلے، مگر وہ اشتہاری مجرم تھا اور تمام مسلمان اس سے خار کھاتے تھے، روشنی کی کثرت اور بھی راز فاش کیے دیتی تھی، قدم قدم پہ لوگ سوال کرتے کون ہے؟ لیکن پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اونٹ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر سمجھ جاتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ہیں، حضرت عباس رضی اللہ عنہ لوگوں کی نظریں بچاتے ہوئے آرہے تھے، لیکن جب وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فرودگاہ کے سامنے سے گذرے تو انھوں نے ابوسفیان کو پہچان لیا، اور جوش غضب میں بے تاب

---

[1] بخاری کتاب المغازی غزوہ فتح [2] ابوداؤد کتاب الخراج والامارہ باب ماجاء فی فتح مکہ،

ہو کر چلائے او دشمنِ خدا، خدا کا شکر ہے کہ اس نے بلا کسی عہد و پیمان اور ذمہ داری کے تجھپر قابو دیدیا، مگر حضرت عباسؓ ساتھ تھے۔ اس لئے حضرت عمرؓ سیدھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گئے، لیکن حضرت عباسؓ ان سے پہلے پہنچ چکے تھے، حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ! یہ ابوسفیان ہے، خدا نے اس کو بغیر کسی عہد و پیمان کے ہمارے حوالہ کر دیا ہے، اجازت دیجئے کہ اس دشمن خدا کی گردن اڑا دون، حضرت عباسؓ نے فرمایا، یا رسول اللہ میں نے ان کو امان دیدی ہے، اور ابوسفیان کا سر پکڑ کے بیٹھ گئے، حضرت عمرؓ برابر ابوسفیان کے قتل پر مصر تھے، ان کا اصرار دیکھکر حضرت عباسؓ نے فرمایا عمرؓ اگر تمھارے قبیلہ کا کوئی شخص ہوتا تو تم ہرگز اتنا اصرار نہ کرتے، لیکن تمکو بنی عبد مناف کی کیا پروا، حضرت عمرؓ نے اس طنز کے جواب میں کہا عباسؓ! خدا کی قسم مجھ کو تمھارے اسلام کی اتنی خوشی ہوئی کہ اپنے باپ خطاب کے اسلام لانے سے نہ ہوتی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباسؓ سے فرمایا، اس وقت انھیں لیجا کر اپنے پاس سلاؤ، صبح کو فیصلہ کیا جائے گا۔[1]

اس ارشاد پر حضرت عباسؓ ابوسفیان کو ساتھ لے گئے رات بھر پاس رکھا، اور صبح کو حسب ہدایت بارگاہ نبوی میں لا کر حاضر کیا، اس وقت اسلام اور مسلمانون کا سب سے بڑا دشمن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خون کا پیاسا جس نے آپ کی تحقیر و تذلیل اور جان لینے تک میں کوئی تامل نہ کیا تھا، مسلمانون کو طرح طرح کی اذیتین دی تھین، اسلام کے استیصال مین کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا تھا بے کس ولاچار اور بے حامی و مددگار بارگاہ رسالت مین حاضر تھا، اور رحمۃ للعالمینؐ کے دامنِ عفو و کرم کے علاوہ دنیا مین اس کے لئے کوئی جائے پناہ نہ تھی، بارگاہ رسالت سے اس سنگین مجرم کیلئے قتل کی سزا نہیں تجویز ہوتی، قید خانہ کی چار دیواری مین بند نہیں کیا جاتا، جلاء وطن کا حکم نہیں ملتا، بلکہ دربار رسالت الا رحمۃ للعالمین کی عملی تفسیر ہوتی ہے، فرماتے ہین، ابوسفیان افسوس کا مقام ہے کیا ابھی وقت

---

[1] سیرۃ ابن ہشام ج ۲ ص ۲۳۳ و ۲۳۴

نہین آیا کہ خدا کی وحدانیت کا اقرار کرو، اس سوال پر وہ زبان جو معلوم نہین کتنی مرتبہ رسول اللہ صلعم کے دل پر تیر و نشتر لگا چکی تھی، یون گویا ہوتی ہے "میرے ماں باپ آپ پر فدا ہون، آپ کتنے بڑے شریف اور کتنے بڑے صلہ رحم کرنے والے ہین، خدا کی قسم اگر خدا کے سوا کوئی اور معبود ہوتا تو آج میرے کام نہ آتا" پھر ارشاد ہوتا ہے "ابوسفیان تمھاری حالت قابلِ افسوس ہے، کیا اب بھی وہ وقت نہین آیا کہ تم مجھے خدا کا رسول مانو"، جاہلی حمیت اور قومی عصبیت اب بھی اعترافِ رسالت کی اجازت نہین دیتی، جواب ملتا ہے، میرے ماں باپ آپ پر فدا ہون آپ کس قدر حلیم، کس قدر شریف اور کس قدر صلہ رحمی کرنے والے ہین، خدا کی قسم ابھی تک مجھ کو اس مین شک ہے، حضرت عباسؓ یہ جاہلی حمیت سنکر ڈانٹتے ہین "ابوسفیان اس سے پہلے کہ سر تن سے جدا ہو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہہ لو"، حضرت عباسؓ کی ڈانٹ پر ابوسفیان کلمۂ توحید پڑھتے ہین، اور وہ سرکش جو جاہلی رعونت سے خدا کے سامنے بھی نہ جھکتا تھا، آستانِ نبوی پر خم ہو جاتا ہے[1] اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہ صرف ابوسفیان کی جان بخشی کا اعلان فرماتے ہین، بلکہ ان کے اس گھر کو جسمین بارہا مسلمانون کے خلاف سازشین ہو چکی تھین، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے مشورے ہو چکے تھے "من دخل دار ابی سفیان فہو امن"، کے اعلان کرم سے بیت الامن قرار دیتے ہین،[2]

قبولِ اسلام کے بعد جب حضرت عباسؓ ان کو لے کر لوٹنے لگے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ارشاد فرمایا کہ ابوسفیان کو پہاڑ کی چوٹی پر لیجا کر کھڑا کر دو کہ افواج الٰہی کا جلال اور مسلمانون کی شوکت وعظمت کا تماشہ اپنی آنکھون سے دیکھ لین، اس ارشاد پر حضرت عباسؓ نے انھین لیجا کر کھڑا کر دیا، تھوڑی دیر کے بعد دریاے اسلام مین تلاطم پیدا ہوا، ہر ہر قبیلہ کے پرچم گذرنے لگے، پہلے غفار کا پرچم نظر آیا، پھر جہینہ ہذیم، اور سلیم یکے بعد دیگرے ہتھیارون مین ڈوبے تکبیر کے نعرے لگاتے ہوئے گذرے، سب سے آخر مین

---

[1] سیرۃ ابن ہشام ج ۲ ص ۲۳۳، یہ واقعہ بخاری مین بھی ہے، لیکن نہایت مختصر ہے۔ [2] مسلم کتاب الجہاد والسیر باب فتح مکہ،

انصار کا قبیلہ اس شان سے پرچم لہراتا ہوا نکلا کہ ابوسفیان متحیر ہو گئے اور پوچھا یہ پرچم کس کا ہے، حضرت عباسؓ نے نام بتایا، دفعۃً سردار فوج حضرت سعد بن عبادہؓ ہاتھ میں علم لیے ہوئے برابر سے گذرے، ابوسفیان کو دیکھکر پکار اٹھے،

الیوم یوم الملحمۃ الیوم تستحل الکعبۃ — آج گھمسان کا دن ہے، آج کعبہ حلال کر دیا جائیگا،

ابوسفیان گھبرا گئے اور حضرت عباسؓ سے کہا آج میری حفاظت تمہارے اوپر فرض ہے،

سب سے آخر میں کوکبۂ رسالت نمودار ہوا، حضرت زبیر بن عوام کے ہاتھوں میں علم تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابوسفیان کے قریب سے گذرے اور جمال مبارک پر ان کی نظر پڑی، تو باواز بلند پکار کر کہا، آپ کو معلوم ہے ابھی سعد بن عبادہ کیا کہہ گئے ہیں، پوچھا کیا ابوسفیان نے بتایا، ارشاد فرمایا غلط ہے، آج کعبہ کی عظمت کا دن ہے، آج اس پر غلاف چڑھایا جائیگا[1]

غزوات، قبول اسلام کے بعد ابوسفیان سب سے اول غزوۂ حنین میں شریک ہوئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حنین کے مال غنیمت سے انھیں سو اونٹ مرحمت فرمائے، حنین کے بعد طائف کے محاصرہ میں شرکت کی، جب طائف کے محصورین مسلمانوں پر لوہے کی گرم سلاخیں برسانے لگے، تو اس کے جواب میں مسلمانوں نے ان کی انگور کی ٹٹیوں کو نذر آتش کرنا شروع کیا، قریش کی بہت سی لڑکیاں قبیلہ ثقیف میں بیاہی ہوئی تھیں، خود ابوسفیان کی لڑکی آمنہ عروہ بن مسعود ثقفی کے عقد میں تھی، اس لئے ابوسفیان اور مغیرہ بن شعبہ ثقیف سے گفتگو کرنے کے لئے گئے، جنگ چھڑی ہوئی تھی، اس لئے عورتوں نے گرفتاری کے خوف سے ملنے سے انکار کر دیا، ابن الاسود ثقفی اپنے قبیلہ کے نہایت متمول شخص تھے، انھوں نے آکر کہا کہ اگر محمدؐ نے ہمارے سرسبز اور شاداب باغوں کو تاراج کر دیا تو پھر وہ کبھی آباد نہ ہو سکیں گے، اس لئے تم دونوں جا کر میرے لئے محمدؐ سے جان بخشی کا پروانہ حاصل کر لو، میری

[1] بخاری کتاب المغازی باب این رکز النبی صلی اللہ علیہ وسلم الرایۃ یوم الفتح۔

اوران کی قرابت دیرینہ ہے، اس لئے انھین خدا اور صلہ رحمی کے واسطہ سے چھوڑ دینا چاہئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی درخواست منظور کرلی [۱]، اس غزوہ مین ابوسفیان کی ایک آنکھ جاتی رہی اور جہاد فی سبیل اللہ کا پہلا تمغہ ملا [۲]،

طایف کے بعد مغیرہ بن شعبہ کے ساتھ بنی ثقیف کا صنم کدہ ڈھانے پر مامور ہوئے [۳]، ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجران کا عامل بھی بنایا تھا، اور آپ کی وفات کے وقت وہ یہین تھے، لیکن واقدی اس کا منکر ہے [۴]،

جنگ یرموک مین شرکت

حضرت عمرؓ کے عہد خلافت مین شام کی فوجکشی مین اپنے پورے کنبہ کو لیکر شریک ہوئے خود یہ، ان کے بیٹے یزید، معاویہ اور ان کی بیوی ہندہ سب شریک تھے، یرموک کی جنگ مین انھون نے بڑا نمایان حصہ لیا، جب مسلمانون پر رومیون کا ریلا زیادہ ہوا، تو ابوسفیان بارگاہ ایزدی مین فتح و نصرت کی دعا کرتے جاتے تھے اور مسلمانون کو ابھارتے جاتے تھے کہ اللہ اللہ تم لوگ عرب کا بالہ اسکا خلاصہ اور اسلام کے دست و بازو ہو، اور تمھارے حریف روم کا بالہ، اسکا خلاصہ اور مشرکین کے مددگار ہین، خدایا آج کا دن تیرا دن ہے، اپنے عاجز بندون کی مدد فرما [۵]، ان کی بیوی ہندہ مردانہ ہمت کیساتھ مسلمانون کو للکارتی تھین کہ مسلمانو! غیر مختونون کو لینا [۶]، اسی غزوہ مین ابوسفیان کی دوسری آنکھ بھی جاتی رہی، اور وہ خدا کی راہ مین ظاہری بینائی سے محروم ہوگئے،

وفات

حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت ۳۱ھ سے لیکر ۳۴ھ تک کسی سنہ مین وفات پائی اسوقت اٹھاسی سال کی عمر تھی، حضرت عثمانؓ نے نماز جنازہ پڑھائی، بعض روایتون کے مطابق خود امیر معاویہ

۱؎ سیرۃ ابن ہشام ج ۲ ص ۲۹۲ و ۲۹۳ ۲؎ استیعاب ج ۲ ص ۱۰۷ ۳؎ سیرۃ ابن ہشام ج ۲ ص ۴۳۶،
۴؎ استیعاب ج ۲ ص ۱۰۷ ۵؎ اسد الغابہ ج ۵ ص ۲۱۶ ۶؎ فتوح البلدان بلاذری ص ۱۴۲،

نے نماز پڑھائی تھی،

علیہ | علیہ یہ تھا قد بلند وبالا، سر بڑا، رنگ گندم گون، دونوں آنکھیں راہ خدا میں جاتی رہی تھیں، اس لئے غلام کے سہارے چلتے تھے،

اولاد | اولاد میں یزید اور معاویہ دو نامور بیٹے تھے، دونوں نے تاریخ اسلام میں بڑا نام پیدا کیا، یزید نے شام کی فتوحات میں کارہائے نمایاں کئے، اور امیر معاویہ تاریخ اسلام کے مشہور بادشاہ ہوئے، کہا جاتا ہے کہ مشہور اموی عامل عبید اللہ کا باپ زیاد ابوسفیان کی زمانۂ جاہلیت کی ناجائز اولاد تھا،

ذریعۂ معاش | ابوسفیان قریش کے رئیس تھے، ان کا تجارتی کاروبار نہایت وسیع پیمانہ پر تھا، ان کا تجارتی مال شام تک جاتا تھا،

ایک ضروری بحث | کچھ بنی امیہ اور بنی ہاشم کی خاندانی چشمک اور کچھ ابوسفیان کے قبل از اسلام کے کارناموں نے ان کے متعلق عجیب وغریب روایتیں مشہور کر دی ہیں کہ وہ دل سے کبھی مسلمان نہیں ہوئے، فتح مکہ میں محض جان کے خوف سے اسلام قبول کر لیا تھا، لیکن ان کے دل میں کبھی اسلام راسخ نہیں ہوا، اور ان کی زندگی شروع سے آخر تک منافقانہ رہی اور ان کے نفاق کے ثبوت میں بعض واقعات بھی بیان کئے جاتے ہیں، ان میں سب سے زیادہ مشہور واقعہ یہ پیش کیا جاتا ہے، کہ جب حضرت ابوبکرؓ خلیفہ منتخب ہوئے تو ابوسفیان نے حضرت علیؓ کے پاس جاکر کہا کہ قریش کا سب سے کمزور گھرانا تمھارے ہوتے ہوئے خلافت پر قابض ہو گیا، اگر تم کہو تو میں پیادوں اور سواروں کا دریا بہادوں، حضرت علیؓ نے فرمایا تم ہمیشہ اسلام کے دشمن رہے، لیکن تمھاری دشمنی اس کو ذرہ برابر بھی نقصان نہ پہنچا سکی، ہم لوگ ابوبکرؓ کو خلافت کا اہل سمجھتے ہیں، اس کے بعد جب حضرت عثمانؓ خلیفہ ہوئے تو ان سے آکر کہا بنی تمیم اور بنی عدی کے بعد اب تمھارے ہاتھوں میں خلافت آئی اس لیے بنی امیہ کو بڑھانا چاہیئے، لیکن حضرت عثمانؓ نے ڈانٹ کر خاموش کر دیا،

اولاً تو اس قسم کے جسقدر واقعات ہین کوئی بھی پایۂ ثبوت کو نہین پہنچتے چنانچہ علامہ ابن عبد البر ان واقعات کے متعلق لکھتے ہین "له اخبار من نحو هذا ردية یعنی ابوسفیان کے متعلق اس قسم کے جسقدر واقعات ہین وہ لغو اور مہمل ہین[۱]، صاحب اسد الغابہ لکھتے ہین، نقل عنه من هذا الجنس اشياء كثيرة لا تثبت یعنی ابوسفیان کے اس قبیل کے بہت سے واقعات بیان کیے جاتے ہین مگر کوئی بھی ثابت نہین ہین[۲]،

لیکن بالفرض اگر اس قسم کے واقعات کو صحیح بھی مان لیا جائے تو ان سے ان کی اسلام دشمنی ثابت نہین ہوتی بلکہ زیادہ سے زیادہ ان کی خاندانی عصبیت کا ثبوت ملتا ہے، اور اس سے انکار نہین کہ انمین مین خاندانی تعصب موجود تھا قبول اسلام سے پہلے ابوسفیان کی اسلام دشمنی کے بارہ مین جو کچھ بھی کہا جائے سب صحیح ہے لیکن قبول اسلام کے بعد ان کی زندگی کے واقعات خود ان کے مومن کامل ہونے کا ثبوت ہین، طائف مین ایک آنکھ کھوئی، شام کی لڑائیون مین مع بیوی بچون کے شریک ہوئے اور دوسری آنکھ بھی نذر کی،

۱۴۲ حضرت ابو شریحؓ

نام ونسب: ابو شریح کے نام مین بہت اختلاف ہے، بعض خویلد بعض عمرو، بعض کعب اور بعض ہانی بتاتے ہین، ابو شریح کنیت ہے اور اسی سے وہ مشہور ہین، نسب نامہ یہ ہے، خویلد بن عمرو بن صخر بن عبد العزی ابن معاویہ بن محرش بن عمرو بن زمانہ بن عدی بن عمرو بن ربیعہ خزاعی کعبی،

اسلام وغزوات: فتح مکہ سے پہلے مشرف باسلام ہوئے، فتح مکہ مین شریک تھے اور بنی کعب کا ایک نشان انکے ہاتھ مین تھا،[۳]

وفات: ۶۸ھ مین مدینہ مین وفات پائی،[۴]

---

[۱] استیعاب ج ۲ ص ۷۱۰، [۲] اسد الغابہ جلد ۵ تذکرہ ابوسفیان [۳] ابن سعد ج ۴ ق ۱ ص ۲۲، [۴] ایضاً

فضل وکمال ابو شریح کا شمار عقلائے مدینہ میں تھا[1] مذہبی علوم میں کوئی امتیازی حیثیت نہیں رکھتے تھے، ان سے بیس حدیثیں مروی ہیں اُن میں سے دو متفق علیہ ہیں اور ایک میں امام بخاری اور ایک میں امام مسلم منفرد ہیں، ابو سعید مقبری نافع بن جبیر وغیرہ نے ان سے روایتیں کی ہیں[2]

تبلیغ فرمان رسول ابو شریح کو جس کی جانب سے بھی کسی فرمان رسول کی مخالفت نظر آتی خواہ وہ کتنی ہی بڑی شخصیت وقوت کیوں نہو تی فوراً اس کو متنبہ کرتے عمرو بن زبیرؓ اور عبد اللہ بن زبیرؓ دونوں بھائیوں کے اختلافات کے زمانہ میں جب عمرو نے مکہ پر چڑھائی کی تو ابو شریح نے عمرو کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تحریم حرم کے حجۃ الوداع والے خطبہ کا حوالہ دیکر روکا، عمرو نے کہا بڑے میاں آپ جائیے میں آپ سے زیادہ حرم کی حرمت سے واقف ہوں، حرم خون ریزی کرنے والوں' باغیوں اور جزیہ روکنے والوں کو پناہ نہیں دیتا، ابو شریح نے کہا میں تحریم حرم کے خطبہ کے وقت موجود تھا، اور تم نہ تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جو لوگ موجود ہیں وہ ان لوگوں کو جو موجود نہیں ہیں، خبر کردیں' اس لئے میں نے تمکو خبر کردی آیندہ تمھیں اختیار ہے[3]، اسی طرح جس زمانہ میں عمرو بن سعید اموی عبد اللہ بن زبیرؓ کے مقابلہ کے لئے مکہ فوجیں بھیج رہا تھا، تو اس کو بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ سنایا اُس نے جواب دیا میں تم سے زیادہ واقف ہوں، لیکن حرم نافرمان مفرور' قاتل اور جزیہ روکنے والوں کو پناہ نہیں دیتا ہے[4]

فیاضی وہ بڑے فیاض اور دریا دل تھے، لوگوں کو اپنی چیزوں کے استعمال کی عام اجازت دے رکھی تھی، اور اعلان کردیا تھا کہ جب تم دیکھو کہ میں اپنے پڑوسی کو اپنی دیوار میں کھونٹی گاڑنے سے روکتا ہوں تو مجھے مجنون سمجھو اور داغ کر میرا علاج کرو، اور جو شخص ابو شریح کا دودھ، گھی اور بجرہ

[1] استیعاب ج ۲ ص ۶۷۱، [2] تہذیب الکمال ص ۲۵۹، [3] اسد الغابہ ج ۵ ص ۲۲۶، [4] سیرت ابن ہشام ج ۲، ص ۲۴۴

وغیرہ پائے تو وہ اس کے لئے حلال ہے، اور اس کو بلا تکلف کھا پی سکتا ہے[1]،

۴۳۔ حضرت ابوالعاص رضہ

نام ونسب ابو العاص کے نام میں بڑا اختلاف ہے، بعض لقیط، بعض ھشیم اور بعض ہشم بتاتے ہیں، ابو العاص کنیت ہے، نسب نامہ یہ ہے ابو العاص بن ربیع بن عبد العزیٰ بن عبد شمس بن عبد مناف ابن قصی قرشی،

ابو العاص حضرت خدیجہ رضہ کے بھانجے تھے، وہ انھیں بہت محبوب رکھتی تھیں، اور اپنا لڑکا تصور کرتی تھیں، وہ نہایت متمول آدمی تھے، زمانۂ جاہلیت میں ان کا نہایت وسیع تجارتی کاروبار تھا، ان کی دیانت اور امانت بھی بہت مشہور تھی، ان اوصاف کی وجہ سے حضرت خدیجہ رضہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خواہش کی کہ حضرت فاطمہ زہرا رضہ کی بڑی بہن حضرت زینب رضہ کو ان کے ساتھ بیاہ دیا جائے، آپ نزول وحی سے پہلے کسی معاملہ میں حضرت خدیجہ رضہ کی مخالفت نہ کرتے تھے اس لئے ان کی خواہش کے مطابق زینب رضہ کی شادی ابو العاص کے ساتھ کردی،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوی نبوت کی سب سے اول حضرت خدیجہ رضہ نے تصدیق کی آپ کے ساتھ آپ کی تمام صاحبزادیاں جنہیں حضرت زینب رضہ بھی شامل تھیں، نور اسلام سے مستنیر ہوئیں، لیکن زینب رضہ کے شوہر ابو العاص اپنے آبائی دین پر قائم رہے، اسی لئے جب ہجرت کا حکم ملا تو وہ ہجرت نہ کر سکیں[2]،

غزوۂ بدر میں ابو العاص مشرکین مکہ کے ساتھ تھے اور مشرکین کے شکست کھانے کے بعد وہ بھی دوسرے قیدیوں کے ساتھ گرفتار ہوئے، جن جن لوگوں کے اعزہ گرفتار ہوئے تھے وہ سب

---

[1] استیعاب ج ۲ ص ۶۷۱، [2] سیرۃ ابن ہشام ج ۲ ص ۲۷۶،

فدیہ لیکر انھین چھڑانے کے لئے آئے، گو حضرت زینبؓ مسلمان ہو چکی تھین اور ابو العاص مشرک تھے، تاہم وہ اب تک شوہر کے ساتھ تھین، اور ان کا دل ان کی محبت سے معمور تھا، شوہر کو قید و بند کی حالت مین نہ دیکھ سکین، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عام قانون سے انھین مستثنیٰ نہین کر سکتے تھے، اس لئے حضرت زینبؓ نے کچھ نقدی اور ایک ہار جو انھین مرحومہ مان نے جہیز مین دیا تھا، شوہر کے فدیہ مین بھیجا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ ہار پیش ہوا، تو آپ نے پہچان لیا، اور حضرت خدیجہؓ کی یاد مین بے اختیار آنکھون سے آنسو جاری ہو گئے، آپنے مسلمانون سے فرمایا، اگر تم لوگ بغیر اس ہار کو لئے ہوئے ابو العاص کو چھوڑ سکتے ہو، تو چھوڑ دو اور ہار واپس کر دو، مسلمانون نے نہایت خوشی کے ساتھ منظور کر لیا، اور ابو العاص رہا کر دیئے گئے، مگر یہ وعدہ لے لیا گیا کہ وہ زینبؓ کو جو اب تک مکہ مین تھین مدینہ پہنچا دین، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہؓ کو چند انصاری بزرگون کے ساتھ زینبؓ کو لانے کے لئے بھیجا،[1]

جب یہ لوگ زینبؓ کو ساتھ لیکر چلنے لگے تو قریش مین چہ میگوئیان ہونے لگین، انھون نے زینبؓ کا مدینہ سے چلا جانا اپنی سبکی تصور کیا، اور چند آدمیون نے جنمین ہبار بن اسود بہت پیش پیش تھا روکنا چاہا اور حضرت زینبؓ کو نیزہ دکھا کر دھمکایا، اس کی اس گستاخی پر ابو العاص کے بھائی کنانہ کو جو حضرت زینبؓ کے ساتھ تھے، غصہ آگیا، انھون نے تیر نکالکر کہا خدا کی قسم جس نے آگے قدم بڑھایا وہ اس کا نشانہ بنے گا، یہ شور و غل سنکر ابو سفیان پہنچ گیا، اور کنانہ سے کہا تم نے بھی تو کمال کیا، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی وجہ سے ہملوگون کو جو ذلتین اٹھانی پڑی ہین وہ تمکو معلوم ہین، اس کے باوجود تم ان کی لڑکی کو علانیہ ہمارے یہان سے لئے جا رہے ہو، خواہ مخواہ لوگ اپنی ذلت محسوس کرین گے، اگر تم کو لیجانا تھا تو خفیہ لیجاتے ہمکو روکنے کی

[1] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۲۳۶، زینبؓ کے بھیجے جانے کی شرط کا ذکر ابو داؤد کتاب الجہاد باب فداء الاسیر بالمال مین ہے۔

ضرورت نہین تھی، ابھی لوگ برہم ہین، اس لئے کچھ توقف کرو، جب لوگون کا غصہ ٹھنڈا ہوجائے گا تو چپکے سے لیکر چلے جانا، ابوسفیان کی اس سنجیدہ رائے پر دو تین دن کے لیے حضرت زینبؓ کا سفر ملتوی ہوگیا، جب لوگون کا جوش فرو ہوگیا تو ایک دن شب کو خفیہ مکہ سے لیکر نکل آئے، اور بچھڑی ہوئی لخت جگر آغوش پدر مین پہنچ گئی،[1]

قریش کے پرجوش شرارت پسند اشخاص ابوسفیان کے سمجھانے بجھانے سے رک تو گئے تھے، اور حضرت زینبؓ کے لیجانے مین مزاحم نہین ہوئے، لیکن اس واقعہ پر سخت پیچ وتاب کھارہے تھے بدر کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ مین گویا یہ دوسری شکست تھی، اس لیے اس کے انتقام مین حضرت زینبؓ کی روانگی کے بعد ابوالعاص کے پاس قریش کا ایک وفد پہنچا، اور ان سے کہا تم اپنی بیوی کو چھوڑدو، اس کے بدلہ مین قریش کی جس عورت کو پسند کرو اس کے ساتھ تمھاری شادی کردیجائیگی، ابوالعاص گو اپنے مذہب پر قائم تھے، لیکن ان کا دل بیوی کی محبت سے معمور تھا، اس لئے انھون نے جواب دیا خدا کی قسم مین ہرگز اپنی بیوی کو نہین چھوڑسکتا، قریش کی کوئی عورت ان کا بدل نہین ہوسکتی، ان کا یہ صاف جواب سنکر قریش لوٹ گئے،[2]

ابوالعاص رہائی کے بعد پھر اپنے تجارتی مشاغل مین مصروف ہوگئے تھے، فتح مکہ سے کچھ دنون پیشتر قریش کا سامان تجارت لے کر شام گئے، وہان سے واپسی مین راستہ مین مسلمانون نے روک کر ان کا کل مال ومتاع چھین لیا، جب مسلمان لوٹ گئے، تو ابوالعاص اپنا مال حاصل کرنے کے لئے خفیہ حضرت زینبؓ کے پاس پہنچے، حضرت زینبؓ کو ابتک ان سے وہی محبت تھی، انھون نے ان کو اپنے دامن حمایت مین لے لیا، اور صبح کو جب مسلمان نماز پڑھنے کے لئے گئے تو زینبؓ نے با آواز بلند اعلان کیا کہ مسلمانو! مین نے ابوالعاص کو پناہ دیدی ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

---

[1] سیرۃ ابن ہشام ج ۲ ص ۳۷۸ [2] ایضاً ص ۳۷۶،

سلام پھیرنے کے بعد فرمایا لوگو تم نے کچھ سنا، سب نے عرض کیا ہان، آپ نے ان کی بدگمانی دور کرنے کے لیے فرمایا، اُس ذات کی قسم جس کے ہاتھ مین محمدؐ کی جان ہے۔ اس سے پہلے مجھے اس واقعہ کا کوئی علم نہ تھا، ابو العاص مسلمانون سے پناہ کا خواہان ہے، اس کے بعد آپ کاشانۂ اقدس پر تشریف لائے اور حضرت زینبؓ سے فرمایا، جانِ پدر اپنے شوہر کی خاطر و مدارات مین کوئی کمی نہ کرو، مگر تم قانون اسلام کی رو سے ان پر حرام ہو، حضرت زینبؓ کو یہ ہدایت دے کر پھر باہر تشریف لائے، اور مسلمانون سے فرمایا کہ تم لوگ میری اور ابو العاص کی قرابت سے واقف ہو، ان کا جو مال تمھارے قبضہ مین ہے، اگر اس کو احسان کر کے واپس کر دو تو زیادہ بہتر ہے اور اگر نہ واپس کرو تو وہ خدا کا عطیہ اور تمھارا حق ہے، مجھ کو کوئی اعتراض و اصرار نہین ہے، اس کے جواب مین سب نے ایک زبان ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ ہم سب واپس کرنے کو تیار ہین، چنانچہ ابو العاص کو ان کا کل مال بجنسہ واپس مل گیا اور اس مین کوئی معمولی چیز بھی باقی نہ رہی، وہ یہ مال لیکر مکہ گئے، اور جن جن لوگون کا جو جو سامان تھا سب کو پہنچا دیا، اور حساب و کتاب چکانے کے بعد پوچھا، اب تو کسی کا مال باقی نہین ہے، سب نے کہا نہین، خدا تم کو جزاے خیر دے، ہم نے تم کو وعدہ وفا کرنے والا اور کریم پایا،

اسلام سب کو مطمئن کرنے کے بعد کلمۂ شہادت پڑھکر بہانگ دہل اپنے اسلام کا اعلان کیا اور کہا مین مدینہ ہی مین مسلمان ہو گیا ہوتا لیکن محض اس خیال سے کہ تم لوگون کو یہ بدگمانی نہ ہو کہ مین نے تمھارا مال ہضم کرنے کے لیے اسلام قبول کیا ہے، اب تک رکا رہا، اب جبکہ خدا نے مجھکو تمھارے حساب کتاب اور تمھارے بار سے سبکدوش کر دیا، اس وقت مین نے اسلام ظاہر کیا،

مکہ مین اسلام کا اعلان کر کے مدینہ واپس آئے، اور یہان باقاعدہ مشرف باسلام ہوئے، ان کے قبول اسلام کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینبؓ کے ساتھ ان کے نکاح کی تجدید نہین کی بلکہ گذشتہ نکاح برقرار رکھا لیکن بعض روایتون کی رو سے تجدید فرمائی تھی،[1]

[1] یہ تمام تفصیلات مستدرک حاکم ج ۳ ص ۲۳۶ تا ۲۳۷ و استیعاب ج ۲ ص ۶۹۷ سے ماخوذ ہین،

مکہ کی واپسی اور غزوات ابوالعاصؓ کا تجارتی کاروبار مکہ مین تھا، اس لیے وہ مدینہ مین قیام نہ کرسکتے تھے، چنانچہ قبول اسلام کے بعد وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کر پھر مکہ لوٹ آئے، مکہ کے قیام کی وجہ سے انھین غزوات مین شرکت کا موقع نہ مل سکا، صرف ایک سریہ مین جو سنہ ۱۰ھ مین حضرت علیؓ کی سرکردگی مین بھیجا گیا تھا، شریک ہوسکے[1]، حضرت علیؓ نے یمن سے واپسی مین انھین یمن کا عامل بنایا تھا،

وفات حضرت زینبؓ کا انتقال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ہی مین ہوچکا تھا، ابوالعاصؓ بھی ان کے بعد زیادہ دنون تک زندہ نہ رہے، اور ذی الحجہ سنہ ۱۲ھ مین انتقال کرگئے[2]،

اولاد حضرت زینبؓ کے بطن سے ابوالعاصؓ کے دو اولادیں ہوئین، علی اور امامہ، علی کا انتقال صغر سنی مین ہوگیا تھا، امامہ زندہ رہین، مرحومہ بیٹی کی اس یادگار سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو والہانہ محبت تھی، اس کو آپ جان سے زیادہ عزیز رکھتے تھے، ہر وقت پاس رکھتے تھے، نماز کی حالت مین بھی جدا نہ کرتے تھے، حدیثون مین اسی لڑکی کے متعلق آیا ہے کہ نماز کی حالت مین آپ اسکو گود مین لیے رہتے تھے، رکوع کرتے وقت بٹھا دیتے تھے، اور کھڑے ہوتے وقت پھر اٹھا لیتے تھے[3]، حضرت فاطمہؓ کے انتقال کے بعد حضرت علیؓ نے اس لڑکی سے شادی کرلی تھی[4]،

عام حالات ابوالعاصؓ کو ظہور اسلام کے بعد بہت دنون تک شرک کی تاریکی مین مبتلا رہے، لیکن ان کو اسلام اور مسلمانون سے کوئی عناد نہ تھا، اور رسول اللہؐ کو ہر حالت مین ان سے یکسان محبت رہی، چنانچہ اس زمانہ مین بھی جبکہ ابوالعاصؓ اسلام نہیں لائے تھے، آپ انکا تذکرہ بھلائی ہی کے ساتھ کرتے تھے[5]،

---

[1] اصابہ ج ۷ ص ۱۱۹ [2] استیعاب ج ۲ ص ۶۹۲ [3] بخاری کتاب الصلوٰة [4] استیعاب ج ۲ ص ۶۹۲

[5] اصابہ ج ۷ ص ۱۲۰

۱۴۴۔ حضرت ابو عامر اشعریؓ

نام ونسب عبید نام، ابو عامر کنیت، نسب نامہ یہ ہے، عبید بن سلیم بن حضار بن حرب بن عامر بن عنز بن بکر بن عامر بن عذر بن وائل بن ناجیہ بن جماہر بن اشعر بن اود بن زید بن یشجب اشعری، ابو عامر مشہور صحابی حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کے چچا تھے،

اسلام ابو عامر آغاز دعوت اسلام مین اسلام کے شرف سے مشرف ہوئے، بعض ارباب سیر نے انھین مہاجرین کے زمرہ مین شامل کیا ہے، لیکن یہ صحیح نہین ہی

غزوات قبول اسلام کے بعد ابو عامر سب سے اول غزوۂ فتح مین نظر آتے ہین،[1] فتح مکہ کے بعد غزوۂ حنین مین شریک ہوئے حنین کی جنگ ختم ہونے کے بعد بنی ہوازن کی ہزیمت خوردہ فوج اوطاس مین جاکر جمع ہوگئی تھی اور درید بن صمہ بہت سی فوج لیکر اوطاس پہنچ گیا تھا، اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے استیصال کے لیے ابو عامر کی ماتحتی مین تھوڑی سی فوج بھیجدی، ابو عامر اور درید بن صمہ کا مقابلہ ہوا، ابو عامر نے ایک ایک کرکے نو مشرکون کو قتل کیا،[2] آخر مین علاء اور اوفیٰ کے بیٹون نے ان پر تیر برسانا شروع کردیئے، ایک تیر ابو عامر کے گھٹنے اور ایک سینہ پر آکر لگا، اور وہ گر گئے، حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے لپک کر پوچھا چچا کس نے تیر مارا، ابو عامر نے اشارہ سے بتایا، قاتل بھاگا، ابو موسیٰ نے غیرت دلاکر روکا اور بڑھکر اس کا کام تمام کردیا، اور واپس آکر حضرت ابو عامر کو خوشخبری سنائی کہ آپ کا قاتل مارا گیا، تیر ابھی تک ابو عامر کے جسم مین پیوست تھا، ابو موسیٰؓ سے اس کو نکلوایا، تیر نکلتے ہی زخم سے پانی جاری ہوگیا، ابو عامر زندگی سے مایوس ہوگئے، اور ابو موسیٰ سے کہا حضورؐ کی خدمت مین جاکر عرض کرنا،

---

[1] ابن سعد ق ۲ ج ۴ ص ۷۵ [2] ایضاً و ابن ہشام ج ۲ ص ۲۷۲

کہ میرے لئے دعاے مغفرت فرمائیں، یہ وصیت کرکے ابوموسیٰ کو اپنا قائم مقام بنا کر جان بحق ہوگئے حضرت ابوموسیٰ نے دریدبن صمہ کو قتل کرکے مشرکون کو شکست دی شکست دینے کے بعد واپس ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیخدمت مین حاضر ہوکر پوری کیفیت سنائی اور ابوعامر کی دعاے مغفرت کی درخواست پیش کی، آپنے اسی وقت پانی منگاکر وضو فرمایا، اور دونون ہاتھ اٹھاکر دعا کی، خدایا: میرے خاطر عبید ابوعامر کی مغفرت فرما، اور قیامت کے دن اپنی مخلوق مین انکو سربلند فرما،[۱]

ابوعامر نے شہادت کے وقت وصیت کردی تھی کہ میرے اسلحہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیخدمت مین پیش کردینا، اس وصیت کے مطابق ابوموسیٰؓ نے ان کا گھوڑا ان کے اسلحہ اور ان کے تمام متروکات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیخدمت مین پیش کردیئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انھین ان کے صاحبزادے کو واپس کردیا،[۲]

فضل وکمال، | حضرت ابوعامرؓ کبار صحابہ مین تھے،[۳]

۱۴۵ - حضرت ابوعسیبؓ

نام ونسب | احمر نام، ابوعسیب کنیت، نسب وخاندان کے متعلق یہ شرف کافی ہے کہ آقاے دوعالم کے غلام تھے،

اسلام | ان کے اسلام کا زمانہ متعین نہین، فتح مکہ سے پہلے کسی وقت مشرف باسلام ہوئے، بصرہ آباد ہونے کے بعد یہان مستقل سکونت اختیار کرلی تھی، ابن سعد نے مصری صحابہ کے زمرہ مین لکھا ہے، اور غالباً اسی سرزمین مین آسودۂ خاک ہوئے، وفات کا زمانہ بھی متعین نہین ہے،

فضائل اخلاق | غلامی کے شرف اور رفیق صحبت نے مذہب کا نہایت گہرا رنگ چڑھا دیا تھا، وہ اسلام کا

---

[۱] بخاری کتاب المغازی غزوہ اوطاس [۲] ابن سعد ق ۲ ج ۴ ص ۵۰ [۳] استیعاب ج ۲ ص ۶۹۵،

زندہ پیکر تھے، شروع سے آخر تک ایک رنگ پر قائم رہے، آخر دم تک جب ضعف پیری نے قویٰ مضمحل کردیے تھے، مذہب کے کسی معمول میں بھی فرق نہ آیا، اور چاشت کی نماز تک ناغہ نہ ہوئی، جب کھڑے ہونے کی طاقت نہ رہی تو بیٹھ کر پڑھتے تھے، تین دن کا مسلسل روزہ رکھتے تھے، ہر مہینہ کے ایام بیض میں روزہ رکھتے تھے[1]،

جب تک پیر دن میں طاقت رہی جمعہ کی نماز ناغہ نہ ہوئی، لوگوں کو تلقین کرتے تھے کہ جب تک تندرستی قائم ہے اور چلنے پھرنے کی طاقت باقی ہے، اس وقت تک جمعہ نہ چھوڑنا، یہ نماز فریضۂ حج کے برابر ہے[2]،

ہر چیز میں اسوۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش نظر رکھتے تھے، ہمیشہ موٹے برتن میں پانی پیتے تھے، ایک شخص نے کہا، آپ ہم لوگوں کی طرح پتلے برتن میں کیوں نہیں پیتے، فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے ہی برتن میں پیتے دیکھا ہے، پھر مجھے کیا مانع ہوسکتا ہے[3]،

شرف صحابیت، غلامی اور زہد و تقویٰ گوناگون خصوصیات کی وجہ سے لوگ ان کی خدمت کرنا باعث فخر سمجھتے تھے، اور اپنے ہاتھوں سے ان کے ناخن اور مونچھوں کے بال تراشتے تھے[4]،

۱۴۶ - حضرت ابوعمرو بن حفص رضی اللہ عنہ

نام و نسب عبد الحمید نام، ابو عمرو کنیت، نسب نامہ یہ ہے، ابو عمرو بن حفص بن عمرو بن مغیرہ بن عبد اللہ بن عمرو بن مخزوم، قرشی مخزومی،

اسلام و غزوات فتح مکہ کے بعد مشرف باسلام ہوئے، [illegible] میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک سریہ میں یمن بھیجا[5]،

---

۱ ابن سعد ج ۴ ق ۱ ص ۲۴ ۲ ایضاً ۳ ایضاً ۴ ابن سعد ج ۴ ق ۱ ص ۲۴ ۵ اسد الغابہ ج ۵ ص ۲۹۲

عہد فاروقی | ابو عمرو نہایت جری اور بے باک تھے، جو بات حق سمجھتے تھے اس کے اظہار میں بڑی سے بڑی شخصیت کی پرواہ نہ کرتے اور برملا اس کو ظاہر کرتے تھے، حضرت خالدؓ بن ولید کی معزولی کے معاملہ میں وہ حضرت عمرؓ کی رائے کو صحیح نہیں سمجھتے تھے، چنانچہ نہایت سختی کے ساتھ اس کو ان کے سامنے ظاہر کیا اور کہا عمر! تمھارا کوئی عذر قابل قبول نہیں ہو سکتا تم نے ایسے عامل کو معزول کیا ہے جسے رسول اللہؐ نے مقرر کیا تھا، تم نے ایسی تلوار نیام میں کی جس کو خدا نے بے نیام کیا تھا، تم نے ایسا علم سرنگون کیا جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بلند کیا تھا، تم نے قطع رحم کیا، تم کو اپنے ابن عم (خالد) پر رشک تھا، حضرت عمرؓ نے ان کی اس پرجوش تقریر کا نہایت مکمل اور شافی جواب دیا[1]،

وفات | ان کے زمانۂ وفات میں اختلاف ہے، بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حیاتِ نبویؐ ہی میں جب آپ نے حضرت علیؓ کے ساتھ ان کو یمن بھیجا تھا وفات پاگئے، اور بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد فاروقی تک زندہ تھے، اور شام کی فتوحات میں شریک تھے، دوسری روایت زیادہ صحیح ہے، اوپر کے واقعہ سے بھی اسی کی تصدیق ہوتی ہے،

فضل وکمال | فضل وکمال میں کوئی قابل ذکر شخصیت نہ تھی، تاہم حدیث کی کتابوں میں ان کی روایتیں موجود ہیں، ناشرہ بن سمی نے ان سے روایت کی ہے[2]،

۱۴۷- حضرت ابو مالکؓ اشعری

نام ونسب | ابو مالکؓ کے نام میں بڑا اختلاف ہے، بعض کعب، بعض عبید اور بعض عمرو لکھتے ہیں، ابو مالک کنیت ہے، مشہور قبیلہ بنی اشعر کے رکن رکین تھے۔

اسلام وغزوات | اپنے قبیلہ کے آدمیوں کے ساتھ غزوۂ خیبر کے زمانہ میں مشرف باسلام ہوئے، قبول

---

[1] اسد الغابہ ج ۵ ص ۲۲۲ [2] تہذیب الکمال ص ۴۶۴

اسلام کے بعد بعض غزوات مین بھی شریک ہوئے، چنانچہ حنین مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھے، جب بنی ہوازن شکست کھا کر منتشر ہوئے، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو مالک کی ماتحتی مین سوارون کا ایک دستہ ان کے حالات کا پتہ لگانے کے لئے بھیجا۔[1]

حجۃ الوداع مین بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، چنانچہ خطبۃ الوداع کے بعض حصے ان سے مروی ہین[2]،

وفات | حضرت عمرؓ کے عہدِ خلافت مین وفات پائی،[3]

فضل وکمال | ان سے ستائیس حدیثین مروی ہین[4]، عبد الرحمن بن غنم، ابو صالح اشعری، ربیعہ بن عمرو جرشی اور شریح بن عبید الحضرمی وغیرہ نے ان سے روایتین کی ہین[5]،

ایک اشتباہ | اس کنیت کے دو بزرگ صحابی ہین، لیکن دونون کے حالات باہم اس قدر مخلوط اور مشتبہ ہین کہ ان مین فرق کرنا دشوار ہے، ارباب سیر کو بھی ان کے حالات مین دھوکا ہو گیا ہے، تاہم حافظ ابن حجر نے ان مین باہم امتیاز پیدا کرنے کی کوشش کی ہے، مگر ان کے بیان سے بھی پورے طور سے رفعِ اشتباہ نہین ہوتا،

۱۴۸- حضرت ابو محجن ثقفی رضؓ

نام ونسب | عمرو نام، ابو محجن کنیت، نسب نامہ یہ ہے، عمرو بن حبیب بن عمرو بن عمیر بن عوف ابن عقدہ بن غیرہ بن عوف ثقفی عمرو زمانۂ جاہلیت کے مشہور بہادرون مین تھے،

اسلام | سنہ ۹ھ مین اپنے قبیلہ بنی ثقیف کے ساتھ مشرف باسلام ہوئے[6]،

---

[1] ابن سعد جزء ۷ ق ۲ ص ۱۵۷ [2] اسد الغابہ ج ۵ ص ۲۸۸ [3] تہذیب التہذیب ج ۱۲ ص ۲۱۸ [4] تہذیب الکمال ص ۴۵۹، [5] تہذیب التہذیب ج ۱۲ ص ۲۱۸ [6] اسد الغابہ ج ۵ ص ۲۹۰،

عمرو نہایت شجاع وبہادر تھے لیکن بہت آخر مین اسلام کے شرف سے مشرف ہوئے تھے، اس لیئے حیاتِ نبوی مین کسی خدمت کا موقع نہ ملا، ان کے کارنامون کا آغاز عہد فاروقی سے ہوتا ہے، جس زمانہ مین ایران پر فوجکشی ہوئی اتفاق سے اسی زمانہ مین حضرت عمرؓ نے انھین ایک جرم مین قید کر دیا تھا، فوجکشی کا حال سنکر ابو محجن کی رگِ شجاعت پھڑک اٹھی، وہ کسی طرح قید خانہ سے نکل گئے اس وقت قادسیہ کی جنگ چھڑ چکی تھی، ابو محجن سیدھے قادسیہ پہنچے، حضرت عمرؓ کو ان کے فرار کی اطلاع ہوئی تو آپنے اسلامی افواج کے سپہ سالار حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کو ان کی گرفتاری کا حکم لکھ بھیجا، انھون نے گرفتار کر کے قید کر دیا، ابو محجن لڑائی کے واقعات سن سنکر میدان جنگ مین پہنچنے کے لیئے بیقرار ہو جاتے تھے، مگر بیڑیون نے پاؤن پکڑ رکھے تھے، اس لیئے مجبور رہتے آخر مین ضبط نہ ہوسکا، ایک دن حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی بیوی سلمیٰ سے کہا کہ مجھ پر رحم کر کے میری بیڑیان کاٹ دو اور سعد کا گھوڑا مجھے دیدو مین وعدہ کرتا ہون کہ اگر زندہ بچ گیا، تو خود آکر بیڑیان پہن لونگا، سلمیٰ نے انکار کیا، ان کے انکار پر ابو محجن اور زیادہ شکستہ خاطر ہوئے، لیکن ولولۂ جہاد چین نہ لینے دیتا تھا، اپنی معذوری پر نہایت درد انگیز اشعار پڑھ پڑھکر دل کی بھڑاس نکالنے لگے، یہ رقت انگیز اشعار سنکر سلمیٰ کا دل پسیج گیا، انھون نے بیڑیان کھول دین اور شوہر کا گھوڑا انھین دیدیا، ابو محجن اسی وقت گھوڑا کداتے ہوئے میدانِ جنگ مین پہنچے اور تکبیر کا نعرہ لگاکر اس زور شور سے لڑے کہ جدھر نکل جاتے تھے ایرانی فوجین درہم برہم ہو جاتی تھین، یہ غیر معمولی شجاعت دیکھکر لوگ عش عش کرتے تھے، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ عرق النساء کی وجہ سے خود میدانِ جنگ مین نہ جا سکتے تھے، اور ایک مقام سے بیٹھے ہوئے لڑائی کا رنگ دیکھ رہے تھے، ابو محجن کی بہادری دیکھ دیکھکر تعجب کر رہے تھے، لیکن انھین یہ نہ معلوم تھا کہ ابو محجن قید سے چھوٹ کر میدان جنگ مین پہنچ گئے، اس لیئے کہہ رہے تھے کہ اگر ابو محجن قید مین نہ ہوتے تو وہی ہوسکتے تھے، گھوڑا ابھی میراہی معلوم ہوتا ہے اضطرام جنگ کے

بعد ابو محجن نے لوٹ کر بیڑیاں پاؤں میں ڈالیں[1]،

حضرت سعدؓ گھر واپس آئے اور بیوی کو جنگ کے حالات سنانے لگے، اسی سلسلہ میں انھوں نے کہا آج میدانِ جنگ میں خدا نے ایک عجیب شخص بھیج دیا تھا، اگر ابو محجن قید نہ ہوتے تو میں سمجھتا کہ وہی ہو سکتے ہیں یہ سنکر بیوی نے سارا قصہ سنا دیا، سعد نے اسی وقت ابو محجن کو قید سے رہا کر دیا، اور ان سے کہا میں کبھی تمہارے جیسے شخص پر حد جاری نہیں کر سکتا[2]،

وفات | آذربیجان میں وفات پائی، سنہ وفات متعین نہیں ہے،

فضائل اخلاق | صاحب اسد الغابہ لکھتے ہیں، کان شجاعاً کریماً جواداً[3] شاعر بھی تھے، چنانچہ قید کی حالت میں جو اشعار پڑھتے تھے، وہ ان کے طبعزاد تھے،

۱۴۹- حضرت ابو محذورہؓ

نام و نسب | نام میں بڑا اختلاف ہے بعض اوس بعض سمرہ اور بعض سلمان بتاتے ہیں، ابو محذورہ کنیت ہے، نسب نامہ یہ ہے، اوس بن معیر بن لوذان بن ربیعہ بن عریج بن سعد بن جمح قرشی جمحی،

اسلام | ۸ھ میں مشرف باسلام ہوئے، ان کے اسلام کا واقعہ یہ ہے کہ ابو محذورہ سنہ مذکور میں چند مشرکین کے ساتھ کہیں جا رہے تھے ٹھیک اسی وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ حنین سے واپس تشریف لا رہے تھے، راستہ میں ایک مقام پر منزل ہوئی، مؤذن نبوی نے نماز کے لئے اذان دی، ابو محذورہ کے ساتھیوں نے اذان کی آواز سنی تو بطور مضحکہ اس کی نقل اتارنے لگے، ابو محذورہ نے بھی نقل اتاری، ان کی آواز نہایت دلکش تھی، اس لئے مضحکہ میں بھی دلکشی باقی رہی آنحضرت صلی اللہ

---

[1] فتوح البلدان بلاذری نے اس واقعہ کو نہایت مختصر لکھا ہے ہم نے تفصیلات استیعاب سے نقل کی ہیں، استیعاب تذکرہ مذکور ج ۲ ص ۶۸۲، [2] ایضاً، [3] اسد الغابہ ج ۵ ص ۲۹۰،

نے آواز سن کر اذان دینے والوں کو بلا بھیجا، یہ لوگ آئے، آپ نے پوچھا ابھی کس نے بلند آواز سے اذان دی تھی، ابو محذورہ کے ساتھیوں نے ان کی طرف اشارہ کر دیا، آپ نے سب کو واپس کر دیا، اور انھیں روک لیا، اور اذان دینے کی فرمائش کی، ابو محذورہ کو یہ فرمائش بہت گران گذری، لیکن انکار کی جرأت نہ تھی، ان کو اذان سے پوری واقفیت نہ تھی اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں بتایا، انھوں نے آپ کی زبان سے سنکر اسی کو دہرا دیا، زبان نبی کا یہ اعجاز تھا کہ اس امر تمیز اذان دینے میں زبان کے ساتھ دل بھی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پکار اٹھا، اور ابو محذورہ جو ابھی چند ساعت پہلے اذان کا مضحکہ اڑاتے تھے، اسلام کے حلقہ بگوش ہوئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں ایک تھیلی میں تھوڑی سی چاندی مرحمت فرمائی اور ان کی پیشانی سے لیکر ناف تک دستِ مبارک پھیر کر برکت کی دعا دی،[1]

یا ابو محذورہ اذان کا مضحکہ اڑانے تھے، یا دفعۃً یہ قلبِ ماہیت ہوئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے مکہ میں اذان دینے کی اجازت مرحمت ہوا آپ نے منظور فرمایا اور ابو محذورہ اجازت لیکر مکہ چلے گئے، اس وقت ان کا دل محبت نبوی سے معمور ہو چکا تھا، مکہ جا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عامل عتاب بن اسید کے یہاں اترے، اور مستقل اذان دینے کی خدمت انجام دینے لگے،[2] فتح مکہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں مکہ کا مستقل موذن بنا دیا،[3] ان کی اذان اور خوش الحانی کو اس قدر مقبولیت حاصل ہوئی کہ شعراء اس کی قسم کھاتے تھے، ایک قریشی شاعر کہتا ہے:-

اما و رب الکعبۃ المستورہ   وما تلا محمدٍ من سورہ

"پردہ پوش کعبہ کے رب اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تلاوت کردہ سورتوں"

---

[1] استیعاب ج ۲ ص ۶۸۰، [2] استیعاب ج ۲ ص ۶۸۰، [3] تہذیب التہذیب ج ۱۲ ص ۲۲۳،

والنعمات من ابی محذورۃ لافعلن فعلہ مذکورۃ

"اور ابی محذورہ کے نعمتوں کی قسم میں یہ کام ضرور کروں گا"

وفات | ابو محذورہ مکہ کے موذن تھے، اس لئے ہمیشہ یہیں رہے، اور یہیں امیر معاویہ کے عہدِ خلافت ۵۹ھ میں وفات پائی، بعض روایتوں میں ۷۹ھ میں وفات کا ذکر ہے، لیکن پہلی روایت زیادہ صحیح ہے[1]، وفات کے بعد ایک لڑکا عبد الملک یادگار چھوڑا،

فضل وکمال | ان کی دستارِ فضیلت کا طرۂ امتیاز یہی ہے کہ وہ نہایت خوش آواز موذن تھے، حدیث نبوی سے بھی تہی دامن نہ تھے، حدیث کی کتابوں میں ان کی مرویات موجود ہیں، مسلم میں بھی ایک روایت ہے[2]، ان کے گھر کے لوگوں میں ان کے لڑکے عبد الملک، پوتے عبد العزیز اور بیوی ام عبد الملک نے ان سے روایتیں کیں بیرونی رواۃ میں عبد اللہ بن محیریز، اسود بن یزید النخعی، سائب مکی، اوس بن خالد، عبد اللہ بن عبید اللہ اور ابو سلمان قابلِ ذکر ہیں[3]،

۱۵۰ حضرت ابو واقد لیثیؓ

نام ونسب | حارث نام، ابو واقد کنیت، نسب نامہ یہ ہے، حارث بن مالک بن اسید بن جابر بن حوثرہ بن عبد مناۃ بن الاشجع بن لیث لیثی،

اسلام وغزوات | ابو واقد ہجرت کے ابتدائی سنوں میں مشرف باسلام ہوئے، قبولِ اسلام کے بعد سب سے اول بدر عظمیٰ میں انکی تلوار بے نیام ہوئی، ان کا بیان ہے کہ میں نے بدر میں ایک مشرک کا تعاقب کیا، مگر قبل اس کے کہ میں وار کروں، ایک دوسرے مسلمان نے اس کا کام تمام کر دیا[4]، بعض ارباب سیر ان کی بدر کی شرکت کی روایت مشتبہ شمار کرتے ہیں، بدر کے بعد صلح حدیبیہ، فتح مکہ اور حنین وغیرہ میں شریک ہوتے رہے

[1] اصابہ تذکرۂ ابو محذورہ [2] تہذیب الکمال ص ۵۹ م، [3] تہذیب التہذیب ج ۱۲ ص ۲۲۲ [4] اصابہ ج ۵ ص ۲۱۲،

ساری عمر مدینہ مین قیام رہا، وفات سے کچھ دنون پیشتر مکہ چلے گئے تھے،

جنگ یرموک | شام کی فوج کشی مین مجاہدانہ شریک ہوے، اس سلسلہ کی مشہور جنگ یرموک مین موجود تھے[1]

وفات | مکہ کی خاک پاک مقدر مین تھی، اسلیے آخر عمر مین مکہ چلے گئے، اور یہان آنے کے ایک سال بعد ۶۸ھ مین اسی ارض پاک مین پیوند خاک ہوگئے، وفات کے وقت باختلاف روایت ۷۵، یا ۸۵ سال کی عمر تھی[2]

اولاد | وفات کے بعد دو لڑکے واقد اور عبد الملک یادگار چھوڑے،

فضل وکمال | فضل وکمال مین کوئی امتیازی پایہ نہ تھا، تاہم اعمال واقوال نبوی سے باخبر تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال کے بارہ مین کبھی کبھی حضرت عمرؓ ان سے استفادہ کرتے تھے، ایکمرتبہ آپ کو یہ معلوم کرنے کی ضرورت پیش آئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عید کی نماز مین کون کون سی سورتین تلاوت فرماتے تھے، تو آپنے اس بارہ مین ابو واقد کی طرف رجوع کیا، انھون نے بتایا کہ اقتربت الساعۃ، اور ق والقرآن المجید تلاوت فرماتے تھے[3]، ان کی مرفوع روایات کی تعداد چوبیس ہے[4]، ان سے روایت کرنے والون مین ان کے لڑکے واقد اور عبد الملک اور عام رواۃ مین عبید اللہ ابن عبد اللہ، ابو مرہ، عطاء بن یسار، سنان بن ابی سنان، اور عروہ بن زبیر لائق ذکر ہین[5]

---
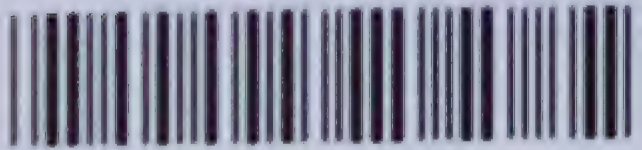
[1] اسد الغابہ ج ۵ ص ۳۱۹ [2] اسد الغابہ ج ۵ ص ۳۱۸ [3] مسلم کتاب صلوٰۃ العیدین باب ما یقرء فی صلوٰۃ العیدین [4] تہذیب الکمال ص ۴۶۲، [5] تہذیب التہذیب ج ۱۲، ص ۲۷۰،

~~Hamid Anwar~~

'our five year plan'

'ہمارا پانچ سالہ منصوبہ'